ابنِ صفی

جلد نمبر
26

جاسوسی دنیا

79- چاندنی کا دھواں

80- سینکڑوں ہمشکل

81- لڑاکوں کی بستی

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 26

79 چاندنی کا دھواں

80 سینکڑوں ہمشکل

81 لڑاکوں کی بستی

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر .... خالد سلطان
پرنٹر .... یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 79

چاندنی کا دھواں

(مکمل ناول)

پیشرس

چاندنی کا دھواں تھوڑی تاخیر سے حاضر ہے! تاخیر کی وجہ نہ پوچھیئے ورنہ آپ کہیں گے کہ اسے "علالت" کے علاوہ آتا ہی کیا ہے۔ اور وہ بھی خصوصیت سے خاص نمبر پیش کرنے کے مواقع پر! مگر میں خود اسے کیا کہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا.... پیر کی ایک معمولی سی خراش سپٹک بن گئی۔ بخار ہوا تو ذہن ہی ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ غرضیکہ خاص نمبر لیٹ....!

مگر خیر مجھے خوشی ہے کہ اس بار کی کہانی آپ کے بڑھتے ہوئے انتظار اور اضطراب کے شایانِ شان بھی ہے۔ آپ اسے ہر اعتبار سے پسند کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ کیپٹن حمید کو انسپکٹر آصف کے ماتحت کی حیثیت سے دیکھ کر آپ متحیر بھی ہوں گے اور آپ کو ہنسی بھی آئے گی۔ یہ خود کرنل فریدی کی تجویز تھی کہ حمید انسپکٹر آصف کے ماتحت کی حیثیت سے کام کرے لیکن اس افسری اور ماتحتی نے جو گل کھلائے ہیں ان کی مہک آپ اپنے قہقہوں میں ہی محسوس کر سکیں گے.... جی ہاں۔ قاسم صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں ان کا تو چلن ہی اور ہے۔ سدا کے سادہ لوح ہیں۔ ان پر گزرنے والے حادثات بھی انہی کی طرح انوکھے ہوتے ہیں۔

فریدی ایک ایسی پُر اسرار عورت کے تعاقب میں نظر آئے گا جسے ایک مصور نے کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن جس کے برش کے جنبش ہمیشہ اُسی کی شکل بناتی تھیں۔

مصور اُسے آسیب سمجھتا ہے! لیکن پھر بھی مصور کی تصویر بین الاقوامی مقابلے میں اول آتی ہے اور یہیں سے کرنل فریدی کی مصروفیات بڑھ جاتی ہیں۔

وادیٔ کا جیک میں چمکدار دھوئیں کا منارہ زمین سے آسمان تک بلند ہوتا چلا جاتا ہے.... مگر وہ ایک مجبوری تھی۔ اگر وہ مجبوری نہ ہوتی تو شاید کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی کہ وادی کا جیک میں کیا ہو رہا ہے۔ بڑی عجیب بات تھی.... مصور نے اس کی تصویر بنائی اور اُسے ایک آسیب سمجھتا رہا۔ کیپٹن حمید اُسے ایک بھٹکی ہوئی روح سمجھتا ہے اور کیوں نہ سمجھتا جبکہ اُس نے اُسے چھو کر دیکھا تھا۔ پھر فریدی کو کیا ہو گیا تھا۔ وہ اس کے لئے ہتھکڑیاں لئے کیوں پھرتا ہے۔

روح اسے شکست دینا چاہتی تھی۔ اُسے احساسِ بے بسی میں مبتلا کرنا چاہتی تھی۔ لیکن فریدی نے کسی طرح اُسے خود اُسی کی نظروں سے گرا دیا۔ آپ دیکھیں گے اور فریدی کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے! خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر وہ اس مغرور کو احساسِ بے بسی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ابنِ صفی

آسیب

جیلانی نے برش رکھ دیا۔ تھوڑی دیر تک اپنی بنائی ہوئی تصویر کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتا رہا پھر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر آرام کرسی میں گر گیا۔

اس کا سر چکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں دھند سی چھا رہی تھی۔ اُس دھند میں چنگاریاں بھی تھیں جو لاتعداد جگنوؤں کی طرح ٹمٹماتی پھر رہی تھیں.... پھر یہ دھند آہستہ آہستہ گہری تاریکی میں تبدیل ہوتی گئی اور کچھ دیر بعد اس تاریکی میں رہ رہ کر تیز روشنی کے جھماکے ہونے لگے۔

ان جھماکوں میں پل بھر کے لئے کبھی گرجوں کی چوٹیاں کبھی مسجدوں کے منارے اور کبھی اونچی اونچی عمارتوں کی چھتیں نظر آتیں اور پھر تاریکی میں کھو جاتیں! یہ روشنی کے جھماکے اس کے ذہن پر ٹھوکریں سی مارتے اور اس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھتا۔

یہ کیفیت نئی نہیں تھی۔ جب بھی اس کے برش سے وہ مخصوص چہرہ ابھرتا تھا اُس کے ذہن کی یہی حالت ہو جاتی تھی۔ وہ ایک اچھا مصور تھا اب تک کئی قومی مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا۔ نیشنل آرٹ گیلری میں اس کی بنائی ہوئی تصاویر کو بھی جگہ ملا کرتی تھی.... لیکن پچھلے تین سال سے اس نے انسانی تصاویر بنانا چھوڑ دیا تھا.... اب صرف جانوروں پرندوں اور مناظر کی تصویر کشی کرتا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا؟ اس کی وجہ وہ تصویر تھی جو اس وقت بھی ایزل پر موجود تھی اور جس کے خوف سے اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔

مگر یہ تو کسی دلکش عورت کی تصویر تھی۔ ایسی کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اس پر سے نظر ہٹانے ہی کو دل نہ چاہے۔ آدھ کھلی خوابناک آنکھیں۔ خفیف سے کھلے ہوئے بھرے بھرے سے ہونٹ جن کے درمیان چمکدار دانتوں کی ہلکی سی جھلک بھی دکھائی دیتی تھی۔

مگر وہ اُس سے خائف تھا۔ کیونکہ وہ جب بھی کوئی انسانی چہرہ بناتا تھا بالکل یہی خط و خال اُس کے برش سے نکلتے تھے۔ یہی صورت ہوتی تھی۔ وہ کوشش کرتا کہ کوئی دوسری شکل بنائے لیکن اس مخصوص چہرے سے پیچھا نہ چھڑا سکتا۔ شروع شروع میں یہ چہرہ اُسے بے حد پیارا لگا تھا۔ لیکن جب یہ کسی بھوت کی طرح اُس کے برشوں سے چمٹ گیا تو اسے الجھن ہونے لگی۔ اُس کے تصور ہی سے اختلاج ہونے لگا اور اس نے تھک ہار کر انسانی تصاویر بنانا ہی ترک کر دیا۔

اس کے خطوط میں بڑی زندگی تھی۔ وہ جہاں بھی وہ رنگ لگا دیتا بس بول ہی پڑتا تھا۔ اس کے ہم عصر پختہ کار اور عمر رسیدہ مصور بھی اُسے رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جیلانی کی عمر اٹھائیس سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اُس کے بارے میں کہنہ مشق اور تجربہ کار مصوروں کا خیال تھا کہ وہ ماں کے پیٹ ہی سے ہاتھ میں برش دبائے آیا ہوگا۔

اُس کی شناسا عورتیں سوچتی تھیں کہ وہ خود بھی آرٹسٹک ہے۔ قدیم یونان کے کسی ماہر فنکار کا تراشا ہوا مجسمہ۔ نزاکت اور قوت کا حسین ترین امتزاج! آج سے تین سال قبل دولت مند گھرانوں کی رنگین مزاج عورتیں محض اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اُسے پوز دیا کرتی تھیں۔ گھنٹوں اُس کے قریب بیٹھی رہتیں اور وہ اُن کی تصاویر میں رنگ بھرا کرتا۔

انہیں دنوں کی بات ہے وہ ایک بار ایک اچھے گھرانے کی عورت کی تصویر بنا رہا تھا.... عورت پوز دے رہی تھی جب وہ اس دن کا کام ختم کر چکا تو عورت اٹھ کر ایزل کے قریب آئی۔ تصویر کو نزدیک سے دیکھا اور اس پر برس پڑی کہ خواہ مخواہ اس کا اتنا وقت برباد ہوا۔ عورت کھرے مزاج کی تھی۔ جیلانی کو اس کے خیال دلانے پر ہوش سا آگیا اور اب اس نے بھی غور سے دیکھا تو وہ اس عورت کی تصویر ہرگز نہیں تھی۔ اُس نے عورت سے معذرت طلب کی اور اب تک کی محنت پر سفیدہ پھیر دیا۔ تصویر از سر نو شروع ہوئی.... لیکن پھر وہی خط و خال ابھر آئے جو اس سے پہلے عورت کی برافروختگی کا باعث بنے تھے اس بار وہ خفا ہو کر اسٹوڈیو سے چلی ہی گئی تھی۔

پھر جیلانی کو سکون نہ مل سکا۔ وہ چہرہ کسی بھوت کی طرح اُس سے چمٹ کر رہ گیا تھا۔ جب بھی کوئی تصویر بنانے بیٹھتا برش کی جنبشیں وہی خط و خال ابھار کر رکھ دیتیں اور اس کا سر چکرانے لگتا آخر تھک ہار کر اُس نے انسانی تصاویر بنانی ہی چھوڑ دیں۔

مگر چونکہ مشاق فنکار تھا اس لئے دوسری راہوں میں بھی اُس نے اپنی انفرادیت کے

جھنڈے گاڑ دیئے اب بھی اس کی شہرت کا وہی عالم تھا۔ لیکن اب ان عورتوں کی بھیڑ اس کے گرد نہیں رہتی تھی جو تصویر بنوانے کے بہانے ہی اُس سے قریب ہونا چاہتی تھیں۔ اس سے اس کی مالی حالت پر بُرا اثر پڑا تھا اور ایک سال کے اندر ہی اندر اُسے وہ خوبصورت بنگلہ چھوڑ دینا پڑا تھا جس میں وہ کافی سازو سامان کے ساتھ رہتا تھا۔ کیونکہ اب وہ اتنا مالدار نہیں رہا تھا کہ ڈھائی صد روپے ماہوار کرایہ ادا کر سکتا۔

اُسے ایک چھوٹے موٹے مکان کی تلاش تھی۔ لیکن اکیلے آدمیوں کو چھوٹے موٹے مکان کہاں ملنے لگے۔ وہ دن رات اُن محلوں کے چکر لگاتا رہتا جہاں متوسط طبقہ کے لوگ آباد تھے کئی مکان خالی ملے بھی لیکن شرط تھی پورے خاندان کی یعنی "گھر والی" کے بغیر مکان ملنا ناممکن تھا۔

"میری گھر والی کا نام شامت ہے۔" وہ مسکرا کر مالک مکان سے کہتا اور آگے بڑھ جاتا۔

ایک دن وہ ایک بستی میں پہنچا جہاں کے متعلق اُسے معلوم ہوا تھا کہ مکان مل ہی جائے گا! کیونکہ وہاں زیادہ تر آزاد خیال قسم کے متوسط گھرانے آباد تھے۔ وہاں ایک دو منزلہ مکان ایسا مل بھی گیا جن میں اوپری منزل پر خود مالک مکان رہتا تھا اور نچلی منزل کرائے کے لئے خالی تھی۔

مالک مکان نے اُسے اپنے ڈرائنگ روم میں ریسیو کیا۔

وہاں کچھ اور لوگ پہلے ہی سے موجود تھے۔ چند خواتین بھی تھیں۔

مالک مکان نے سب سے پہلے اُس سے سوال کیا کہ اُس کے پاس کار بھی ہے یا نہیں! کبھی ہوا کرتی تھی کار بھی لیکن.... مالی بدحالی کی وجہ سے اُسے بھی فروخت کر دینا پڑا تھا۔ اس لئے جیلانی سے نفی میں جواب پا کر اُس نے کہا نچلی منزل میں گیراج بھی ہے اس لئے وہ کسی کار والے ہی کے لئے مناسب رہے گا اور اس طرح کرائے میں اضافہ بھی کیا جا سکے گا۔

جیلانی کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اتنے میں ایک صاحبہ نے اس سے سوال کیا کہ کیا وہ خود اپنے لئے مکان تلاش کر رہا ہے۔ جیلانی سے اثبات میں جواب سن کر ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے تھے۔ مگر وہ کچھ بولی نہیں تھیں۔ پھر جب جیلانی چلنے لگا تھا تو دفعتاً انہوں نے اپنا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ "کل شام کو اس پتہ پر تشریف لائیے میرا خیال ہے کہ میں آپ کو ایک مکان دلوا سکوں گی۔"

جیلانی اُن کا شکریہ ادا کر کے اٹھ آیا تھا۔ یہ ادھیڑ عمر کی ایک پُر وقار اور سنجیدہ خاتون تھیں۔

بیگم تنویر۔ایک مقامی گرلز کالج میں پرنسپل تھیں۔جیلانی دوسرے دن اُن کے یہاں پہنچ گیا تھا۔

"میں آپ سے بخوبی واقف ہوں۔" بیگم تنویر نے کہا۔"آپ جیلانی صاحب ہیں۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ آپ چھوٹے موٹے مکان کی تلاش میں کیوں ہیں۔جب کہ آپ کے پاس اتنا شاندار بنگلہ ہے اور آپ کی یہ بات بھی درست نہیں آپ کے پاس کار نہیں ہے۔"

"میرے پاس بنگلہ بھی تھا....اور کار بھی۔لیکن محترمہ اب کچھ بھی نہیں ہے اب مجھے ایک معمولی سا مکان چاہئے۔جس کا کرایہ میری قلیل آمدنی برداشت کر سکے۔"

"مجھے حیرت ہے....!"

"جب تک زمین گردش کر رہی ہے سب کچھ ممکن ہے محترمہ....!"

"خیر....!" بیگم تنویر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔"میرے مکان کی اوپری منزل خالی ہے۔اگر آپ کے کسی کام آسکے۔"

"میں بے حد مشکور ہوں گا محترمہ.... میں صرف ایک کمرے سے بھی کام چلا سکتا ہوں۔"

بس پھر وہ دوسرے ہی دن تنویر منزل میں اٹھ آیا تھا۔ بیگم تنویر بیوہ تھیں اور اس عمارت میں تنہا ہی رہتی تھیں۔ بہر حال یہاں کا ماحول بہت پُر سکون تھا اور یہی چیز جیلانی کے لئے سب سے زیادہ اہم تھی۔کیونکہ وہ ایسی ہی فضا میں جم کر کام کر سکتا تھا۔

لیکن اس کا یہ سکون زیادہ دنوں تک بر قرار نہ رہ سکا۔تنویر منزل میں وہ لڑکی نہیں آئی تھی بلکہ زلزلہ آگیا تھا۔وہ طوفانِ بد تمیزی برپا رہتا کہ خدا کی پناہ۔صوفیہ بیگم تنویر کی کوئی عزیز تھی کسی دوسرے شہر سے اس نے میٹرک پاس کیا اور اب اعلیٰ تعلیم کے لئے بیگم تنویر کے پاس چلی آئی تھی۔عمر اٹھارہ سے زیادہ نہ ہی ہوگی۔سنجیدگی شاید اُس کے قریب سے بھی نہیں گذری تھی۔ہر وقت ہنستے ہنساتے رہنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور جیلانی کو تو وہ "شامت" ہی کی طرح گھیرے رہتی تھی۔

جیلانی اس سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن بھاگنے کی صورت میں سر سے چھت کا سایہ بھی جاتا۔ مجبوراً اب اسی ہنگامہ پرور ماحول ہی میں بسر کرنی پڑتی۔

موجودہ الجھن کا باعث بھی یہی لڑکی بنی تھی۔اُس نے اُسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ انٹر نیشنل آرٹ ایگزیبیشن کے لئے کوئی انسانی تصویر بنائے ورنہ وہ تو ایگزیبیشن کے لئے ایک منظر پینٹ

کر رہا تھا۔۔۔۔ یہ شفق کی چھاؤں میں ساحل کی ریت پر پڑے ہوئے تین گھونگھے تھے۔ صوفیہ نے یہ تصویر دیکھ کر ایک چھت شگاف قہقہہ لگایا تھا اور بولی تھی۔ ”جیلانی صاحب اگر اس منظر میں چوتھے آپ بھی شامل ہو جائیں تو تصویر بڑی جاندار ہو جائے گی۔“

اس دلچسپ جملے پر وہ بھی دل کھول کر ہنسا تھا۔ مگر پھر تو وہ سر ہی ہو گئی۔ اس منظر پر سفیدے کا برش پھروا کر ہی دم لیا۔

آخر جیلانی نے جھلا کر کہا تھا۔ ”بیٹھو میں تمہاری ہی تصویر بناؤں گا۔“

اُس نے سوچا تھا کہ سر اس کا اور دھڑ بندر کا بنا کر لمبی سی دم کھینچ دے گا۔ وہ بھی تاؤ میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ اور وہ اس کے چہرے کا اسکیچ لینے لگا تھا۔ تین سال بعد انسانی خط و خال پر اس کی پنسل دوڑی تھی۔ وہ بڑے انہماک کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہا۔ اُسے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ صوفیہ کب اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس کے پیچھے آکھڑی ہوئی تھی۔

دفعتاً وہ اس کے قہقہے پر چونک کر مڑا۔

”اب اتنے مشاق بھی نہیں معلوم ہوتے کہ کھڑے گھاٹ کسی کی تصویر بناڈالو۔“ اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”واہ۔۔۔۔ کیا خوب۔ یہ میری تصویر ہے۔ ابھی آپ کو مشق کی ضرورت ہے جیلانی صاحب۔“

جیلانی نے تصویر پر دوبارہ نظر ڈالی تھی اور اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ کیونکہ یہ تو وہی تصویر تھی۔۔۔۔ وہی آسیب تھا جس نے تین سال پہلے نہ صرف اُسے بلکہ اُس کے فن کو بھی دوسری راہوں پر ڈال دیا تھا۔

وہی آدھ کھلی آنکھیں وہی خفیف سے کھلے ہوئے ہونٹوں سے جھانکنے والے تین دانت۔

”مگر تصویر ہے۔۔۔۔ بڑی پیاری۔۔۔۔!“ صوفیہ نے کہا تھا۔

”جاؤ۔۔۔۔!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔۔۔۔ میں شاید بیمار ہو جاؤں۔۔۔۔!“ پھر وہ نڈھال سا ہو کر آرام کرسی میں گر گیا تھا۔

صوفیہ اُس کے کمرے سے چلی گئی تھی۔

اس دن سے جیلانی پر جنون سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ چہرے بنا بنا کر بگاڑتا رہتا ان چہروں میں بال برابر بھی فرق نہ ہوتا۔ بعض اوقات وہ تہیہ کر کے بیٹھتا کہ اُس چہرے کا کارٹون ہی بنا کر رکھ

دے گا۔ لیکن برش کی پہلی ہی جنبش کے ساتھ اُس کا ذہن ہاتھ سے دور بھاگنے لگتا اور نتیجہ وہی ہوتا.... یعنی وہ تصویر....

صوفیہ تو آج ہی اُس سے اس کے چہرے کے متعلق پوچھ بیٹھی تھی۔ لیکن اُس نے اسے تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ وہ تصویر محض تخیلی ہے۔

"اچھا چلو یہی سہی کہ میں اس عورت کو جانتا ہوں.... پھر....!"

"وہ بہت بُری طرح تمہارے ذہن پر چھائی ہوئی ہے۔"

"چلو.... یہ بھی تسلیم ہے پھر....!"

"پھر کیا! کچھ بھی نہیں۔" صوفیہ کی آواز میں اضمحلال تھا۔

پھر وہ اس کے کمرے سے چلی گئی تھی۔

آج اس نے آخری بار برش اٹھایا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ کوئی دوسرا چہرہ نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اگر نکل سکا تو ٹھیک ہی ہوگا اور اگر وہی چہرہ بنا تو پھر اب وہی تصاویر کی بین الاقوامی نمائش میں بھیجا جائے گا۔

مگر وہ کسی طرح بھی دوسرا چہرہ نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا.... ویسے ایک عجیب سی بات یہ تھی کہ برش ہاتھ میں لیتے ہی اس کا ذہن قابو میں نہیں رہ جاتا تھا۔ اگر انسانی تصویر بنانے کا ارادہ ہوتا۔ بہر حال اس کا یہ آخری فیصلہ بھی برش کی مخصوص جنبشوں میں کوئی تبدیلی نہ کر سکا۔ پھر وہی چہرہ تیار تھا۔

کچھ دیر تک اُس کے ذہن پر ہیجانی کیفیت طاری رہی پھر آہستہ آہستہ پر سکون ہوتا گیا۔

"اب یہی تصویر جائے گی.... اب یہی تصویر جائے گی....!" وہ دفعتاً مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا اور کینوس پر بنے ہوئے چہرے کو گھورتا ہوا بولا۔ تم مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتیں میں اب تمہیں بازار میں لاؤں گا.... بازار میں لاؤں گا۔ سمجھیں! میں جانتا ہوں تم کوئی بُری روح ہو۔ میرے ہاتھوں سے چمٹ کر رہ گئی ہو.... لیکن اب میں تم سے نہیں ڈروں گا، تمہیں بھی سکون نہیں لینے دوں گا.... سور کی بچی تم نے مجھے تباہ کر کے رکھ دیا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس چہرے کو کسی منظر میں کھپانا چاہئے.... اوہ ٹھیک ہے چرواہی.... ایک چیتھڑے لگائے ہوئے.... چرواہی.... مفلوک الحال.... بیابانوں کی خاک

چھاننے والی.... بھوک اور پیاس سے نڈھال....!

یہ تو کچھ بھی نہیں ہے.... ہاہاہا.... اُس نے قہقہہ لگایا۔ "میں تمہیں کتوں سے نچواؤں گا.... جتنا ذلیل کر سکتا ہوں کروں گا.... دیکھوں گا کہ تم میرا کیا بگاڑ لیتی ہو۔"

خاموش ہو کر اس نے برش اٹھائے اور رنگوں کی ٹرے پر نظر دوڑانے لگا۔

اتنے میں صوفیہ آگئی اس کی نظر کینواس پر تھی۔

"اوہ.... پھر وہی۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں پھر وہی....!" جیلانی مسکرا کر بولا۔ اُس کی آنکھیں سرخ اور خوفناک تھیں۔

"تم اس کے علاوہ اور کسی قسم کا چہرہ بنا ہی نہیں سکتے۔" صوفیہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "بہتیرے مصوروں میں یہ کمزوری ہوتی ہے.... پتہ نہیں تمہیں بین الاقوامی نمائش کے لئے کیسے دعوت مل گئی۔"

"ہاں میں بالکل گدھا ہوں.... پھر تم سے کیا.... جاؤ یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گی...." وہ اطمینان سے ایک آرام کرسی میں نیم دراز ہوتی ہوئی بولی۔ "تم ایک اچھے کمرشل آرٹسٹ بن سکتے ہو۔ کیوں خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔"

کمرشل آرٹ جیلانی کے لئے گالی تھی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا۔

کل کی چھوکری جسے مصوری کی اے۔ بی۔ سی سے بھی واقفیت نہیں تھی اُسے مشورہ دینے چلی تھی جو اپنا نچلا ہونٹ چباتا ہوا تصویر پر کام کرنے لگا۔

"میرے ایک کزن آرٹسٹ ہیں....!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔ "واہ.... کیا تصویریں بناتے ہیں۔ بس دیکھتے ہی رہ جاؤ۔ تصویریں بول پڑتی ہیں۔ ایک دن انہوں نے اپنی بوڑھی ماما سے کہا چل تجھے ملکہ بنا دوں۔ بس اس کی تصویر بنا کر ملکہ وکٹوریہ کے کپڑے پہنا دیئے۔"

"میں نے کئی جگلر ایسے بھی دیکھے ہیں جو اپنے پیٹ سے درجنوں لوہے کے گولے نکال پھینکتے ہیں۔" جیلانی نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"مگر افسوس تمہارے جھولے میں صرف یہی ایک تماشہ ہے۔" وہ کینواس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"میں کہتا ہوں تم جاؤ یہاں سے۔ مجھے کام کرنے دو۔" جیلانی دانت پیس کر بولا۔

"نہ میں تمہارے کاندھے پر سوار ہوں اور نہ میں نے تمہارے کان پکڑ رکھے ہیں۔ سچے آرٹسٹ کی یہ بھی پہچان ہے کہ کام کرتے وقت اُسے گرد و پیش کی خبر نہ ہو.... وہ تو اپنے آرٹ میں ڈوبا رہتا ہے۔ اُسے کیا پتہ کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔"

"دیکھو! مجھے پریشان مت کرو۔" جیلانی نے بے بسی سے کہا۔

"خدا کی پناہ.... کتنی دور بیٹھی ہوں تم سے۔"

"میں بیگم تنویر سے شکایت کروں گا۔"

"اوں.... ہوں....!" وہ سر ہلا کر سنجیدگی سے بولی۔ "ان کے قریب بھی مت جانا ورنہ وہ چیخ مار کر بھاگیں گی۔"

"کیوں....؟"

"ان کا خیال ہے کہ تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"میں کیا جانوں....وہ خود ہی کہہ رہی تھیں۔"

"کیا کہہ رہی تھیں۔"

"ارے بھئی انہوں نے کئی بار تمہیں تصویروں سے گفتگو کرتے اپنے بال نوچتے اور سر پر گھونسے مارتے دیکھا ہے۔"

"سب تمہاری شرارت ہے صوفیہ.... آخر تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

"میں کب کہتی ہوں کہ تم نے بگاڑا ہے۔ مگر میں کیوں تمہارے پیچھے پڑنے لگی۔"

"پتہ نہیں یہ تم ہی جانتی ہو گی....!" جیلانی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر تھوڑی دیر بعد وہ بولی۔ "میں کچھ پوچھ سکتی ہوں۔"

"اس چہرے کے علاوہ.... میں کتنی بار کہوں کہ میں نے آج تک ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں اسے بھی تسلیم نہ کروں گی! یہ اس بُری طرح تمہارے ذہن پر چھا گئی ہے کہ اب تمہارے ہاتھوں سے کوئی دوسرا چہرہ بن ہی نہیں سکتا۔"

"کچھ بھی ہو! میری یاد داشت میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے! کبھی نہیں تھی۔ یہ ایک

آسیب ہے جس نے میری زندگی برباد کر دی۔ مجھے تباہ کر دیا۔ اسی کی بدولت جیلانی اس حال کو پہنچا ہے اب اُسے ڈر ہے کہ کہیں وہ اس چھت کے سائے سے بھی محروم نہ ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میں بھی نہیں سمجھا۔ اتنا نہیں سمجھا کہ تمہیں بھی سمجھا سکوں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو! صوفیہ مجھ پر رحم کرو۔"

"یہ اکثر تمہیں خواب میں بھی نظر آتی ہو گی۔ اگر آسیب ہے۔"

"اکثر....!وہ.... میں کیا کروں۔" جیلانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"یوسف زلیخا.... میں نے بھی پڑھی ہے۔" وہ ہنس پڑی۔

"جاؤ....!" وہ گھونسہ اٹھا کر اس کی طرف دوڑا اور وہ آرام کرسی سے اٹھ کر دروازے کی جانب بھاگی۔

پھر دروازہ بند ہونے کی تیز آواز کمرے میں گونج کر رہ گئی۔

جیلانی دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔

انوکھی ٹیم

محکمہ سراغ رسانی کے کمرہ مشاورت میں وادیٔ کاجیک کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ وادیٔ کاجیک کے اوپر والے سرحدی علاقے میں ایک حیرت انگیز اطلاع ملی تھی! چونکہ یہ اطلاع ایک سرحدی حفاظتی چوکی سے آئی تھی اس لئے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا تھا۔

"وادیٔ کاجیک کا محل وقوع....!" سپرنٹنڈنٹ دوسرے آفیسروں سے کہہ رہا تھا۔ "ایسا ہے کہ وادی دشوار گذار بن کر رہ گئی ہے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی صاحب کو اُدھر جانے کا اتفاق ہوا ہے۔"

کسی نے بھی اس سوال کا جواب نہ دیا۔

"بہر حال....!" سپرنٹنڈنٹ کچھ سوچتا ہوا اپنا بایاں گال کھجا کر بولا۔

"ہیلی کوپٹر کے علاوہ اور کوئی چیز نیچے نہیں لے جا سکتی۔ ہزاروں فٹ کی گہرائی میں یہ وادی

واقع ہے۔ اور نیچے بڑے گھنے جنگل پھیلے ہوئے ہیں۔"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"تو یہ دھوئیں کا مینار.....!" اُس کے ایک نائب نے ٹوکا۔

"میری دانست میں یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔ دیکھنے والا اُس وقت تنہا تھا۔ چاندنی رات تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نشے میں رہا ہو۔"

کئی لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی.... حمید بھی مسکرایا تھا۔ مگر کرنل فریدی کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"کچھ بھی ہو۔" سپرنٹنڈنٹ پھر بولا۔ "ہمیں بہرحال دیکھنا ہی پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی مناسب آدمی یا ٹیم اس سلسلے میں چھان بین کرے۔"

"لال بجھکڑ آصف کے علاوہ اور کون مناسب ہوگا۔" انسپکٹر صاحب نے آہستہ سے کہا۔ مخاطب کوئی بھی نہیں تھا۔

وہ سبھی جانتے تھے کہ کرنل فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں بھیجا جائے گا۔

دفعتاً سپرنڈنٹنڈنٹ نے کہا۔ "ہاں کرنل فریدی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو ٹیم میں منتخب کردوں۔" فریدی نے اٹھ کر کہا۔

"آپ مجھے ایک الجھن سے بچالیں گے۔" سوپر مسکرایا۔

"انسپکٹر آصف اور کیپٹن حمید۔" کرنل فریدی نے کہا اور حاضرین کے چہروں پر حیرت کے آثار صاف نظر آنے لگے۔ آصف تو خصوصیت سے کچھ اس انداز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے کسی نے اچانک فریدی کے پاگل ہو جانے کی اطلاع دی ہو۔ حمید نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے تھے، اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہرا رہی تھی۔

"اس انتخاب کی وجہ.....!" سوپر بھی مسکرایا۔

"آصف صاحب تجربہ کار ہیں اور حمید کسی چیتے کی طرح پھرتیلا ہے۔"

آصف کی ٹھوڑی کے نیچے کا گوشت لٹک آیا۔ کیونکہ اُس نے بڑی سختی سے گردن اکڑائی تھی۔

سوپر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے کیپٹن حمید مسٹر آصف کو اسسٹ کریں گے۔"

"بہت مناسب ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور حمید کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فریدی اُسے گدھوں کا اسسٹنٹ بننے پر بھی مجبور کرے گا۔ دوسری طرف آصف اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ یہ مسئلہ اس طرح طے ہو گیا۔"

میٹنگ برخواست ہونے پر وہ سب کامن روم میں اکٹھا ہوئے اور یہ انتخاب موضوع بحث بن گیا۔ آصف بہت خوش نظر آرہا تھا اس نے کرنل سے کہا۔

"یار تم نے خواہ مخواہ مجھے پھنسادیا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ ہم سب سے سینئر ہیں۔" فریدی نے جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اب مجھ سے دوڑ دھوپ نہیں ہوتی۔"

"حمید آپ کو غیر ضروری دوڑ دھوپ سے بچائے گا۔"

"مگر میں بیہودگیاں نہیں پسند کرتا۔"

"اس میں ہمت نہیں ہے کہ اپنے آفیسروں کے سامنے بیہودگیاں پھیلا سکے۔"

"وہ مجھے آفیسر کب سمجھتا ہے.....!"

"لیکن اس مخصوص موقعہ پر وہ آپ کو اسسٹ کرے گا وہ سوپر کی طرف سے آپ کی ماتحتی میں دیا گیا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اس افواہ کے متعلق۔"

"ہو سکتا ہے کہ افواہ حقیقت ہی ثابت ہو۔"

"بات کیا بنے گی۔" آصف نے سوچتے ہوئے کہا۔ "دھوئیں کا مینار میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔"

"کیا کبھی کسی فلم میں بھی راکٹ کی اڑان دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"ارے راکٹ تو ترچھے اڑتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے کسی خاص نشانے پر پھینکے جانے والے راکٹ ترچھے اڑتے ہیں۔ لیکن اُن راکٹوں کی اڑان سیدھی ہی تھی جو مصنوعی سیارے لے کر فضائے بسیط میں گئے تھے۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ وہ چمکدار منارہ کسی راکٹ سے خارج ہونے والی گیس ہوگی۔"

"اس کا امکان ہے۔ فی الحال اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔"

حمید ایک گوشے میں خاموش بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔ ان دونوں کو یکجا دیکھ کر وہ سانپ کی طرح پھپھکارتا ہوا اٹھا۔ نہ جانے کیوں آصف نے اسے آتا دیکھ کر کھسک جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

''ہاں تو میں کسی چیتے کی طرح پھرتیلا ہوں۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر دردناک لہجے میں کہا۔ ''اور وہ کسی سالخوردہ گدھے کی طرح اداس.... ار.... مطلب یہ کہ تجربہ کار ہے۔''

''پھر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔'' فریدی نے خشک لہجہ میں پوچھا۔

''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ کہیں آصف کے کفن دفن کا بار آپ ہی پر نہ آپڑے۔''

''میں کہتا ہوں تمہیں اُسے اسسٹ کرنا ہی پڑے گا۔''

''میں نے انکار تو نہیں کیا۔ البتہ آپ کو ایک خطرے سے ضرور آگاہ کیا ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ تمہیں کل صبح ٹرین سے روانہ ہونا ہے۔''

''میں پوچھتا ہوں آخر اس جدت کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

''وقتی ضرورت.... اگر میں یہ تجویز پیش نہ کرتا تو تان مجھ پر ہی ٹوٹتی، لیکن میں آج کل شہر نہیں چھوڑ سکتا۔''

''کیوں....؟''

''کچھ لوگوں کی خواہش ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔''

''آپ ہمیشہ سنسنی خیز خبریں سناتے ہیں۔ خیر میں تفصیل نہیں پوچھوں گا۔ فی الحال تو آپ اس معاملے کی گفتگو کیجئے۔''

''سنو! ہو سکتا ہے کہ یہ محض افواہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صداقت پر مبنی ہو۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم آصف کو اسسٹ کرو۔ بات بھی بن جائے گی اور میں شہر ہی میں رہوں گا۔''

''آخر کون آپ کو یہاں سے ہٹانا چاہتا ہے۔''

''ہے ایک آدمی۔ وہ مجھے اپنے ایک نجی کام سے جنوبی امریکہ بھیجنا چاہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے چھ ماہ کی چھٹی بھی دلوا دے گا۔''

''اوہ....!'' حمید کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''کیا آپ نے انکار کر دیا ہے۔''

''قطعی طور پر....!''

''تب تو یہ افواہ بھی ہو سکتی ہے.... مگر مجھے تو پوری بات بھی نہیں معلوم.... کیا قصہ تھا۔

میں ذرا دیر سے پہنچا تھا۔"

"وادی کا جیک میں اِدھر کئی دنوں سے چمکدار دھوئیں کا منارہ سا دیکھا جارہا ہے جو زمین کی سطح سے نامعلوم بلندیوں تک اٹھتا چلا جاتا ہے۔ کچھ دیر تک دھوئیں کا حجم جامد سا رہتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کا پھیلاؤ تاریکی میں مدغم ہو جاتا ہے"

"راکٹ....!"

"ہو سکتا ہے۔"

"چاندنی وغیرہ کی بات تھی۔"

"بتانے والے نے تھوڑی سی شاعری کر ڈالی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے چاندنی سمٹ کر دھوئیں کی شکل میں تبدیل ہو گئی ہو۔"

"چاندنی کا دھواں.... واقعی بڑا شاعرانہ خیال ہے۔ کسی حیرت انگیز کہانی کا عنوان بھی بن سکتا ہے۔"

"بس تو تم آصف کے ساتھ جاؤ گے۔"

"لیکن یا وہ مجھے واپس لائے گا یا میں اُسے واپس لاؤں گا۔"

"بے تکی باتیں نہ کرو۔"

"وہ ویسے ہی مجھ پر اپنی سنیارٹی جتانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔"

"میں تمہیں خالص گدھا سمجھوں گا اگر تم اُسے ہینڈل نہ کر سکو۔"

"یہ بات ہے۔" حمید آستین چڑھاتا ہوا بولا۔

"قطعی! تمہاری صلاحیتوں کا امتحان بھی مقصود ہے۔ میں دیکھوں گا کہ میری محنت کس حد تک بار آور ہوتی ہے۔"

"بار ہی بار.... آور ہی آور.... دیکھ لیجئے گا۔"

اس غیر متوقع ٹیم پر دن بھر چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔

انسپکٹر مزومدار نے آصف کو کینٹین میں جا پکڑا.... آصف دوسرے چند انسپکٹروں کو انٹرٹین کر رہا تھا۔ اور لیفٹیننٹ سعید کا خیال تھا کہ آج وہ لوگ پتھر میں جونک لگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں! ورنہ آصف اور کینٹین! اس کی کنجوسی دور دور تک مشہور تھی۔

"یار یہ کیسے ہو گیا۔" مزمدار نے آصف سے پوچھا۔

"ارے.... واہ آؤ آؤ.... تم کہاں رہ گئے تھے۔" آصف نے ہنس کر کہا۔ "آج یہ صاحبزادے سعید صاحب چائے پلا رہے ہیں۔"

"چچاؤں کی موجودگی میں بھتیجے ایسی جسارت نہیں کر سکتے۔" سعید بولا۔

"خیر.... خیر.... دیکھا جائے گا۔" آصف بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

"مگر سنو تو سہی۔" مزمدار بولا۔ "کیا یہ حمید تمہاری سنے گا۔"

"اُس کے فرشتے بھی سنیں گے۔" آصف کی آنکھیں نکل پڑیں۔

"مجھے تو کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔" مزمدار نے معنی خیز انداز میں اپنی آنکھوں کو گردش دی۔ "آخر فریدی ہی نے یہ تجویز کیوں پیش کی تھی۔ تم اکثر اسے جلی کٹی سناتے رہتے ہو۔ کہیں وہ تمہیں سبق نہ دینا چاہتا ہو۔"

"مر گئے سبق دینے والے۔" آصف ہاتھ ہلا کر بولا۔ "کل کے لونڈے مجھے سبق دیں گے۔"

"سبق تو وہ پورے محکمے کو دیتا رہتا ہے۔" مزمدار نے کہا۔

"چھوڑو یار! خواہ مخواہ موڈ نہ خراب کرو۔ میں بھی اتنا سمجھتا ہوں۔" آصف نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ ہوشیار رہنا۔ کہیں سارے ہی سینئر آفیسروں کی بے عزتی نہ کرا بیٹھو۔"

"یار بس ختم۔" آصف جھلا گیا۔ "ویسے اگر میرا یہاں بیٹھنا گراں گزر رہا ہو تو اٹھ جاؤں۔"

"ارے نہیں.... ارے نہیں....!" سبھوں نے بیک وقت کہا۔ مگر آصف کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

وہ لوگ چائے پیتے رہے۔ لیکن پھر کسی نے اس مسئلے کو نہیں چھیڑا! دوسری صبح کیپٹن حمید ریلوے اسٹیشن پر آصف کا منتظر تھا۔ آصف آیا اور حمید سے معمولی اور رسمی گفتگو کے بعد ٹرین کا انتظار کرنے لگا۔

حمید اس کی حماقت آمیز سنجیدگی پر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آصف خواہ مخواہ بن رہا ہے۔ زبردستی خود پر آفیسرانہ رعب دلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی شکل اس وقت

حمید کو بڑی مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ مگر وہ خاموش ہی رہا۔ اس طرح دم دبائے اُس کے پیچھے پھرتا رہا جیسے یہ وقتی ماتحتی کی بجائے پشتینی غلامی ہو۔

اچانک اُسے قاسم دکھائی دیا جس کے ساتھ سامان بھی تھا اور اب حمید کو اپنی غلطی کا احساس ہوا.... بات یہ تھی کہ ٹیکم گڈھ جانے کا یہ سرکاری پروگرام اچانک بنا تھا اور اُس نے حمید کے نجی پروگراموں پر خاک ڈال دی تھی۔ آج کے لئے قاسم سے وعدہ تھا کہ دونوں ایگل بیچ جائیں گے اور دو دن وہاں گرین ہٹ میں گزاریں گے۔ لیکن پچھلی ہی شام اُسے قاسم کو فون پر اطلاع دینی پڑی کہ وہ ایگل بیچ نہ جاسکے گا۔ قاسم نے وجہ پوچھی تو غیر ارادی طور پر زبان سے نکل گیا کہ ایک سرکاری کام سے ٹیکم گڈھ جانا ہے۔ اُدھر قاسم کا ایمان تھا کہ اگر دنیا ہی میں جنت کے "مجے" لوٹنے ہوں تو "حمید بھائی" کے ساتھ سفر کرو۔ لہٰذا یہ معلوم کر کے کہ حمید ٹیکم گڈھ جانے والا ہے اس کی کھوپڑی کی برف کا پگھلنا ضروری تھا۔

حمید نے اُسے دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ آصف تو ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اس کی شان کے خلاف تھا کہ حمید کو رکتے دیکھ کر وہ بھی رک جاتا۔ وہ پلیٹ فارم کے دوسرے سرے کی طرف جارہا تھا۔

"پیچھا نہیں چھوڑوں گا پیارے۔" قاسم انگلی اٹھا کر ہنسا۔ "یا ایگل بیچ یا ٹیکم گڈھ۔"

"میں سرکاری کام سے جارہا ہوں...." حمید کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"میں غیر سرکاری کام سے جارہا ہوں.... ہی ہی۔"

"تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔"

"اماں.... کیا میں تمہاری گود میں بیٹھا جارہا ہوں۔" قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔

"کچھ بھی ہو! تم مجھ سے دور ہی رہو گے۔"

"کتنے میل کے فاصلے پر....!" قاسم نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"بیکار باتیں نہ کرو۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کے خلاف نہ کرنا۔"

"اماں کہو جلدی سے۔"

"کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں بیٹھنا ورنہ میرے ساتھی کو اعتراض ہوگا۔"

"امے جاؤ کرنل صاحب تم سے زیادہ خیال کرتے ہیں میرا۔"

"ساتھی سے مراد کرنل نہیں ہیں۔"

"پھر قون سالا ہے۔"

"ایک دوسرا آفیسر....!"

"مجھے اُلو نہ بناؤ.... پیارے.... میں سب سمجھتا ہوں۔" قاسم آنکھ مارنے کی کوشش کرتا ہوا مسکرایا اور اس کی شکل بے حد مضحکہ خیز ہو گئی۔

"میری بات سنو۔"

"سناؤ نا۔"

"ہمارا سفر ایک ہی کمپارٹمنٹ میں نہیں ہو گا۔ ٹیکم گڈھ کی بات وہیں چل کر طے ہو گی۔"

"اے کوئی مجھے لڑکی کی شادی کرنا ہے کہ نواب صاحب بات طے کرنے بیٹھیں گے۔" قاسم جل کر بولا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

قاسم وہیں کھڑا طرح طرح کے منہ بناتا رہا.... حمید اسی سمت جا رہا تھا جدھر آصف گیا تھا۔ تھوڑی دیر چل کر ہی اس نے جالیا۔

"یہ کون تھا جس سے تم گفتگو کر رہے تھے۔" آصف نے پوچھا۔

"میرا ایک دوست! کیوں کیا اس میں بھی کوئی حرج....!"

"کیپٹن حمید تم سے جو کچھ پوچھا جائے صرف اسی کا جواب دیا کرو۔"

"بہت بہتر....!" حمید نے اظہار سعادت مندی کے سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے۔

اس کے رویہ پر کبھی کبھی آصف متحیر بھی رہ جاتا۔

ٹرین آئی اور وہ ایک کمپارٹمنٹ میں جم گئے۔ قاسم نے بھی حمید کے مشورے سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ کسی دوسرے ہی کمپارٹمنٹ کو ترجیح دی تھی۔

ٹرین روانہ ہو گئی.... حمید کا رویہ سعادتمندانہ ہی رہا۔ آصف بار بار اُسے گھورنے لگتا تھا۔ یہ آصف بھی عجیب ہی آدمی تھا۔ اب حمید کی سنجیدگی اُسے کھلنے لگی تھی۔ دراصل وہ فطرتاً "تم تو مجھے چھیڑو گے!" قسم کا آدمی سمجھا جا سکتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ کوئی اُسے چھیڑے اور وہ ہاتھوں میں پتھر لئے اُسے دوڑاتا پھرے۔

آخر کچھ دیر بعد جب اُسے چین نہ پڑا تو اس نے حمید کو مخاطب کیا۔

"کیوں.... تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔"

"بہت دیر سے پائپ نہیں پیا۔" حمید نے مضمحل آواز میں جواب دیا۔

"کیوں.... کیا تمباکو ختم ہو گیا۔"

"تمباکو ہے۔"

"پھر پیتے کیوں نہیں۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے آپ کو ناگوار گزرے.... بہتیرے آفیسر اپنے ماتحتوں کی تمباکو نوشی پسند نہیں کرتے۔"

"ارے کیا چرخہ نکال بیٹھے ہو آفیسری ماتحتی کا...." آصف ہاتھ ہلا کر بولا۔ "پیئو....!"

"شکریہ....!" حمید نے سعادتمندانہ انداز میں کہہ کر پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگا۔

"تم کئی بار پہلے بھی ٹیکم گڈھ جا چکے ہو۔" آصف نے کہا۔

"کئی بار۔ بڑی پُر فضا جگہ ہے۔ آج کل تو جنت کا نمونہ بنا ہوا ہو گا۔"

"وہاں سے وادیٔ کاغان کا جیک والی سرحدی چوکی کتنی دور ہو گی۔"

"زیادہ سے زیادہ دس میل۔ لیکن پہاڑی علاقوں کے دس میل ہزار میل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ہم قیام کہاں کریں گے۔"

"بھئی! میں کیا جانوں۔ میں تو پہلی بار اُس علاقے کی طرف جا رہا ہوں۔"

"مناسب یہی ہو گا کہ ہم ٹیکم گڈھ میں قیام کریں.... فزارو وہاں کا سب سے زیادہ شاندار ہوٹل ہے۔ وہیں قیام کریں گے.... آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ منیجر تو مرد ملے گا ورنہ سارے کام عورتیں انجام دیتی ہیں۔ پکانے والی عورتیں.... سرو کرنے والی عورتیں۔"

"عورتیں یا لڑکیاں....!" آصف نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"آپ نے تو مجھے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔"

"کیوں....؟"

"قسم لے لیجئے جو آج تک عورت اور لڑکی کا فرق میری سمجھ میں آیا ہو۔"

"بس انہیں ساری شیطنتوں کی وجہ سے تم سے دور ہی دور رہنے کو دل چاہتا ہے۔"

"اگر یہ فرق سمجھ میں نہ آئے تو اسے شیطنت کہیں گے۔" حمید نے بھولے پن سے پوچھا۔

"چلو ختم کرو....!" آصف نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

شاہکار

"چھن.... چھن.... چھن....!"

برابر والے کمرے میں گھنگھروؤں کی جھنکار گونج رہی تھی۔ جیلانی نے بہت بُرا سامنہ بنا کر دروازے کی طرف دیکھا لیکن چپ چاپ بیٹھا ہی رہا۔

"ایک دو.... تین چار.... پانچ.... چھن چھن.... چھن چھن.... چھن....!"

دوسرے کمرے میں صوفیہ ناچ رہی تھی۔ ناچ کیا رہی تھی اُسے تاؤ دلا رہی تھی۔ جیلانی نے کہا تھا نا کہ وہ آج کل سکون چاہتا ہے۔ اس کی ذہنی حالت اس قابل نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کا ہیجان برداشت کر سکے۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ اسے چھیڑتی ہی رہتی تھی۔

اس وقت بھی صرف اُسے تاؤ دلانے کے لئے گھونگرو باندھ کر برابر والے کمرے میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا تھا جیلانی تھوڑی دیر تک دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا۔ پھر اٹھا اور دیوانوں کی طرح دروازہ پیٹنے لگا۔

گھونگھروؤں کی جھنکار تھم گئی۔ دروازہ جھٹکے کے ساتھ کھلا اور صوفیہ صرف ہونٹ کھول کر رہ گئی۔ اُسے جیلانی کی آنکھوں سے خوف معلوم ہو رہا تھا۔

"تم نہیں مانو گی....!" جیلانی غرایا۔

"بڑی مصیبت ہے۔" اس نے خود پر قابو پا کر کہا۔ "نیچے آنٹی جان کو آجاتی ہیں اور اوپر تم موجود ہو۔ پھر میں کہاں مشق کروں۔"

"تم مجھے پریشان کرنا چاہتی ہو۔" جیلانی آنکھیں نکال کر بولا۔

"نہیں قسم لے لو.... میں کیا جانتی تھی کہ تمہیں میرا ناچنا اتنا گراں گزرے گا۔ ورنہ میں کبھی ادھر نہ آتی۔"

"ہوں....!" جیلانی چند لمحے.... کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "آؤ.... یہاں آؤ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں.... میرا دماغ پک رہا ہے۔"

وہ چھن چھن کرتی ہوئی اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"بیٹھ جاؤ....!" جیلانی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"لو بیٹھ گئی۔" صوفیہ بیٹھتی ہوئی مسکرائی۔

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔"

"ایک مغرور مگر اناڑی مصور....!"

"تمہارے دونوں ہی خیال لغو ہیں۔"

"یہ بھی محض خیال ہے....!"

"میں مغرور نہیں ہوں.... میں اناڑی نہیں ہوں۔"

"اگر آدمی کو خود ہی اپنی خامیوں کا احساس ہو جائے تو وہ اُن خامیوں کو باقی ہی کیوں رہنے دے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتیں۔ میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔" جیلانی نے بے بسی سے کہا۔

"کیا سمجھانا چاہتے ہو۔" دفعتاً صوفیہ کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔ جیلانی کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

"کیا تمہارے ذہن میں کبھی دھماکے ہوتے ہیں۔"

"ذہن میں دھماکے.... میں نہیں سمجھی۔"

"تم دھماکے بھی نہیں سمجھتیں....!" جیلانی جھنجھلا گیا۔

"دھماکے تو سمجھتی ہوں لیکن ذہنی دھماکہ میرے لئے ایک بالکل نئی چیز ہے۔"

"اچھا کبھی تمہارے ذہن میں بجلی سی کوندتی ہے۔"

"جب میں حلق تک کھانا ٹھونس لیتی ہوں تو آنکھیں بند ہونے لگتیں ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ذہن میں بجلیاں سی کوندتی پھر رہی ہوں۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔" جیلانی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"خدایا میں بیچارے آرٹسٹ کو کیسے سمجھاؤں....!"

"بس اب جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مجھے مکان سے نکالنا چاہتے ہو۔"

"بے تکی باتیں نہ کرو۔"

"میری وجہ سے سب کو تکلیف ہوتی ہے۔"

"خیر یہ مسئلہ تو آنٹی کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔"

"ان سے کہو کہ میرا سامان سڑک پر پھینکوا دیں۔"

"آخر کیوں۔"

"میں شاید کچھ دنوں بعد اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھوں! پھر تکلیف دہ ہو جاؤں گا تم لوگوں کیلئے۔"

"لیکن ذہنی توازن کیوں کھو بیٹھو گے۔ آخر کسی ڈاکٹر سے مشورہ کیوں نہیں لیتے۔"

"وہ بھی میرا مضحکہ اڑائے گا۔ جب میں اُسے بتاؤں گا کہ میرے ذہن میں دھماکے سے ہوتے ہیں اور بجلیاں سی کوندتی ہیں۔"

"آنٹی کہہ رہی تھیں کہ تمہیں کچھ دنوں تک مکمل آرام کرنا چاہئے....!"

"آرام.... نہیں مجھے صرف ذہنی سکون چاہئے۔ کوئی ایسی جگہ چاہئے جہاں ہوا کی سرسراہٹ بھی میرے کانوں سے نہ ٹکرا سکے۔ مگر تمہیں مشق کرنی ہے تمہیں حلق پھاڑنا ہے.... خیر صبح تم مجھے یہاں نہیں دیکھو گی۔ شام تک اپنا سامان لے جاؤں گا۔"

"یعنی صرف اس لئے جاؤ گے کہ میں....!"

"اوہ....!" صوفیہ کے چہرے سے اضمحلال ظاہر ہونے لگا۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو اب میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی.... مجھے افسوس ہے۔ مجھے افسوس ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑی رہی پھر جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی.... یہ بیگم تنویر کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

"آجائیے....!" جیلانی نے کہا۔

دروازہ کھول کر مسز تنویر اندر آئیں.... اُن کے ہاتھ میں کوئی اخبار تھا اور وہ بے حد خوش نظر آرہی تھیں۔

"ارے.... جیلانی تم کیسے آدمی ہو۔ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ کچھ باہر کی بھی خبر ہے....!" انہوں نے صوفیہ کی طرف دھیان دیئے بغیر کہا۔

"باہر کیا ہو رہا ہے....!" جیلانی نے حیرت سے کہا۔

"ذرا بالکنی پر جا کر دیکھو۔" ان کے لہجے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"کیا دیکھوں....!" بیگم تنویر نے اخبار اس کے سامنے پھیلا دیا۔ ایک مقامی اخبار کا ضمیمہ

تھا۔ پہلے ہی صفحے پر جلی حرفوں میں تحریر تھا۔

"عظیم فنکار جیلانی کو سلام"

صوفیہ بھی اخبار پر جھک پڑی تھی وہ بلند آواز میں آگے کی تحریر پڑھنے لگی۔

"بین الاقوامی مصوری کی نمائش کی شاہکار تصویر "چرواہی" ججوں کی مجلس کا متفقہ فیصلہ .... چرواہی اس سال کی بہترین تصویر ہے۔ یہ فیصلہ مسٹر جیلانی کی عدم موجودگی میں سنایا گیا.... ہمیں اطلاع ملی ہے کہ مسٹر جیلانی اس دوران میں ایک بار بھی نیشنل آرٹ گیلری میں نہیں دیکھے گئے۔ پچھلی رات جب مختلف اقوام کے بڑے مصور گیلری میں تصاویر کا انتخاب کر رہے تھے اُس وقت بھی جیلانی صاحب اپنی تصویر کے قریب موجود نہیں تھے۔ نمائش کے پہلے ہی دن ہمارے نمائندے کو اُن سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا تھا.... انہوں نے اُسے بتایا تھا کہ وہ اُس مقابلے میں بہت بے دلی سے شریک ہوئے تھے۔ بس انہیں زبردستی گھسیٹا گیا تھا۔ اپنی تصویر کے بارے میں انہوں نے خیال ظاہر کیا تھا وہ بھی یوں ہی سی ہے۔ انہوں نے اس پر خاص توجہ نہیں دی.... یہ جیلانی صاحب کی کسر نفسی تھی.... ورنہ پہلے ہی دن سے ان کی تصویر کے قریب اژدھام نظر آتا رہا ہے.... واضح رہے کہ جیلانی صاحب نے تین سال میں صرف یہی ایک انسانی تصویر بنائی ہے۔" صوفیہ خاموش ہو کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ وہ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ میں لوگوں کو کہاں بٹھاؤں....!" بیگم تنویر نے پوچھا۔

"کن لوگوں کو....!"

"پریس رپورٹروں اور آٹو گراف لینے والوں کا ایک جم غفیر باہر موجود ہے۔"

"میرے خدا....!" جیلانی نے خوفزدہ آواز میں کہا۔ "مگر میں تو بیمار ہوں۔ مجھے بھیڑ بھاڑ سے وحشت ہوتی ہے۔ خدا کے لئے انہیں کسی طرح ٹال دیجئے۔"

"میرے بس سے باہر ہے۔" بیگم تنویر اُسے متحیرانہ نظروں سے گھورتی ہوئی بولیں۔ "میں دیکھتی ہوں کہ تم پر اس خبر کا ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا.... کیا تمہیں پہلے ہی سے معلوم تھا۔"

"نہیں....!" جیلانی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "یہ فیصلہ کسی قسم کی جانبداری کا نتیجہ نہیں ہے۔"

"ارے.... یہ مطلب نہیں تھا.... میرا۔"

"بس انہیں کسی طرح ٹال دیجئے۔ میرا سر چکرا رہا ہے....!"

بیگم تنویر کی آنکھوں میں تشویش صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہیں پھر واپس چلی گئیں۔ صوفیہ اب بھی وہیں کھڑی تھی۔

"جاؤ.... تم بھی بیگم صاحبہ کی مدد کرو۔" جیلانی نے اس سے کہا۔

"تم ساری دنیا کو بیوقوف بنا رہے ہو۔" صوفیہ کا لہجہ زہریلا تھا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔" جیلانی نے حیرت سے کہا۔

"تم اب تک ہزاروں آدمیوں سے یہی کہہ چکے ہو کہ وہ تصویر تخیلی ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے سامنے کوئی ماڈل موجود نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی میں اُسے تخیلی نہیں تصور کر سکتی۔"

"مت کرو! جاؤ میرے کان نہ کھاؤ۔ ہاں میں دنیا کو دھوکا دے رہا ہوں۔ پھر.... میرا کیا بگڑے گا.... اگر وہ اس سال کی شاہکار تصویر نہ قرار پاتی تو کیا ہوتا۔ کیا میں جیلانی کی بجائے گیلانی ہو جاتا۔"

"تم مغرور اور چڑچڑے ہو۔ تم میں آرٹسٹوں کی سی کوئی بات نہیں ملتی۔"

"میں لکڑہارا ہوں۔ جاؤ بور نہ کرو۔"

"میں تمہیں اتنا بور کروں گی کہ تم دیوار سے سر ٹکراتے پھرو گے۔"

"سچ کہتا ہوں۔ تمہیں مایوسی ہوگی۔" جیلانی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میں تمہاری عدم موجودگی میں اپنے ہی ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں اس سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں دے سکتا۔"

"میری ضد میں.... کیوں؟"

"ہاں تمہاری ضد میں۔" جیلانی کی مسکراہٹ برقرار رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس مسکراہٹ کے لئے اپنے ذہن سے جنگ کرنی پڑ رہی ہو۔

"آخر تمہیں مجھ سے کیوں ضد ہے؟" صوفیہ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے پچھلے جنم میں میری مرغیاں چرائی ہوں....!" صوفیہ کو جیلانی کی سنجیدگی پر ہنسی آ گئی۔

"تم تو اواگون کے بھی قائل معلوم ہوتے ہو۔" اس نے کچھ دیر بعد ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیوں نہ قائل ہوں۔ مجھے اس سے کون روک سکتا ہے۔"

"اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم ایسے اعتقادات رکھتے ہو تو....!"

"آج ہی سے اس کی پبلسٹی بھی شروع کر دو۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح میں جیلانی سے گیلانی بن جاؤں۔ لیکن نہ تو میری شکل تبدیل ہو گی اور نہ میں چھوٹا آرٹسٹ کہلاؤں گا۔"

"اور یہ سب کچھ میری ضد میں ہو گا.... کیوں؟" صوفیہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"بالکل....!"

"تو تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے سامنے نہ آیا کروں۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ حتیٰ کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ تمہاری آواز بھی میرے کانوں میں نہ پڑنے پائے....!"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔" صوفیہ نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت بیگم تنویر.... دوبارہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس بار کوئی بہت بُری خبر لائی ہو۔

ان دونوں نے استفہامیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ ادھر بیگم تنویر جیلانی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے وہ ان کے لئے کوئی اجنبی ہو!

"کیا بات ہے آنٹی؟" صوفیہ نے سکوت توڑا۔

"اوں....!" بیگم تنویر اس طرح چونک پڑیں جیسے اونگھتی رہی ہوں۔ پھر انہوں نے جیلانی سے کہا۔ "سب لوگ جا چکے ہیں لیکن ایک آدمی اب بھی نشست کے کمرے میں موجود ہے۔"

"کون ہے؟"

"محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر کرنل فریدی۔"

"کرنل فریدی۔" صوفیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔ "اوہ آنٹی یقین نہیں آتا کہ کرنل فریدی ہمارے مکان میں.... میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں.... مگر آنٹی اُن کا یہاں کیا کام....!"

"یہی میں جیلانی سے پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میں کیا جانوں۔" جیلانی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے اس سے بھی یہی کہا تھا کہ تم بیمار ہو۔ نیچے نہیں آسکتے۔ اس پر اس نے کہا کہ میں اُن سے بستر مرگ پر بھی چند سوالات کے جواب حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"وہ مجھ سے کیا پوچھے گا۔"

"یہ تو وہی بتا سکے گا۔ یا تم جانتے ہو گے۔" بیگم تنویر کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"میں.... میں کیا جانوں کہ وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ بھلا محکمہ سراغ رسانی کے کسی آفیسر کو مجھ سے کیا سروکار.... خیر چلئے میں دیکھتا ہوں۔"

"تم جاؤ گے....!" بیگم تنویر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں! اب تو جانا ہی پڑے گا۔ پتہ نہیں وہ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ جیلانی.... مجھے پریشان نہ کرو۔ ارے میں اُس سے کہہ چکی ہوں کہ آج کل تم پر ہارٹ اٹیک ہو رہے ہیں اور تم بستر سے نہیں اٹھ سکتے۔"

"اونہہ! میں کہہ دوں گا کہ میں نے پریس رپورٹروں سے جان چھڑانے کیلئے کہلوادیا تھا۔"

"نہیں! تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تمہیں بستر پر لیٹنا پڑے گا اور میں اُسے یہیں لاؤں گی۔"

"میں پولیس والوں کو دھوکے میں رکھنا اچھا نہیں سمجھتا۔"

"لیکن میں سرکاری ملازم ہوں....!" بیگم تنویر بولیں۔ "پولیس سے میری غلط بیانی میرے لئے مضر ثابت ہو گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں مردہ تک بن سکتا ہوں۔ جایئے اُسے یہیں لایئے۔"

"مگر جیلانی بیٹے۔ آخر وہ تم سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔ مجھے خود ہی اس پر حیرت ہے۔"

"دیکھو! اگر تم نے کوئی غیر قانونی حرکت کی ہے تو اس کا اثر مجھ پر بھی پڑ سکتا ہے۔"

"اپنی دانست میں تو میں نے آج تک کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی۔"

"خیر میں اُسے لا رہی ہوں.... خدا میرے حال پر رحم کرے۔"

بیگم تنویر چلی گئیں اور جیلانی بستر پر آلیٹا۔ سینے تک چادر کھینچ لی۔

"مجھ سے بتا دو۔" صوفیہ نے آہستہ سے کہا اور جیلانی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں قاتل ہوں....!" اُس نے کہا۔

"نہیں....؟" صوفیہ دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یقین کرو....!"

"تم جھوٹے ہو۔" اُس نے زبردستی ہنس کر کہا۔

"ابھی تم دیکھ ہی لوگی.... وہ ہتھکڑیاں لگا کر مجھے یہاں سے لے جائے گا۔"

"خدا کے لئے بے تکی باتیں نہ کرو....!" وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"کیوں تمہیں کیا۔"

"بحث نہ کرو.... تم جھوٹے ہو....!"

"اسی لئے میرے پیر مجھے پھانسی کے تختے کی طرف لے جائیں گے۔ اتنے دنوں میں بہت بچا رہا۔" جیلانی مسکرایا۔

"نہیں.... نہیں.... نہیں....!" وہ بے تحاشہ اس پر جھک پڑی اور اس کے شانے پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی روہانسی آواز میں بولی۔ تم جھوٹے ہو.... تم جھوٹے ہو.... تم سب کچھ ہو سکتے ہو لیکن قاتل.... ہرگز نہیں۔"

"خاموش رہو۔ شاید وہ آرہا ہے...." جیلانی نے کہا اور خاموش ہو کر آنکھیں بند کرلیں۔ صوفیہ میز پر جا ٹکی.... اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں خود اسی پر دل کے دورے نہ پڑنے لگیں۔

تھوڑی دیر بعد بیگم تنویر اور ایک ایسا آدمی کمرے میں داخل ہوئے جس کے چہرے پر کم از کم صوفیہ کی نظریں تو نہیں ٹھہر سکتیں تھیں۔ صرف ایک ہی بار دونوں کی نظریں غیر ارادی طور پر ملی تھیں اور صوفیہ کو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا ہو۔ بہت دنوں پہلے ایک بار اُسے ہلکا سا الیکٹرک شاک لگا تھا۔ جسم کی جو کیفیت اس وقت ہوئی تھی موجودہ پچویشن نے اس کی یاد تازہ کردی.... جیلانی نے اٹھنا چاہا۔

"نہیں! آپ لیٹے رہئے۔" کرنل فریدی نے کہا اور صوفیہ کو ایسا لگا جیسے کوئی انہونی بات ہوئی ہو۔ فریدی کا لہجہ اس کے لئے غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسے خونخوار آدمی کا لہجہ اتنی نرمی اور اتنی شائستگی رکھتا ہوگا۔ اس نے کرنل کے بہتیرے دل ہلا دینے والے

کارنامے سن رکھے تھے۔

"اپنی شاہکار تصویر پر مبارک باد قبول فرمایئے۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔

"شکریہ.... جناب....!" جیلانی کی آواز میں اضمحلال تھا۔

"غالباً یہ کوئی موڈل تھا۔" فریدی نے کہا۔

"جی نہیں! وہ سو فیصدی تخیلی تصویر ہے۔" جیلانی بولا۔

صوفیہ نے فریدی کی آنکھوں میں بے اعتباری کی جھلک دیکھی۔

"میں کیسے یقین کرلوں مسٹر جیلانی.... جب کہ....!" فریدی کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"جب کہ....؟" جیلانی استفہامیہ انداز میں مسکرایا۔

"جب کہ میں اس عورت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" فریدی نے اخبار کی طرف اشارہ کیا۔

اس اخبار میں جیلانی کی شاہکار تصویر "چرواہی" کا عکس شائع ہوا تھا۔ دن بھر کی تھکی ہوئی چرواہی زمین پر کہنی ٹیکے نیم دراز تھی۔ قریب ہی چند بھیڑیں چر رہی تھیں اور سورج دور کی دو پہاڑیوں میں جھک رہا تھا۔ پتہ نہیں نیم باز آنکھیں اس منظر سے ہم آہنگ تھیں یا پھر آدھ کھلے ہونٹوں سے جھانکنے والے شفاف دانتوں میں اس منظر سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت موجود تھی۔

کان میں سگریٹ

ٹیکم گڈھ کا موسم ان دنوں بہت اچھا تھا۔ پہاڑی نالے پانی اچھالتے ہوئے بہہ رہے تھے۔ خود رو پھولوں سے چٹانیں ڈھکی ہوئی تھیں اور اُس سے بھی زیادہ اچھی بات یہ تھی کہ اس بار حمید کو فزارو میں قریب قریب سبھی ملازم لڑکیاں نئی نظر آئی تھیں۔ سارا عملہ بدلا ہوا تھا۔ اس لئے اب اس کی بھی پرواہ نہیں رہ گئی تھی کہ وہ وہاں پہچان لیا جائے گا۔ البتہ اُسے قاسم کی ذات سے خدشہ لاحق تھا۔ وہ تو فزارو کے گاہکوں کو بھی یاد ہوگا۔ اگر کسی پرانے گاہک کی نظر پڑ گئی تو خود وہ بھی پہچان لیا جائے گا۔ اسی خیال کے تحت حمید نے قاسم کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فزارو میں ٹھہرنے کی بجائے کسی دوسرے ہوٹل میں ٹھہرے....

قاسم پر چونکہ تفریح کا بھوت سوار تھا اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ حمید کے

مشوروں پر کان دبا کر عمل کرے۔

حمید اور آصف فزارو ہی میں مقیم تھے۔ یہاں آصف کا نام رجسٹر میں سیٹھ ہاشم درج کیا گیا تھا اور حمید اُس کے سیکریٹری کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگر وہ ذرا سا بھی چوکتے تو انہیں کسی دوسرے ہوٹل کا رخ کرنا پڑتا کیونکہ اتفاق سے بس ایک کمرہ خالی رہ گیا تھا! ورنہ موسم بہار میں فزارو کا کوئی کمرہ صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو تین یا چار ماہ پہلے ہی بکنگ کرا لیتے ہیں۔ ضروری نہیں تھا کہ ان کا قیام سیزن بھر کے لئے ہوتا لیکن پھر بھی حمید نے کمرہ پورے سیزن کے لئے بک کرا لیا تھا! اس کے لئے بھی اُسے کلرک کو رشوت دینی پڑی تھی۔

اس وقت وہ دونوں ڈائیننگ ہال میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ آصف سرو کرنے والی لڑکیوں کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً حمید نے اپنی میز پر ویٹ کرنے والی یوریشین لڑکی سے کہا۔ ”سیٹھ صاحب کے لئے.... وہ چاہئے۔“

”کیا جناب....!“

”وہ جس سے دانتوں کے ریشے نکالتے ہیں۔“

”خلال جناب....!“

”وہی.... وہی....!“ حمید اُسے آنکھ مار کر مسکرایا۔

”ہوں.... ہوں....!“ آصف بدبدایا۔ لڑکی جاچکی تھی۔

”اے تم عجیب آدمی ہو۔“ آصف آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”تم نے اسے آنکھ ماری تھی....!“

”ہاں کچھ کچھ یاد تو پڑتا ہے....!“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”یہ فرض شاید میں نے آپ کے لئے انجام دیا تھا۔“

”کیا مطلب....!“

”میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ ہمیں بددماغ سمجھیں۔“

”کیا بات ہوئی۔“

”یہاں اسی طرح اپنائیت اور بے تکلفی کا اظہار کیا جاتا ہے.... یہاں کی ملازم لڑکیوں کا

کیریئر ہی اسی طرح بنتا ہے۔ جس لڑکی کو جتنی زیادہ آنکھیں ماری جاتی ہیں وہ اتنی ہی مقبول سمجھی جاتی ہے اور منیجر اُس کا خاص طور سے خیال رکھتا ہے۔"

"بکواس ہے۔" آصف ہنستا ہوا بولا۔

"ملاقات ہونے پر کرنل سے پوچھ لیجئے گا.... جب ہم پہلے پہل یہاں آئے تھے تو بیچارے کو بڑی دشواریاں پیش آئی تھیں۔ روز صبح اٹھ کر مجھ سے پوچھتے تھے کہ آنکھ مارنے کی شروعات کس لڑکی سے کریں....! رات بھر انہیں فکر رہتی تھی کہ کسی لڑکی کو شکایت کا موقع نہ مل سکے۔"

"بے تکی ہی ہانکتے جاؤ گے۔ تم فریدی کو بھی نہیں چھوڑتے۔"

اتنے میں لڑکی خلال لے آئی۔ حمید پھر اُسے آنکھ مار کر بولا۔ "آج موسم بڑا خوشگوار ہے۔"

"مگر مجھے افسوس ہے جناب۔" وہ مسکرائی۔ "آپ تنہا ہیں۔"

"تنہا کیوں....!" حمید نے حیرت سے کہا۔ "سیٹھ صاحب بھی تو ہیں۔"

"اچھا....!" وہ کھنکھناتی ہوئی ہنسی کے ساتھ رخصت ہو گئی۔

"تم بہت بے باک ہو۔" آصف مسکرا کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم لڑکیوں کے ہاتھ سے پٹے بھی ہو گے۔"

"کئی بار....!" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"شرم نہیں آتی....!"

"اگر کسی مونچھ والے کے ہاتھوں پٹا ہوتا تو ضرور آتی۔"

آصف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً مائیکروفون سے آواز آئی۔

"خواتین و حضرات! آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ سیتل گھاٹی کی طرف نہ جایئے۔ حالانکہ وہ ایک پُر فضا جگہ ہے.... اکثر سیاح وہاں کے غاروں میں کئی کئی دن گزارتے ہیں.... لیکن آج کل گھاٹی مخدوش ہو گئی ہے.... پہلا موقع ہے جب موسم بہار میں وہاں تین لاشیں ملی ہیں۔ یہ غیر ملکی سیاحوں کی لاشیں ہیں جنہیں شائد لوٹا گیا تھا۔ آپ کو بار بار آگاہ کیا جا رہا ہے کہ سیتل گھاٹی میں قدم نہ رکھئے۔"

حمید اور آصف متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مائیکروفون خاموش ہو گیا۔

"سیتل گھاٹی کہاں ہے.....!" آصف نے پوچھا۔

"یہ وہی گھاٹی ہے جہاں کبھی برف کے بھوت دیکھے گئے تھے۔" حمید نے جواب دیا۔ "اور شائد وادیٔ کاجیک کا راستہ بھی اُدھر ہی سے گزرتا ہے۔"

"وہاں تین لاشیں۔"

"پرواہ نہ کیجئے۔ ہمارا اور لاشوں کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے تین ہوں یا تین ہزار کیا فرق پڑتا ہے۔"

"پھر وادیٔ کاجیک کی طرف ہماری روانگی کب ہو گی۔"

"تین دن تو تھکن اتارنے ہی میں گزر جائیں گے۔ کیا خیال ہے۔" حمید نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔ "اوہ دیکھئے.... وہ لڑکی بہت غور سے آپ کی طرف دیکھ رہی ہے.... ماریئے آنکھ.... ماریئے۔"

"لاحول ولا قوۃ.... کیا بے تکی باتیں کرتے ہو۔" آصف نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا ویسے تو وہ کنکھیوں سے اس لڑکی کی طرف دیکھے ہی جارہا تھا۔ جس کے متعلق حمید نے اُسے نیک مشورہ دیا تھا۔ یہ بھی فزارو کی ایک ویٹریس ہی تھی.... یہ خوش شکل بھی تھی اور شوخ بھی معلوم ہوتی تھی۔ دفعتاً حمید نے اُسے بھی آنکھ ماری۔ پہلے تو اُس نے بُرا سا منہ بنایا پھر تیر کی طرح اُن کی طرف آئی۔

"فرمائیے.....!" اُس نے قریب پہنچ کر تیز لہجے میں کہا۔

"سیٹھ صاحب سے پوچھو۔" حمید نے آصف کی طرف اشارہ کر کے اردو میں کہا کیونکہ یہ لڑکی دیسی ہی تھی۔

"فرمائیے جناب.....!"

"مم.... مم.... میں.....!" آصف ہکلایا.... پھر وہ حمید پر اکھڑ گیا۔ "تم گدھے ہو بالکل.... کیا لغویت پھیلائی ہے۔"

حمید اسکی پرواہ کئے بغیر بولا۔ "میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ستیل گھاٹی یہاں سے کتنی دور ہے۔!"

"ڈائریکٹری میں دیکھ لیجئے۔ فزارو اپنی الگ ڈائریکٹری رکھتا ہے۔" اُس نے کہا اور بڑی شان سے دوسری طرف مڑ گئی۔

"کر دیا نا آخر ذلیل.....!" آصف غصے سے کانپتا ہوا بولا۔ "میں تو پہلے ہی سمجھا تھا کہ تم

دونوں نے میرے خلاف کوئی سازش کی ہے۔"

"ارے....!" حمید نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "میں نے آپ کے لئے آنکھ ماری تھی۔"

آصف جھلاہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا.... وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ پھر بھلا حمید کیسے بیٹھا رہتا۔ وہ بھی اُس کے پیچھے لپکا اور کمرے تک پہنچنے سے پہلے ہی اُسے جالیا۔

"میں تم سے تحریری طور پر جواب طلب کروں گا۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ وہ دونوں وہیں رک گئے تھے۔ کمرہ بھی نزدیک ہی تھا لیکن غصے کی زیادتی نے آصف کو اس طرح کھوپڑی سے باہر کردیا تھا کہ اس نے وہیں برسنا شروع کردیا۔

"دیکھئے سنئے تو سہی! میں آپ کو ہر معاملے میں اسسٹ کرنے کا تہیہ کرچکا ہوں۔ جو کام آپ سے نہیں بنے گا آپ کے لئے میں کروں گا.... بات دراصل یہ ہے کہ.... میں۔"

"لونڈے پن کی باتیں نہ کرو۔"

"اچھا خیر اب اس بار معاف کردیجئے۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "مجھے اب اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی کہ آپ کو آنکھ مارنا آتا ہے یا نہیں.... چلئے کمرے میں ورنہ آپ یہاں مجمع اکٹھا کرلیں گے۔"

آصف دانت پیستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کمرے میں پہنچ کر حمید نے دروازہ کھلا ہی رہنے دیا تھا۔

"اس بیہودگی کا جواب نہیں ہوسکتا۔" آصف میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "تم نے میرے لئے آنکھ ماری تھی۔"

"یقیناً جناب۔ میں یہ سمجھا تھا کہ آپ کو آنکھ مارنا نہیں آتا۔"

"مجھے آنکھ مارنا نہیں آتا۔"

"انہونی بات نہیں ہے۔ شاید آپ کو وہ دیوزاد یاد ہو جو روانگی کے وقت اسٹیشن پر ملا تھا۔ یاد ہے نا۔ اُسے بھی آنکھ مارنا نہیں آتا.... کوشش کرتا ہے تو دونوں آنکھیں بند ہوجاتی ہیں۔"

"تم مجھے احمق کیوں سمجھتے ہو۔" آصف دہاڑا۔

"ہر اسسٹنٹ کا فرض ہے کہ وہ اپنے آفیسر کو احمق سمجھے۔ اگر ایسا نہ ہو تو آفیسر ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکیں احمق ہی سمجھ کر اسسٹنٹ اپنے آفیسر کے کاموں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اگر

نہ رکھیں تو آفیسر دو ہی دن میں نالائق قرار دے کر نکال دیئے جائیں۔"

"تم براہِ راست میری توہین کر رہے ہو۔"

"میں ایک عام بات کہہ رہا ہوں۔ جو مجھے نہ کہنی چاہیئے۔ میں معافی چاہتا ہوں جناب۔"

آصف جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہی لڑکی دندناتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی جسے کچھ دیر پہلے حمید نے بقول خود "آصف کے لئے آنکھ ماری تھی۔"

"آپ لوگوں نے سمجھا کیا ہے آخر....!" وہ انہیں گھورتی ہوئی تیز لہجے میں بولی۔ "وہاں میں کچھ نہیں بولی تھی۔"

"میں سمجھتا تھا کہ تم بولنے کے لئے کوئی مناسب مقام منتخب کرو گی....!" حمید مسکرایا۔

"میں مذاقاً بھی اسے برداشت نہیں کر سکتی۔"

"یہ لڑکا نادان ہے.... آپ اسے معاف کر دیجئے۔" آصف گڑگڑایا۔

"میں صرف اپنی خدمات بیچتی ہوں۔ عزت کا سودا نہیں کرتی۔ سمجھے۔" لڑکی آپے سے باہر ہوتی جارہی تھی۔

"سمجھ گیا....!" حمید نے سر ہلا کر کہا۔ "اور کچھ۔"

"میں اس کا بدلہ ضرور لوں گی خواہ موجودہ ملازمت رہے یا جائے....!"

"تم پچھلے سال تو یہاں نہیں تھیں۔"

"یہاں ہر سیزن کی شروعات پر ہی پرانا اسٹاف بدل دیا جاتا ہے۔ یہاں کچھ بھی ہوتا ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن میں ان آوارہ لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو ایسی ذلیل حرکتیں کرنے والوں کی ہمت افزائی کرتی ہیں۔ میں آپ سے سمجھ لوں گی۔" لڑکی نے ایک بار پھر انہیں کڑی نظروں سے دیکھا اور باہر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد آصف دروازے کے قریب آکر باہر جھانکنے لگا۔ پھر بڑی احتیاط سے دروازہ بند کر کے حمید کی طرف پلٹ آیا۔

"سن لیا تم نے.... اب دیکھو کیسی بے عزتی ہوتی ہے۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"دس پانچ جوتوں میں عزت نہیں جاتی۔ ہزار بارہ سو مارنے کون آتا ہے۔" حمید نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"تم جیسے بے حیاؤں سے خدا سمجھے۔"

حمید کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر وہ بول پڑا۔ "واقعی مجھ سے زبردست غلطی ہوئی ہے۔ ٹھہریئے میں جاکر اُسے مناتا ہوں۔ ورنہ اگر کہیں اس کا کوئی عاشق واشق چڑھ دوڑا تو ہم اس غریب الوطنی میں یتیموں کی طرح بلبلاتے پھریں گے۔"

آصف کچھ نہ بولا۔ حمید کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال کی طرف ہو لیا تھا۔

ہال میں اب زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ بہتیری میزیں خالی نظر آرہی تھیں۔ وہ لڑکی بھی اُسے جلد ہی نظر آگئی۔ حمید اس کی طرف بڑھا۔

"کیا تم مجھے تھوڑا سا وقت دوگی۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں.... آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔" وہ چڑھ کر بولی۔

"میرے دل میں پہلے بھی بدی نہیں تھی اور اب بھی میں اُس سے پاک ہی ہوں۔"

"پھر کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"وجہ ہے.... لیکن اُس میں بھی تمہارا ہی فائدہ مد نظر ہے۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لئے باہر نہیں چل سکتیں۔"

"ضرور چلوں گی۔ تاکہ آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ میں کوئی ڈرپوک لڑکی نہیں ہوں۔ بیس منٹ انتظار کیجئے۔"

حمید اُس کے فرصت پانے کا منتظر رہا۔ پھر اکیسواں منٹ ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ اس کے پاس پہنچ کر بولی۔ "چلئے کہاں چلتے ہیں۔"

"صرف باغ تک.... اوہو آج تو یہاں زندگی رقص کر رہی ہے۔" حمید نے کھڑکی سے باہر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہیں سے شاعری شروع کر دی۔"

"تم غلط سمجھی ہو۔ میں عشق کرنے کے لئے نہیں لے جا رہا تمہیں....!"

"چلئے بھی.... میں بہت عدیم الفرصت رہتی ہوں۔"

وہ دونوں باہر نکل آئے۔

"کہئے کیا کہنا چاہتے ہیں آپ....!"

"تمہارے لئے ایک بزنس ہے۔!"

"بزنس.... نہایت آسان۔ ویسے تم مجھے شریف لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ اس لئے میرا اندازہ ہے کہ تم صرف بزنس ہی کر سکو گی۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"میرا سیٹھ بڑا کنجوس ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کوئی اس سے فضول خرچی نہیں کرا سکتا۔"

"ہوں تو پھر....!"

"وہ کہتا ہے کہ مجھ پر عورت کا جادو نہیں چل سکتا۔"

"پھر میں کیا کروں۔"

"اُسے دکھا دو....!"

"نہیں! مجھے ان چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں محنت سے اپنی روزی کمانا چاہتی ہوں۔ غلط طریقوں سے حاصل کی ہوئی دولت مجھے کانٹوں کی سیج معلوم ہو گی۔"

"تمہارا نام کیا ہے....!"

"زیبا....!"

"میں ساجد ہوں.... تو تم یہ کام نہیں کر سکو گی۔"

"کیوں کروں....؟"

"تجربے کے طور پر اپنی پاکبازی کے امتحان کے لئے مجبوریوں کے عالم میں بھی اپنے ہی طور پر زندگی بسر کرنا بڑا مشکل کام ہے.... اگر اس کی بھی مشق ہوتی رہے تو کیا حرج ہے۔ ویسے میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔"

"بس سیٹھ سے گھل مل جاؤ....!"

"دیکھئے یہاں اور بھی لڑکیاں ہیں جن کا پیشہ بھی یہی ہے۔ وہ فرصت کے اوقات میں نجی طور پر مسافروں کے ساتھ رہتی ہیں۔ ہوٹل کے ذمہ داروں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔"

"اُن سے مقصد نہیں حل ہو سکتا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "سیٹھ اُن پر روپیہ خرچ کرے گا اور اُسے اس کا بدل بھی ملتا رہے گا.... میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ روپیہ بھی خرچ کرے اور غم بھی کرے۔ اس کے لئے کوئی شریف اور چالاک ہی لڑکی یہ کام کر سکے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر کچھ کہے بغیر جانے کے لئے مڑ گئی۔ ”ٹھہرو! سنو۔“ حمید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

وہ پھر رک گئی۔

”یہ ستیل گھاٹی میں لاشیں کب ملی ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔

”تین دن پہلے کی بات ہے.....!“

”کس کی تھیں.....!“

”یہ نہیں معلوم ہو سکا کیونکہ اُن کے چہرے بگاڑ دیئے گئے تھے۔“

”لباس.....!“

”ان کے جسموں پر ایک تار بھی نہیں تھا۔“

”اس کا کیا مطلب تھا کہ موسم بہار میں وہاں پہلی بار لاشیں ملی ہیں۔“

”سردیوں میں تو اکثر شکاریوں کی لاشیں ملتی رہتی ہیں۔ یہ سمور کے شکار کے لئے یہاں آتے ہیں اور اکثر آپس میں لڑ جاتے ہیں۔ زخمی ہوتے ہیں مرتے ہیں.... اور ان کی لاشیں برف میں دبی رہ جاتی ہیں۔“

پھر جب برف پگھلتی ہے تب کہیں جا کر پتہ چلتا ہے کہ کچھ ہوا تھا۔ لیکن اس بار اس موسم میں وہاں تین لاشوں کا پایا جانا بالکل ہی نئی بات ہے۔

”ستیل گھاٹی میں ہے کیا! وہاں لوگ کیوں جاتے ہیں۔“

”موسم بہار میں بڑی پُر فضا جگہ ہوتی ہے۔ وہاں قدیم زمانوں کے غار ہیں جنہیں آدمیوں نے بنایا تھا۔“

”تو تم اس بزنس کے لئے تیار ہو یا نہیں۔“

”سوچوں گی۔“ لڑکی نے کہا اور مڑ گئی۔ حمید اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ لڑکی خوبصورت بھی تھی اور اسمارٹ بھی، تعلیم یافتہ بھی معلوم ہوتی تھی۔ کچھ بھی نہ رہی ہو لیکن اتنی صلاحیت تو ضرور رکھتی ہو گی کہ حمید کی اسکیم کے مطابق آصف کو ہینڈل کر سکے۔

حمید چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر ڈائیننگ ہال کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی ہال میں موجود نہیں تھی۔ لیکن دفعتاً آصف آ ٹکرایا.... اس کے چہرے سے بدحواسی ظاہر ہو رہی تھی۔

"چلو.... چلو.... کمرے میں چلو....!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب کھینچتا ہوا بولا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کس طرح بریک لگائے کیونکہ اُس نے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر باقاعدہ طور پر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

"ارے.... ارے.... سنئے تو سہی۔" حمید بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اسے احساس تھا کہ آس پاس والے انہیں حیرت سے دیکھ رہے ہوں گے۔

آصف نے کمرے ہی میں پہنچ کر دم لیا۔ ویسے دم تو اکھڑا ہوا تھا۔ سانسوں کی تیزی نے شائد حلق بند کر دیا تھا۔ بڑی دیر میں آواز نکل سکی۔

"یہ.... کک.... کمرہ....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "آسیب زدہ ہے۔"

"کیوں....!"

"ابھی کچھ دیر پہلے میں کان سے سگریٹ پینے کی کوشش کر رہا تھا۔" آصف نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور حمید بے ساختہ ہنس پڑا۔ لیکن آصف کا چہرہ اتنا زرد تھا جیسے وہ یرقان کے کسی بہت پرانے مریض کا چہرہ ہو۔

تصویر کی قیمت

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھالیا۔

"یس....!"

"یہاں حالات دوسرے ہیں جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تفصیل....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تصویر کے بہت سے گاہک پیدا ہو گئے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اس لئے اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ تصویر کو نیلام کیا جائے....!"

"ہوں....! اندازاً کتنے گاہک ہوں گے۔"

"دس گیارہ سے تو کسی طرح کم نہ ہوں گے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا اس وقت جیلانی گیلری میں موجود ہے۔"

"جی نہیں! حالانکہ زیادہ تر لوگ اُسے ہی دیکھنے آئے ہیں۔"

"خیر.... ہاں تو.... اگر نیلام شروع ہو چکا ہو تو تم بھی وہیں پہنچ جاؤ اور نہایت اطمینان سے بولیاں بڑھانا شروع کر دو۔"

"بولیاں بڑھانا شروع کر دوں۔" دوسرے نے تحیر زدہ سی آواز میں پوچھا۔

"ہاں.... بس تم اتنا بڑھ جاؤ کہ یا تو بولی ہی ختم ہو جائے یا نئے سرے سے شروع کی جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اس شخص پر نظر رکھو جو تمہارے مقابلے پر جم جائے.... پھر جب کچھ دیر دیکھ لو کہ اب اُس آدمی کے علاوہ اور کوئی بولی نہیں بڑھا رہا تو ایک بار خاموش ہی ہو جاؤ۔"

"یعنی اس کی بولی ختم ہو جانے دوں۔"

"قطعی طور پر اور پھر مجھے اُس آدمی کا نام اور پتہ بتاؤ جس نے آخری بولی پر تصویر خریدی ہو!"

"بہت بہتر جناب۔"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ پھر سامنے پھیلے ہوئے کاغذات میں کھو گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!"

"بولی ختم ہو گئی۔ آخری بولی اکیس ہزار تھی۔ آپ کے فرمانے کے مطابق صرف ایک ہی آدمی اڑ گیا تھا۔"

"کون تھا۔"

"کوئی کرنل وارڈ ہے....!"

"یورپین....؟" فریدی نے پوچھا۔

"یوریشین جناب۔" جواب ملا۔

"پتہ....!"

"اکیاسی.... گرین اسٹریٹ۔"

"عمارت کرائے کی ہے.... یا ذاتی۔"

"تفصیلات کا علم ہوتے ہی میں آپ کو آگاہ کروں گا۔"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کیئے اور ماؤتھ پیس میں کہا۔"اِٹ از ہارڈ اسٹون۔"

"دیکھو! معلوم کرو کہ آج لڑکی کالج گئی ہے یا نہیں۔ فوراً اطلاع دو۔ بیس منٹ کے اندر اندر۔"اس نے پھر ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور سگار سلگانے لگا۔

وہ کسی خیال میں غرق تھا.... ایسے اوقات میں وقت کا اندازہ کرنا اس کے بس سے باہر ہو جاتا تھا۔استغراق کا خاتمہ قدموں کی آہٹ پر ہوا.... آنے والی لیڈی انسپکٹر ریکھا تھی۔

"کیا میں مخل ہوئی ہوں۔"اُس نے فریدی کو چونکتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں تو.... آؤ....!"فریدی نے خوش اخلاقی ظاہر کی۔ ویسے اُس کی آمد اس وقت اُسے گراں ضرور گزری تھی۔

"یہ جیلانی کی تصویر کا کیا قصہ ہے۔"ریکھا سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"کیوں....؟ تمہیں کیسے علم ہوا۔"

"بس ہو گیا۔"ریکھا مسکرائی۔"مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ اُس تصویر میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں اور جیلانی کے گھر پر بھی گئے تھے۔"

"وہ فن کا ایک بہترین نمونہ ہے۔"فریدی مسکرایا۔

"اور جیلانی کے لئے ایک آسیب۔"ریکھا بھی مسکرائی۔"لیکن وہ بیچارا اُس وقت سے بہت زیادہ پریشان ہے جب سے آپ نے اُسے اپنی ایک شناسا کی تصویر ظاہر کیا ہے۔"

"تمہیں یہ سب کچھ معلوم کیسے ہوا۔"فریدی جھنجلا گیا۔"کیا تم نے ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"نہیں میں نے کوشش نہیں کی تھی بس کسی طرح معلوم ہو گیا۔"

فریدی نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ لیکن ریکھا تھوڑی دیر بعد بولی۔"اور ابھی کچھ دیر پہلے آپ کے آدمی تصویر کے نیلام میں بولیاں بڑھا رہے تھے۔"

"اپنے کام سے کام رکھا کرو۔"فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور ایک رجسٹر کے اوراق الٹنے لگا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ اب وہ اس مسئلے پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

"کیا آپ خفا ہو گئے۔" ریکھا نے کہا۔

"ضروری نہیں کہ تمہارے سارے سوالات کے جواب دیئے جائیں۔"

"بس دیکھئے مجھے یہ ساری باتیں اتفاقیہ طور پر معلوم ہو گئی ہیں۔ میں نے کوشش نہیں کی تھی۔"

"اب ایسے اتفاقات بھی نہ ہونے چاہئیں۔ ورنہ نتیجے کی تم خود ذمہ دار ہو گی۔"

"اوہ.... آپ سچ مچ خفا ہو گئے ہیں۔"

فریدی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحہ میں اردلی اندر آیا۔

کرنل نے اس کی طرف ایک فائیل بڑھاتے ہوئے کہا۔"اس میں کچھ ایسے کاغذات بھی ہیں جن کے اوپر صرف "پی" لکھا ہوا ہے.... انہیں چھانٹ کر الگ کر ڈالو.... یہیں بیٹھ جاؤ۔"

فریدی نے رمیش کی خالی ڈسک کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔" ریکھا نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ گئی۔ نہ فریدی نے رسماً ہی اُسے روکنے کے لئے کچھ کہا اور نہ اپنے چہرے سے یہی کچھ ظاہر ہونے دیا کہ اس نے ریکھا کی گفتگو سے کوئی اثر لیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار کسی لڑکی کے متعلق خبر آئی تھی کہ وہ کالج میں موجود ہے۔ فریدی نے سلسلہ منقطع کر کے گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر اس اردلی کی طرف دیکھنے لگا جو فائل سے کاغذات نکال رہا تھا۔

"کتنی دیر لگے گی۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"جی ہو گئے....!" اردلی نے کاغذات سمیٹ کر اس کی میز پر رکھ دیئے اور فریدی کی اجازت سے باہر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد فریدی لان پر تھا۔ شیڈ سے اس نے لنکن نکالی اور کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر تقریباً دس منٹ گزر جانے پر اُس نے دوبارہ انجن اسٹارٹ کیا.... گھڑی پونے چار بجا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے کار پھر روکی اور سامنے والی عمارت کے بورڈ پر نظر جما دی جس پر "گورنمنٹ گرلز کالج" تحریر تھا۔

وہ اس انداز میں دوسری جانب والی دوکان کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسے وہاں جانے والے کسی آدمی کا منتظر ہو۔

کالج میں ابھی ابھی چھٹی کا گھنٹہ بجا تھا اور طالبات غول در غول پھاٹک سے برآمد ہو رہی تھیں۔ فریدی نے عقب نما آئینے کی پوزیشن تبدیل کر دی تھی اور پیچھے کی جانب مڑے بغیر ہی انہیں بخوبی دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اسے بیگم تنویر کی بھتیجی صوفیہ نظر آئی اور وہ مشین اسٹارٹ کر کے گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا۔

کچھ فاصلے پر ایک گلی میں لنکن مڑ گئی۔ گلی مختصر سی تھی۔ اس کے آخری سرے پر چیتھم روڈ کا بورڈ نصب تھا.... اُس نے دائیں جناب گاڑی موڑلی۔ رفتار بہت معمولی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ رفتار سست کر کے دو رویہ دکانوں کے سائین بورڈ پڑھ رہا ہو اُسے کسی مخصوص دوکان کی تلاش ہو۔

فریدی کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ صوفیہ اُسے چیتھم روڈ کے ایک بس اسٹاپ ہی پر ملی۔ وہ تنہا تھی اور اپنی روٹ کی بس کا انتظار کر رہی تھی۔

فریدی نے کار اُس کے قریب ہی روک دی اور کھڑکی سے سر نکال کر بولا۔ ''اوہ.... میں تو آپ کے گھر ہی جا رہا تھا۔''

صوفیہ بوکھلا گئی۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے پھڑکنے لگے اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس میں کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اس کے چہرے میں کوئی ایسی مضحکہ خیز تبدیلی ہوئی ہے کہ آس پاس کے لوگ بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔

''آیئے.... کیا حرج ہے۔'' فریدی نے پھر کہا اور صوفیہ قطعی غیر ارادی طور پر آگے بڑھ آئی.... فریدی نے اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

وہ چپ چاپ آکر بیٹھ گئی۔ اُسے شکریہ ادا کرنے تک کا ہوش نہیں تھا۔ لنکن پھر چل پڑی لیکن اب بھی اس کی رفتار معمولی ہی تھی۔

''آپ نے سنا۔ مسٹر جیلانی کی تصویر اکیس ہزار میں فروخت ہوئی ہے۔''

''نن.... نہیں.... میں نے نہیں سنا۔''

''اتنے خریدار ہو گئے تھے کہ تصویر کی نیلامی کروانی پڑی۔''

''اوہ....!''

''واقعی جیلانی بہت اچھے فنکار ہیں۔'' فریدی نے کہا۔

صوفیہ اپنے ذہن و جسم پر کسی حد تک قابو پاچکی تھی۔

"جیلانی.... فراڈ ہے۔" ایک بار پھر اُس کی زبان سے غیر ارادی حرکت سرزد ہو گئی۔

"فراڈ....!" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اوہ.... دیکھئے....!" صوفیہ سنبھل کر ہکلائی۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے.... اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔"

"آپ غالباً اُسے جھوٹا کہنا چاہتی ہیں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... یہی بات ہے۔" صوفیہ جلدی سے بولی اور پھر اُس نے ایک طویل سانس لی جیسے اپنے بیان پر مطمئن ہو گئی ہو۔

"آپ اس کی آسیب والی کہانی پر یقین نہیں رکھتیں....!"

"کل سے پہلے مجھے یقین تھا۔" صوفیہ کا لہجہ مغموم تھا۔ "میں نے اُس کے بیان کی تصدیق کے لئے چھان بین کی تھی۔ ان عورتوں سے ملی تھی جن کا پتہ اس نے بتایا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اوہ.... وہ کہتا ہے کہ آج سے تین سال پہلے اس نے کچھ عورتوں کی تصاویر بنانے کی کوشش کی تھی لیکن ان کی بجائے اسی نامعلوم عورت کی تصویر بن گئی تھی.... میں نے اُن عورتوں سے پوچھ گچھ کی تب انہیں یاد آیا کہ نمائش والی تصویر "چرواہی" کا چہرہ انہیں جانا پہچانا سا کیوں معلوم ہوا تھا.... انہوں نے اعتراف کیا کہ جیلانی نے ان کی تصویر کی بجائے وہی چہرہ بنا کر رکھ دیا تھا اور انہیں اُس پر بہت غصہ آیا تھا...."

"تب پھر آپ انہیں جھوٹا کیوں کہیں گی۔"

"کیا آپ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی آسیب ہے۔"

"غالباً آپ کی موجودگی ہی میں، میں نے یہ کہا تھا کہ وہ میری ایک شناسا کی بھی تصویر ہو سکتی ہے۔"

"جی ہاں.... مجھے یاد ہے اور اب مجھے اس پر یقین آ گیا ہے۔"

"پہلے نہیں آیا تھا۔"

"جی نہیں۔ پہلے تو مجھے جیلانی ہی کے بیان پر یقین تھا۔"

"مگر اب آپ نے اپنی رائے کیوں بدل دی ہے۔"

"آپ کی وہ شناسا اسی شہر میں ہیں۔" صوفیہ نے پوچھا۔ آہستہ آہستہ وہ بھولتی جا رہی تھی کہ کرنل سے یہ اس کی صرف دوسری ملاقات ہے۔

"میں نے شاید یہ بھی عرض کیا تھا کہ وہ مجھے پچھلے پانچ سال سے نہیں دکھائی دی۔"

"اوہ.... تب تو شاید آپ کو اس اطلاع پر بے حد خوشی ہو۔"

"کس اطلاع پر بے حد خوشی ہو گی۔"

"کیا آپ اپنی اس شناسا کے لاپتہ ہو جانے پر پریشان تھے؟"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو۔" فریدی نے ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں کہا۔

"تو پھر خوش ہو جائیے۔ وہ محترمہ اسی شہر میں موجود ہیں۔"

فریدی کی نظر سامنے سڑک پر تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "شاید آپ میری بے چینی سے محظوظ ہونا چاہتی ہیں۔"

"اوہ نہیں! یقین کیجئے کہ میں نے انہیں کل ہی دیکھا ہے۔ وہ ہمارے گھر آئی تھیں۔ مگر اس وقت نہ تو جیلانی صاحب ہی موجود تھے اور نہ آنٹی۔"

"میں کیسے یقین کر لوں۔" فریدی نے اپنے چہرے پر ذہنی الجھنوں کے آثار پیدا کر کے کہا۔

"کیوں....؟ یقین کر لینے میں کیا دشواری ہے۔"

"بہت بڑی! اگر وہ اس شہر میں ہوتی تو سب سے پہلے مجھ سے ملتی۔"

"اب میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ویسے وہ جیلانی پر بے حد خفا ہو رہی تھیں۔ بلکہ ان کی گفتگو کے انداز سے تو یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ جیلانی کو ذاتی طور پر نہ جانتی ہوں۔"

"کیا گفتگو ہوئی تھی۔" فریدی نے ہنس کر پوچھا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ہاں وہ ذرا تیکھے مزاج کی ہے۔"

"ذرا نہیں بہت زیادہ کہیئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر جیلانی صاحب اُن کے قریب موجود ہوتے تو کم از کم انہیں اتنا تو معلوم ہی ہو جاتا کہ کسیرو چھیلنا زیادہ آسان ہے یا آدمی کی کھال اتارنا۔"

"خوب.... تو وہ اتنی ہی برافروختہ تھی۔"

"جی ہاں....!"

”مگر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جیلانی اس کے لئے اجنبی ہو گا۔“

”اس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ نہیں جانتی یہ جیلانی ویلانی کون ہے اور اس نے ایسی حرکت کی ہے۔ میرے ذہن میں تو خلش موجود تھی۔ میں نے اُسے جیلانی کا فوٹو گراف دکھایا لیکن اُس نے اُسے بھی پہچاننے سے انکار کر دیا۔“

”اس نے جیلانی کا انتظار نہیں کیا تھا۔“

”جی نہیں! وہ بہت جلدی میں تھیں اور وہ تو صرف اس آدمی کی شکل دیکھنا چاہتی تھیں جس نے انہیں اس طرح رسوا کیا تھا۔“

”آج سے پانچ سال پہلے وہ کتنی اچھی تھی۔“ فریدی ٹھنڈی سانس لے کر بڑبڑایا۔ ”اُس کے جسم پر مغربی طرز کا لباس کتنا کھلتا تھا۔“

”آہ کیا وہ اب بھی نارنجی رنگ کے سکرٹ پر سفید بلاؤز پہنتی ہے۔“

”بلاؤز.... اسکرٹ....!“ صوفیہ نے حیرت سے دہرایا۔

”ہاں.... جی ہاں۔“

”مگر کل تو وہ برقعے میں تھیں اور مجھے اُن کے لباس میں بھی کوئی جدت نہیں دکھائی دی تھی۔ البتہ اُن کی نیلی آنکھیں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔“

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر فریدی نے کہا۔ ”جیلانی صاحب پر اس اطلاع کا کیا ردعمل ہوا تھا۔“

”ردعمل کیا ہونا تھا۔ پہلے تو اُسے میرے بیان پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔ پھر جب میں تھوڑی دیر بعد گرم ہو گئی تو اُسے یقین پھر بھی نہیں آیا۔ وہ خواہ مخواہ مجھ سے لڑتا اور میرے بیان کی تردید کرتا رہا تھا۔ پھر بیہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ جب وہ بحث میں شکست کھانے لگتا ہے اُس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

”لیکن وہ کہتا یہی ہے کہ جب بھی اس کو آسیب کے متعلق کوئی الجھن آپڑتی ہے تو اس پر غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔“

”یہ جیلانی صاحب پہلے کہاں رہتے تھے۔ ان کے خاندان کے دوسرے افراد کہاں مل سکیں گے۔“ فریدی نے کچھ دیر خاموش رہ کر پوچھا۔

"اس نے یہ سب کچھ ہمیں آج تک نہیں بتایا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"ایک بات پوچھوں۔ آپ خفا تو نہیں ہوں گے۔"

"ضرور پوچھئے....!" فریدی مسکرایا۔

"کیا آپ صرف اسی تصویر کی وجہ سے اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"جی ہاں.... قطعی طور پر۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میری استدعا کو کوئی وقعت نہیں دی تھی۔"

"جی....!" صوفیہ چونک پڑی۔ "میں نہیں سمجھی۔"

"میں نے آپ لوگوں سے درخواست کی تھی کہ میری اس دلچسپی کا تذکرہ کسی سے نہ کریں.... لیکن آپ نے....!"

"میں نے تو کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا.... مگر نہیں ٹھہریئے.... آپ ہی کے محکمے کی ایک عورت.... غالباً وہ انسپکٹریس تھیں.... انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔ ہم میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی تھی اور میں نے انہیں بتایا تھا کہ جیلانی اس تصویر کو آسیب کہتا ہے اس پر انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں کرنل وارڈ سے مشورہ کرلوں۔ وہ ایک ماہر روحانیت ہے۔ اکثر روحوں سے گفتگو کرادیتا ہے۔"

"تو پھر آپ کرنل وارڈ سے ملی تھیں۔"

"ارے نہیں.... مجھے کیا پڑی ہے۔"

"کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں کہ کل کوئی عورت جیلانی کو پوچھتی ہوئی آئی تھی۔"

"کوئی عورت نہیں بلکہ وہی عورت جس کی تصویر جیلانی نے بنائی ہے۔ یقین کیجئے۔ بھلا میں جھوٹ کیوں بولوں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کا مکان چوراہے سے تھوڑی ہی دور ہے۔"

"جی ہاں۔"

فریدی نے کار سڑک کے کنارے لگا کر کھڑی کردی اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ اس لئے مجھے فوراً ہی واپس جانا ہے۔ براہِ کرم جیلانی صاحب کو

میری طرف سے مبارک باد دے دیجئے گا۔"

صوفیہ نے کار سے اتر کر فریدی کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گئی۔

قریب ہی ایک ٹیلی فون بوتھ تھا.... فریدی بھی کار سے اتر کر اُس مین داخل ہوا اور لیڈی انسپکٹر ریکھا کے نمبر ڈائیل کر کے بے حد خشک لہجے میں بولا۔" مجھے تم سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ تم بعض اوقات اپنی حدود سے تجاوز کرنے لگتی ہو.... جیلانی اور اس کی تصویر کو اپنے ذہن سے نکال پھینکو ورنہ بڑے خسارے میں رہو گی۔ یہ میری آخری وارننگ ہے....!"

ٹرنک کال

حمید کو پہلے تو ہنسی آئی مگر پھر آصف کے چہرے پر قبرستانی آثار دیکھ کر اُسے سوچنا پڑا کہ یا تو اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا پھر وہ اُسے اُلو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"کان سے سگریٹ پینے کا آئیڈیا ہے بہت حسین سیٹھ صاحب۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں جانتا تھا کہ تم میرا مذاق اڑاؤ گے....!" آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں کب کہتا ہوں کہ آپ نہیں جانتے تھے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ چند لمحے آصف کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔" لیکن کان سے سگریٹ پینے کی کوشش آسیبی خلل کا نتیجہ کیوں ہونے لگی.... اس کے لئے اپنا دماغ ہی کیا کم ہے۔"

"ہائیں.... تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم مجھے صحیح الدماغ نہیں سمجھتے۔"

"شادی شدہ لوگ دماغ سمیت کبھی سفر نہیں کرتے۔"

"تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔" آصف اکھڑ گیا۔

"سیٹھ صاحب! سگریٹ والا معاملہ صاف ہو جانا چاہئے ورنہ یہ ٹیکم گڈھ ہے۔" حمید آرام کرسی کی پشت سے ٹکتا ہوا بولا۔

"تم احمق ہو۔" دفعتاً کسی عورت نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا اور حمید کسی وحشی گھوڑے کی طرح بھڑک گیا۔ کیونکہ کمرے میں آصف کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

"آپ نے ابھی کچھ سنا۔" اُس نے آصف سے سوال کیا۔

"کیا سنا....!"

"کسی کی آواز.... مطلب یہ کہ کسی عورت کی آواز جس نے ابھی میری قابلیت کی تعریف کی تھی۔"

"نہیں میں نے تو کسی کی آواز نہیں سنی۔"

حمید بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنا سر سہلانے لگا۔

"کیوں کیا تم نے کسی عورت کی آواز سنی ہے۔" آصف نے پوچھا۔

"شاید میں نے سنی ہے....!"

آصف کا منہ حیرت سے کھل گیا اور کچھ دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ بھی کسی عورت ہی کی آواز تھی جس نے مجھے کان سے سگریٹ پینے پر مجبور کیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجبور کیسے کیا تھا۔"

"یار سمجھنے کی کوشش کرو۔" آصف نے زچ ہو کر کہا۔ "فرض کرو کہ تم کسی خیال میں ڈوبے ہوئے کان کھجا رہے ہو اور اسی ہاتھ کی انگلیوں میں سگریٹ بھی دبا ہوا ہے اچانک کسی عورت کی آواز کان میں آئے جو کہہ رہی ہو ہاں شاباش یہی ہے منہ سگریٹ لگا کر لمبا کش لو.... تو پھر حمید صاحب سگریٹ کیا اگر ہاتھ میں ڈنڈا ہو تو بوکھلاہٹ میں وہ بھی کان ہی میں اُتر جائے گا۔"

"یہی واقعہ پیش آیا تھا آپ کو....!" حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"بالکل یہی.... اور ابھی تم نے بھی کسی عورت کی آواز سنی ہے۔"

"ہاں....!" حمید نے طویل سانس لی اور پھر بولا۔ "میری زندگی بجائے خود کسی عورت کی آواز ہے، جو ہولے ہولے مدہم سروں میں گا رہی ہو.... ارے باپ رے۔"

اس بار حمید کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ کیونکہ کوئی عورت ہولے ہولے مدھم سروں میں گا رہی تھی۔

وہ بوکھلا کر اٹھا اور خوفزدہ آواز میں چیخا۔ "سنا آپ نے آصف صاحب۔"

"نن.... نن تو....!" آصف اس سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

"وہ گیت سنا رہی تھی۔"

"نہیں....!" آصف تھوک نگل کر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ حمید پلکیں جھپکاتا ہوا اس

کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اچانک اس نے اُسے کسی خوفزدہ بچے کی طرح منہ پھاڑتے دیکھا۔ حلق سے ایک چیخ آزاد ہوئی اور آصف گرتا پڑتا کمرے سے بھاگا۔

"ارے.... ارے....!" حمید نے اس کے پیچھے چھلانگ لگائی اور دونوں ہی تلے اوپر راہداری میں ڈھیر ہوگئے۔ اس بار اس نے بھی عورت کا قہقہہ سنا۔ غالباً آصف بھی سن رہا تھا اور حمید کے نیچے سے نکل بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہٹو.... ہٹو....!" وہ بُری طرح مچلا۔ حمید ایک جانب لڑھک گیا اور آصف پھر اٹھ کر بھاگا۔ چوبی فرش پر اس کے قدموں کی آواز کافی تیز تھی۔

حمید بھی اٹھا مگر اب راہداری سنسان پڑی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے.... کچھ بھی ہو وہ اتنا بدحواس تو نہیں ہوا تھا جتنا آصف ہوگیا تھا۔

اس نے اپنا لباس درست کیا۔ ٹائی کی گرہ سنبھالی اور ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑا۔ کمرے میں داخل ہونے کی ہمت تو اس میں بھی نہیں تھی۔

اس کی دانست میں وہ کوئی آسیبی ہی خلل تھا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک آدمی اس نامعلوم عورت کی آواز سنتا اور دوسرا اس سے لاعلم رہتا۔

ڈائننگ ہال میں اُسے آصف نظر آیا جو ایک کرسی کی پشت سے لٹکا ہوا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"پرواہ مت کیجئے۔" حمید اس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میں اس کلرک کی خبر لیتا ہوں جس نے ہم سے نذرانہ بھی وصول کر لیا تھا۔"

آصف کچھ بولا نہیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حمید کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا۔

کلرک قیام کرنے والوں کے رجسٹر پر جھکا ہوا تھا۔

"ادھر دیکھو....!" حمید اس کے سر پر پہنچ کر غرایا۔

"فرمایئے.... جناب....!" وہ چونک کر بولا۔

"تم نے مجھے اس کمرے کے متعلق بتایا کیوں نہیں تھا۔"

"میں کیوں بتاتا.... میں سمجھتا ہوں کہ لوگ وہم میں مبتلا ہیں۔"

"اور تم نے دو روپے بھی ہضم کر لئے....!"

"میں نے آپ سے کسی رقم کا مطالبہ تو نہیں کیا تھا۔ آپ نے خوشی سے دیئے تھے۔ میں نے رکھ لئے تھے۔ انکار کیوں کرتا۔"

"اگر تم مجھے بتا دیتے کہ وہ کمرہ آسیب زدہ ہے....!"

"آپ کبھی یقین نہ کرتے۔" کلرک درمیان ہی میں بول پڑا۔ "یہی سمجھتے میں نے کسی دوسرے سے رشوت لے رکھی ہے۔ کوئی بھی نہیں یقین کرتا اس لئے میں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں۔"

"یہ کب سے آسیب زدہ ہے۔"

"اس کے متعلق آپ کو سپروائزر ہی بتا سکے گا۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سپروائزر کے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ یہ ایک دبلا پتلا اور یرقان زدہ سا آدمی تھا۔

اس نے حمید کو غور سے دیکھا اور ایک طویل سانس لی۔ پھر بولا۔ "تشریف رکھئے جناب۔"

حمید نے بیٹھتے وقت اس کی میز پر ایک زوردار گھونسہ رسید کیا۔

"نہیں... نہیں... جناب۔ میں بہت کمزور دل کا آدمی ہوں... یہ دیکھئے... دھڑکن....!" سپروائزر اپنی نبض ٹٹولتا ہوا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں تھا کہ وہ کمرہ آسیب زدہ ہے۔" حمید دہاڑا۔

"آہستہ جناب آہستہ....!" سپروائزر گھگھیایا۔ "خدا کے لئے.... آہستہ بولئے.... ورنہ میرا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے۔ میں آپ کو ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ بھی دکھا سکتا ہوں.... یہ دیکھئے۔" اس نے میز کی دراز کھینچی۔

"نہیں....!" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں تم نے مجھے اس کمرے کے متعلق بتایا کیوں نہیں تھا۔"

"کوئی یقین نہیں کرتا.... ویسے آپ خود سوچئے۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے کہ اس سیزن میں آپ کو فزارو کا کوئی کمرہ خالی نہیں ملے گا۔ شروع شروع میں ہم نے لوگوں سے بتایا تھا کہ وہ کمرہ آسیب زدہ ہے لیکن لوگ یہی سمجھتے تھے کہ ہم اسے کسی مقصد کے تحت خالی رکھنا چاہتے ہیں۔ اس

پر اکثر جھگڑا بھی ہو گیا ہے پھر ہم نے یہ کہنا بھی چھوڑ دیا کہ وہ آسیب زدہ ہے.... لوگ آتے ہیں اور خود ہی بوکھلا کر چلے جاتے ہیں۔ کسی بات کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ آپ پہلے آدمی ہیں جس نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔"

"یہ کب سے آسیب زدہ ہے۔"

"پچھلے ایک سال سے۔ اس کا لطیفہ بھی دلچسپ ہے جناب۔" سپروائزر مسکرایا۔ "پچھلے سال ایک صاحب تشریف لائے تھے.... کیا نام.... ہاں.... کرنل وارڈ صاحب۔ بھلا یہ نام کیسے بھلایا جاسکتا ہے۔ میرے ذہن سے چپک کر رہ گیا ہے۔ عجیب و غریب شخصیت تھی۔ ہاں تو وہ تشریف لائے تھے۔ وہ کمرہ خالی تھا۔ مگر اس کی بکنگ ایک سرکاری آفیسر کے لئے ہو چکی تھی۔ کلرک سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے ریزرویشن کا رجسٹر دیکھے بغیر ہی اسے کرنل وارڈ کو دے دیا۔ تین دن بعد اس سرکاری آفیسر کا تار ملا کہ وہ آرہا ہے۔ تب ہم سبھوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بقیہ سارے کمرے بہت دنوں سے بھرے ہوئے تھے ہم کس سے کہتے کہ وہ اپنا کمرہ خالی کردے.... آخر کار ہم کرنل وارڈ ہی کے پاس پہنچے۔ اس نے سنا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ کہنے لگا۔

"تم کسی آفیسر کی بات کر رہے ہو۔ یہاں تو میرے علاوہ وزیراعظم بھی نہیں رہ سکتا۔"

ہم نے لاکھ سر پٹخا لیکن وہ نہ مانا۔ پھر میں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ منیجر کا نزلہ مجھ پر ہی گرا تھا۔ ذمہ داری میری تھی۔ میری ہی غفلت کی بناء پر وہ کمرہ کرنل وارڈ کو دے دیا گیا تھا۔ میرا حلیہ شاید اسے مضحکہ خیز معلوم ہوا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑا اور بولا۔ "اچھا بھئی تمہاری خاطر میں فی الحال یہ کمرہ چھوڑ رہا ہوں.... لیکن اسے لکھ لو کہ اس میں میرے علاوہ اور کوئی نہ رہ سکے گا۔ ہزاروں روحیں میرے قبضے میں ہیں اور میں کرنل وارڈ ہوں۔ یہ نام ہمیشہ یاد رکھنا.... بس جناب کرنل وارڈ چلا گیا۔ وہ آفیسر صاحب تشریف لائے۔ لیکن اسی رات کو انہوں نے وہ چیخم دھاڑ مچائی کہ خدا کی پناہ۔ دو بجے رات کو انہوں نے کمرہ خالی کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ کمرے میں کوئی بُری روح گھس آئی ہے وہ اسی وقت کسی دوسرے ہوٹل میں چلے گئے تھے۔ دوسرے دن ہی کرنل وارڈ پھر موجود نظر آیا اور وہ کمرہ اسی کے استعمال میں رہا.... بس اب تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ کمرہ اس کے باپ کی جاگیر بن کر رہ گیا ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے اُسے یہ کمرہ خالی ہی ملتا ہے۔"

"وہ کہاں سے آتا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"دارالحکومت سے۔"

"ہوں.... تو وہ کوئی بُری روح ہے۔"

"خدا بہتر جانتا ہے جناب۔ ہم نے تو آج تک نہ کچھ دیکھا نہ سنا۔"

"خیر اب یہ بتاؤ کہ کیا اب ہم تمہارے ہی کمرے میں بستر لگائیں۔"

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔ اگر منیجر صاحب فرمائیں تو آپ میری کھوپڑی پر بھی استراحت فرما سکتے ہیں۔" سپر وائزر نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں اگر منیجر صاحب کی جگہ ہوتا تو بتاتا اس کرنل وارڈ کو.... مگر ان کی تو اس کے نام ہی سے روح فنا ہوتی ہے.... میں کمزور دل کا آدمی ضرور ہوں جناب مگر یہ جن بھوت پری وغیرہ.... ان سے میں نہیں ڈرتا۔ بس میرے سامنے چیخ کر نہ بولئے.... میز پر زور سے گھونسہ نہ ماریئے۔ میرا دل فولاد کا ٹکڑا بنا رہے گا.... جی ہاں.... جناب....!"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میرے لئے کسی دوسرے ہوٹل میں انتظام کرو۔ ورنہ فزارو کو جہنم کا نمونہ بنا دوں گا۔ کرنل وارڈ کی ایسی کی تیسی۔ اُسے بھی دیکھوں گا۔"

"وہ آج کل میں تشریف لانے ہی والے ہیں۔" سپر وائزر مسکرا کر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ان کی روحوں نے اسی لئے آپ کو اس کمرے میں نہیں ٹکنے دیا۔"

حمید نے سوچا کہ اب منیجر سے جا ٹکرائے۔ لیکن پھر ارادہ بدل دیا۔ وہ فی الحال یہاں سے چلا ہی جانا چاہتا تھا کیونکہ ابھی وادیٔ کا جیک کا مسئلہ باقی تھا۔

وہ آصف کے پاس واپس آگیا۔ آصف اب بھی اسی طرح کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا.... اب اس کا سینہ تو لوہار کی دھونکنی نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن پھٹی پھٹی آنکھوں سے اب بھی خوف جھانک رہا تھا۔

"ہم یہاں نہیں رہیں گے۔" حمید نے کہا۔

اور آصف نے چونک کر پلکیں جھپکائیں۔ تھوڑی دیر تک خالی الذہنی کے سے انداز میں حمید کی طرف دیکھتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہی بہتر ہے۔"

"مگر....!" آج کل یہاں کسی ہوٹل میں بھی گنجائش نہیں نکل سکے گی۔"

"پھر ہم واپس چلیں گے۔" آصف جو بہت کچھ سنبھل چکا تھا میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

"واپس چلیں گے۔" حمید نے حیرت سے دہرادیا۔

"نہیں تو پھر کیا سڑکوں پر ڈیرے ڈالتے پھریں گے۔"

"سیٹھ جی۔ آپ اپنے خادم کی توہین کر رہے ہیں۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"یار مت پریشان کرو۔ میں تنگ آگیا ہوں۔ بہت جلد پنشن لے لوں گا۔!"

"اس مہم کے بعد میں بھی کسی یتیم خانے کی منیجری کا ارادہ رکھتا ہوں!" حمید سر ہلا کر بولا۔

"مگر اس وقت مسئلہ ہے سر چھپانے کا۔ ایک تجویز ہے میرے ذہن میں لیکن ہمیں ایک غیر سرکاری آدمی کے ساتھ قیام کرنا پڑے گا.... میرا دعویٰ ہے کہ اس نے کم از کم دو کمرے ضرور انگیج کئے ہوں گے۔ یا کم از کم اتنا بڑا کمرہ ضرور حاصل کیا ہوگا جہاں خود سما سکے۔"

"اوہ.... وہ دیو تو نہیں جو....!"

"ہاں.... وہی قاسم! شاید آپ اُسے جانتے ہیں۔"

"تمہارے ہی سلسلہ میں اکثر اس کا نام بھی سننے میں آیا ہے۔"

"ہاں تو پھر کیا آپ اس کے ساتھ رہ سکیں گے۔"

"میں گدھوں کے ٹھیکیدار کے ساتھ بھی رہ سکتا ہوں مگر یہاں اُس کمرے میں۔"

"ٹھہریئے میں اُسے فون کرتا ہوں۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ اتنے میں وہی لڑکی زیبا تیزی سے ان کی طرف آتی دکھائی دی جس سے کچھ دیر قبل اس نے گفتگو کی تھی۔

"آپ لوگ وہ کمرہ چھوڑ رہے ہیں۔" اُس نے آصف سے پوچھا۔

"جی.... جی ہاں....!" آصف نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"پھر اب کہاں جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ شاید آپ کو کہیں بھی کوئی کمرہ خالی نہ ملے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم کمرہ چھوڑ رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی۔" زیبا جھنجھلا کر بولی۔ "سیٹھ صاحب سے مخاطب ہوں۔"

"ایک ہی بات ہے۔" آصف نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ میرے سیکریٹری ہیں۔"

"ہوں گے۔ مجھے بالکل پسند نہیں ہیں.... ابھی سپروائزر نے بتایا کہ آپ کو بھی وہم نے گھیرا ہے اور آپ کمرہ چھوڑ رہے ہیں۔"

"ارے یہ بات نہیں ہے۔" آصف اکڑ کر بولا۔ "مجھے تو ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن

میں سیکریٹری کے بغیر کیسے رہوں گا۔ یہ حضرت بھاگ نکلیں گے۔"

"انہوں نے کسی عورت کو گاتے سنا تھا۔ یوں تو میں نے بھی کسی عورت کی آواز سنی تھی مگر کیا میں ڈرتا ہوں۔"

"میرا تو دم نکلا جارہا ہے۔" حمید کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

آصف آنکھوں ہی آنکھوں میں اُس کا شکریہ ادا کررہا تھا۔ غالباً اُسے ڈر تھا کہ کہیں حمید اپنا اصلی روپ نہ دکھانا شروع کردے۔

"رہائش کا انتظام تو ہوسکتا ہے۔" زیبا نے سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن اخراجات زیادہ ہوں گے۔"

"اخراجات کی پرواہ مت کرو۔ ہمیں اخراجات کی پرواہ کبھی نہیں ہوئی۔" آصف اکڑ کر بولا۔

"کیا سمجھیں....!" حمید نے زیبا کو آنکھ ماری۔

"دیکھئے.... یہ دیکھئے۔" زیبا اچھل پڑی۔

"کیا بات ہے۔"

"انہوں نے ابھی مجھے آنکھ ماری تھی.... صبح سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"سیکریٹری....!" آصف کو سچ مچ غصہ آگیا۔

"اب نہیں ماروں گا۔" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "ویسے اسے خوشی تھی کہ لڑکی رنگ پر آگئی ہے اور اب وہ آصف کے پچھلے حساب بے باک کرسکے گا۔"

لڑکی پھر آصف کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"چھوری پیک پر میری بیوہ چچی کا ایک ہٹ ہے۔ میں انہیں اپنے گھر لے جاؤں گی۔ لیکن آپ کو کم از کم پندرہ روپے روميہ کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور سیزن ختم ہونے سے پہلے آپ ہٹ نہیں چھوڑیں گے.... میری خدمات مفت! فرصت کے اوقات میں آپ کے کام کردیا کروں گی بات دراصل یہ ہے کہ چچی کی مالی حالت خراب ہے۔ اس طرح ان کی مدد بھی ہوجائے گی۔"

"بالکل بالکل....!" آصف نے سر ہلا کر کہا۔ "کیوں سیکریٹری۔"

"کئی بار بالکل سیٹھ صاحب۔" حمید بولا۔

"دیکھا آپ نے....!" زیبا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "آپ کے سیکریٹری کو گفتگو کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔"

"سر چڑھا ہے۔ تم اس کی بھی فکر نہ کرو۔" آصف نے شاہانہ انداز میں کہا اور حمید نے دل ہی دل میں اُسے ایک گندی سی گالی دی۔

"آپ اپنا سامان سمیٹیے۔ میں گاڑی کا انتظام کرتی ہوں....!" زیبا نے کہا اور باہر چلی گئی۔

حمید اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"یہ لڑکی مجھے الجھن میں مبتلا کر رہی ہے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اپنے پاس رکھو اپنی الجھنیں۔" آصف نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اور محتاط رہو۔ ہم یہاں سڑکوں پر پڑے رہنے کے لئے نہیں آئے۔ ہزار روپیہ یومیہ بھی محکمے کو ادا کرنے پڑیں گے۔ اس قسم کے کام ہنسی کھیل نہیں ہوتے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن اس لڑکی کو دیکھ کر میرے دل میں نہ جانے کیا ہونے لگتا ہے۔"

"حمید صاحب۔ میں فریدی نہیں ہوں۔ آپ کو میرا پابند رہنا پڑے گا سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔" حمید نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"آپ اس لڑکی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔"

"ہرگز نہیں.... آپ کہیں گے تو ڈاڑھی چھوڑ کر گھیر دار شلوار پہننا شروع کر دوں گا۔ قتل کر دوں گا اس دل نامراد کو.... ڈیوٹی از آفٹر آل ڈیوٹی۔"

اتنے میں ایک ویٹریس نے آکر حمید سے کہا۔ "آپ کی ٹرنک کال ہے مسٹر ساجد۔"

حمید کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا۔ ٹرنک کال فریدی کے علاوہ اور کس کی ہو سکتی تھی۔ حمید نے ریسیور کاؤنٹر کلرک کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو....!" وہ ماؤتھ پیس میں چیخا۔

"کیپٹن حمید....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور یہ آواز سو فیصدی نسوانی تھی۔ حمید اچھل پڑا.... یہ تو وہی آواز تھی۔ قطعی وہی آواز جو اس نے کچھ دیر پہلے آسیب زدہ کمرے میں سنی تھی۔

"کون ہے۔" حمید پھٹی پھٹی آواز میں بولا۔ "میں ساجد ہوں۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"نہیں تم کیپٹن حمید ہو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں انٹرنیشنل آرٹ ایگزیبیشن

سے چرواہی بول رہی ہوں.... کمرہ چھوڑ کر کیوں بھاگے جا رہے ہو پیارے.... میں تم سے عشق کروں گی.... تمہیں بھی مصور بناؤں گی۔"

خوفزدہ لڑکی

حمید کے سارے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ انٹر نیشنل آرٹ ایگزبیشن تو خیر اس کے ذہن کی دسترس سے باہر نہیں تھی۔ اسے علم تھا کہ دارالحکومت میں مصوری کی بین الاقوامی نمائش ہو رہی ہے۔ لیکن یہ چرواہی کیا بلا تھی اور اُسے مصوری سکھانے کا کیا مطلب تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔" حمید نے جی کڑا کر کے کہا۔ "یہ کس کمرے کا تذکرہ ہے۔!"

"ارے....!" کھنکتی ہوئی سی ہنسی کی آواز دوسری طرف سے آئی۔ پھر کہا گیا۔ "کیا تم میرے خوف سے کمرہ چھوڑ کر نہیں بھاگے جا رہے۔"

"پتہ نہیں تم کیا اوٹ پٹانگ بکواس کر رہی ہو۔ خدا جانے تمہارا مخاطب کون ہے.... میں ساجد ہوں۔ تم نے جو نام لیا ہے غلط ہے.... میں بیچارہ سیٹھ ہاشم بھائی کا سیکریٹری ہوں۔"

"آصف سے بڑا گدھا بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور حمید نے جھلا کر ریسیور کریڈل میں پٹخ دیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اگر وہ کوئی بُری روح ہے تو ان سے کیا چاہتی ہے۔ وہ پھر آصف کی طرف پلٹ آیا جو اُسے اکتائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کون تھا فون پر....!" آصف نے پوچھا۔

"میری چچی جان۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "ان کے شوہر کے سالے کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔"

"پھر بیکار باتیں کرنے لگے۔"

"یہ میرا نجی معاملہ ہے سیٹھ صاحب۔ میں اپنی چچی جان کے شوہر کے سالے کے بہنوئی کے ہمزلف کے خسر کی بھی علالت کی اطلاع وصول کر سکتا ہوں۔ کوئی مجھے اس سے روک نہیں سکتا۔"

"یار ختم کرو۔ لڑکی نے ابھی اطلاع بھجوائی ہے کہ اس نے سواری کا انتظام کرلیا ہے۔ اب چلو سامان سمیٹیں۔"

حمید چپ چاپ اُس کے ساتھ کمرے میں چلا آیا۔

"اچھا بیٹا سیٹھ جی۔" حمید بڑبڑایا۔ "تم بھی کیا یاد کرو گے۔ بڑی ڈینگیں مار رہے تھے لونڈیا کے سامنے اب میں تمہیں دیکھوں گا۔"

پھر وہ بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔ پائپ میں تمباکو بھر کر اُسے سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا آرام کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

تھوڑی دیر بعد باہر سے قدموں کی آواز آئی لیکن حمید نے مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔

"اور یہ حضرت یہیں تشریف فرما ہیں۔" اس نے زیبا کی آواز سنی۔ لیکن اس کی پوزیشن تبدیل نہ ہوئی۔ اُسی طرح آرام کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا پائپ کے کش لیتا رہا۔

"یہ خود بھی.... خود بھی بھوت ہی ہے....!" آصف کی بھرائی ہوئی سی آواز کمرے میں گونجی۔

حمید نے ہونٹوں سے پائپ نکالا اور ہونٹ سکوڑ کر ان کی طرف مڑے بغیر بولا۔ "میں ہر حال میں عورت کا غلام ہوں۔ سیٹھ صاحب! چاہے وہ چڑیل ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس وقت بھی مجھے ایک فلمی گیت سنا رہی ہے۔"

یہ حقیقت بھی تھی.... کوئی عورت ہولے ہولے اس کے کانوں میں مسلسل گا رہی تھی۔

"اجی چلے آؤ.... اجی چلے آؤ....!"

"میں تو کچھ بھی نہیں سن رہی۔" زیبا نے کہا۔

"اس وقت تو میں بھی کچھ نہیں سن رہا۔" آصف بولا۔

"لیکن اگر اس وقت کوئی مجھ سے میرا نام پوچھے تو میں ہر حال میں میگا فون بتاؤں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"ارے اب اٹھو گے بھی۔" آصف جھلا کر بولا۔

"پورا گیت سننے کے بعد.... فلم ہلاکو کا ایک طربیہ گیت ہے جس نے ہلاکو کو ہلاکو بنایا تھا.... ورنہ آئندہ نسلیں اُسے شیخ چلی کہتیں....!"

"تم جھوٹے ہو....!" زیبا نے کہا۔

"آؤ.... میرے قریب آ کر بیٹھ جاؤ۔ تمہارے مقدر میں ہوگا تو تم بھی سن لو....!" حمید بولا۔

زیبا آگے بڑھی اور آرام کرسی کے قریب فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

حمید نے اس کے چہرے کا رنگ اڑتے دیکھ کر اندازہ کرلیا کہ وہ بھی اُس گیت سے محروم نہیں رہی۔

"میرے خدا....!" زیبا یک بیک اچھل کر دروازے کی طرف بھاگی۔

آصف جو پہلے ہی سے "پاور ہوا" تھا اس سے اُس بُری طرح ٹکرایا کہ دو چیخیں بیک وقت کمرے میں گونج اٹھیں۔

"خدا غارت کرے۔" حمید جھلا کر کھڑا ہو گیا۔ "سیٹھ! آپ کبھی آدمی نہیں بن سکتے۔ آرٹ سے محظوظ ہونے کا سلیقہ آپ میں کبھی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اتنے حسین گیت کا بیڑا غرق کرادیا۔"

پھر وہ ہاتھ ہلا ہلا کر بڑے دردناک لہجے میں کہنے لگا۔

"گاؤ.... گاؤ.... اے روح بہار گاتی رہو.... تمہارے نغمے روح کی جڑوں میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ خدارا میرے کانوں میں شربت گھولتی رہو۔"

آصف اور زیبا راہداری میں کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہے تھے۔

"ارے نکلو یہاں سے....!" آصف دونوں ہاتھ ہلا کر چیخا۔ "کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔"

"آپ خود نکل جایئے۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں روح بہار کو نہیں چھوڑ سکتا.... مانا کہ آپ میرے والد ہیں.... پھر اس سے کیا.... وہ زمانے لد گئے جب اولادیں اپنی محبوباؤں کا تذکرہ پاپوں کے سامنے نہیں لاتی تھیں۔ یہ بیسویں صدی ہے ابا جان.... کیا آپ نے کبھی عشق نہیں کیا۔"

آصف بوکھلا کر سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ دفعتاً اس کے کانوں میں آواز آئی۔

"دفع ہو جاؤ تم لوگ پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر کمرہ چھوڑ دو۔ ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے.... نکلو....!"

آصف کانپتا ہوا سامنے والی دیوار سے جالگا۔

"کیا ہوا.... سیٹھ صاحب۔" زیبا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ خدا کے لئے اسے کسی طرح کمرے سے نکالو.... اس کا دماغ الٹ گیا ہے شاید۔

آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔"

"خبردار اگر کسی نے کمرے میں قدم بھی رکھا۔" حمید دھاڑا۔"جلا کر خاک کر دوں گا۔ اس وقت چاند سورج میری مٹھی میں ہیں اور روح بہار میرے گرد رقص کر رہی ہے۔ چلے جاؤ.... چلے جاؤ۔"

وہ چیختا رہا"چلے جاؤ.... چلے جاؤ۔"پھر چکرا کر گر پڑا.... دانت پر دانت جمالئے اور جسم اس طرح اکڑا لیا کہ اٹھائے جانے پر شاید کسی پتھر کے بت کی طرح سیدھا اٹھتا چلا جاتا۔

"اوہ.... یہ کیا ہو.... کیا ہوا....!"اس نے آصف کی گلوگیر آواز سنی۔

"شاید بیہوش ہو گیا ہے۔" زیبا کی آواز آئی "ٹھہریئے۔ میں آدمیوں کو بلاتی ہوں۔ آپ بالکل نہ گھبرایئے۔"

پھر سناٹا چھا گیا اور وہ اسی طرح چاروں شانے چت پڑا رہا۔

کچھ دیر بعد اُسے اپنے جسم کی اکڑن کے کمالات دکھانے پڑے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسے فرش سے اٹھانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

"میرے خدا.... جسم بالکل پتھر ہو کر رہ گیا ہے...."کسی نے کہا تھا اور پھر حمید کو تھوڑی دیر تک دوسروں کے ہاتھوں پر سفر کرنا پڑا تھا۔ ڈائننگ ہال کے فرش پر ایک کمبل بچھایا گیا اور حمید کو اس پر ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر ہی کی باری تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہی سب کچھ ہوتا رہا۔ ڈاکٹر نے پے در پے اُسے تین انجکشن دیئے جس کے اثر سے اُسے اپنے اندر انگارے بھرے ہوئے معلوم ہونے لگے تھے۔ لیکن اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی تھی۔ غرضیکہ بڑی مشکل سے اُسے ہوش آیا تھا۔ شاید وہ آصف کو بور کرنے کیلئے بیہوشی کی مدت کچھ اور طویل کر دیتا مگر اب وہ خود بھی بور ہونے لگا تھا۔

پھر آدھ گھنٹہ طبیعت سنبھالنے میں لگ گیا۔ اس کے بعد وہ ایک بڑی سی ویَن میں بیٹھ کر چھوری پیک کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمید بالکل خاموش تھا...... آصف اور زیبا اُسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

چھوری پیک کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ گئے۔ چھوری پیک بڑی پُر فضا جگہ تھی۔ یہاں جگہ جگہ لکڑی کے رنگین ہٹ نظر آتے تھے.... حمید سوچ رہا تھا کہ زیبا کی

بیوہ چچی بھی بڑی گریٹ عورت معلوم ہوتی ہے جس نے چھوری پیک پر ہٹ بنوار کھا ہے۔

یہ ہٹ تین آرام دہ کمروں پر مشتمل تھا۔ یہاں حمید کو ایک بوڑھی عورت نظر آئی جو اس عمر میں بھی خاصی وجیہہ تھی۔ خدو خال چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ وہ اپنا حکم منوانے کی عادی ہے۔ شاذ و نادر مسکراتی بھی ہو گی۔

اس نے ان کا استقبال خندہ پیشانی سے کیا اور کافی دیر تک اپنے ہٹ کے متعلق خاکسارانہ انداز میں گفتگو کرتی رہی جس کا لب لباب یہی تھا کہ انہیں یہاں آرام ضرور ملے گا۔ خواہ اس ہٹ میں دنیا بھر کی بلائیں ہی کیوں نہ موجود ہوں۔ پھر حمید کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”انہیں کیا ہوا ہے۔ کیا یہ بیمار ہیں۔“

”اوہ.... ہاں آنٹی۔“ زیبا نے کہا۔ ”ان پر اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں۔“

”چچ چچ....!“ آنٹی نے چہرے پر اداسی طاری کر کے کہا۔ ”بڑا نامراد مرض ہے.... خدا محفوظ رکھے۔“

”ارے بھئی کیا ہوا۔“ آصف جھنجھلا کر بولا۔

”جب سے.... جب سے۔“ حمید ہچکیاں لیتا ہوا ہکلانے لگا۔

”جب سے میری ماں کا انتقال ہوا ہے میں بوڑھی.... عورتوں کو دیکھ کر.... اسی.... اسی طرح رو پڑتا ہوں۔“

”کیا بات ہوئی....!“ آصف آنکھیں نکال کر بولا۔

”ہائے.... میں سوچتا ہوں کہ یہ بھی جلد ہی مر جائیں گی۔“ حمید ہچکیاں لیتا ہوا بولا۔ زیبا بے ساختہ ہنس پڑی۔

”کیوں دانت نکالتی ہے لڑکی....!“ آنٹی نے چیخ کر کہا۔ شاید حمید کی بیباکی گراں گزری تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے.... حمید اور آصف الگ الگ کمروں میں تھے اور زیبا کی آنٹی نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر تیسرے کمرے کو یہ خود استعمال کرتی رہے تو کیا حرج ہے.... اس طرح ان دونوں کی دیکھ بھال بھی ہو سکے گی۔

کوئی حرج نہیں ہے۔“ آصف نے زیبا سے کہا۔ ”یہ بڑی اچھی بات ہے۔“

اتنے میں حمید بھی آصف کے کمرے میں پہنچ گیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اس سے پریشان کن اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔"

"کیا مطلب.....!" آصف بھنا گیا۔

"میں صبح سے شام تک زار و قطار روتا ہی رہوں گا۔"

"یار.....ہمپ.....سیکریٹری.....تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"نہیں میں وہاں جا رہا ہوں....." حمید نے کھڑکی سے افق کی طرف اشارہ کیا۔ "روح بہار گا رہی ہے.....اجی چلے آؤ.....اجی چلے آؤ.....میں جاؤں گا مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"

دفعتاً آصف کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ زیبا بھی متحیر سی دکھائی دیتی تھی۔

"بڑی مصیبت ہے۔" آصف بڑبڑایا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ اب ٹھیک ہو گیا ہوگا۔"

"اور میں سوچتی ہوں کہ اگر آنٹی کو اس کا علم ہوا کہ ان پر آسیب کا سایہ ہے تو وہ آپ لوگوں کو یہاں ٹکنے ہی نہ دیں گی۔"

اور حمید یہی چاہتا بھی تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ قاسم کا ساتھ ہو جائے گا۔ پھر مزے ہی مزے ہوں گے۔ مگر یہ زیبا غیر متوقع طور پر درمیان میں آکودی تھی۔

"دیکھو بھئی۔" آصف نے حمید سے کہا۔ "تم اپنی روح بہار کے متعلق دل ہی دل میں سوچتے رہو۔ زبان سے کچھ نہ کہو۔ ورنہ ہم اس سے بھی نکالے جائیں گے۔"

"میں زبان سے کیسے نہ کہوں..... چاند سے کہئے کہ وہ چمکتا رہے۔ چاندنی نہ پھیلائے۔ پانی سے کہئے کہ وہ بہتا رہے۔ لیکن پیاس نہ بجھائے۔ بارہ سنگھے سے کہئے..... بارہ سنگھے..... لے..... لے..... سے.....!"

حمید ٹھوڑی کھجاتا ہوا کچھ سوچنے لگا اور پھر چونک کر بولا۔ "ہاں تو میں ابھی کیا کہہ رہا تھا۔"

"تم صرف بکواس کر رہے تھے مگر میں کہہ رہا ہوں کہ کہیں تمہیں سرکاری طور پر پاگل خانہ میں نہ بھجوا دیا جائے۔"

"اس نے یہی کہا تھا کہ میں تمہیں پاگل خانے میں ملوں گی..... مجھے وہیں بھجوا دیجئے۔ ابا جان۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"ابا جان۔" اس نے کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ زیبا ہنس پڑی۔ ظاہر ہے کہ اس پر آصف نے انگارے ہی چبائے ہوں گے۔

"جاؤ.... جاؤ تم اپنے کمرے میں...." وہ اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

حمید نے مزاحمت نہیں کی۔ چپ چاپ اپنے کمرے میں واپس چلا آیا.... وہ بے تحاشہ قہقہے لگانا چاہتا تھا کیونکہ آصف کو بکرا بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

یہ سب کچھ تھا! مگر وہ آواز مستقل طور پر الجھن کا باعث بن گئی تھی اس نے فون پر اُسے صاف پہچانا تھا۔ وہ آسیب زدہ کمرے والی آواز سے مختلف نہیں تھی مگر نیشنل آرٹ گیلری اور چرواہی کا کیا مطلب ہوا۔

اُسے اس سلسلے میں فریدی سے فون پر گفتگو کرنی چاہئے مگر کس وقت اور کہاں سے۔ یہاں اسی ہٹ میں فون نہیں تھا وہ سوچتا رہا کچھ دیر بعد خیالات کی رو پر اسرار کرنل وارڈ کی طرف مڑی۔ وہ کون تھا اور اکثر و بیشتر ٹیکم گڈھ کیوں آیا تھا۔ اپنی کسی سیاہ روح سے فزارو کا ایک کمرہ کیوں بیکار کر دیا تھا۔ فزارو کا عملہ اس سے خائف بھی رہتا تھا۔

اب حمید نے سوچا کہ ان سوالوں کے جوابات مستقل طور پر پاگل بنے رہنے سے نہ مل سکیں گے۔ اس لئے کبھی کبھی ہوش کی باتیں بھی کرنی چاہئیں۔

لہٰذا دوسری صبح جب وہ سو کر اٹھا تو آصف نے اس میں کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی سوائے اس کے وہ اُس ہٹ میں اپنی موجودگی پر اظہار حیرت کر رہا تھا.... ناشتے کی میز پر زیبا کی آنٹی بھی موجود تھی۔ حمید نے آصف سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا لیکن چہرے کے اتار چڑھاؤ نے اسے سمجھا دیا کہ وہ اُس بوڑھی عورت کو بھی حیرت سے دیکھ رہا ہے۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے جناب۔" بوڑھی نے پوچھا۔

"جی.... ٹھیک ہوں محترمہ۔" حمید نے ایسے انداز میں کہا جیسے اپنے جواب سے مطمئن نہ ہوا ہو یا یہ جواب یونہی سمجھے بوجھے بغیر دیا گیا ہو۔

ناشتے کے بعد بوڑھی چلی گئی اور آصف نے حمید سے پوچھا۔

"یار اب تم ٹھیک ہو نا۔"

"مجھے کیا ہوا ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "لیکن ہم یہاں کب اور کیسے آئے! یہ غالباً چھوری پیک ہے۔ مگر زیبا کہاں ہے۔"

آصف نے اُسے بتایا کہ اس آسیب زدہ کمرے میں اس پر کیا گزری تھی۔

"مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔" حمید اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بڑبڑایا۔ "یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

پھر وہ کافی دیر تک اُس آسیب زدہ کمرے کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اس دوران میں وادی کا جیک کا تذکرہ بھی نکلا تھا۔ لیکن حمید نے اُسے آگے نہیں بڑھنے دیا تھا۔

گیارہ بجے زیبا آئی۔ حمید نے سوچا کہ اس سے کرنل وارڈ کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ بھی بہت دنوں سے فزارو میں کام کرتی ہے۔

"میں معافی چاہتا ہوں محترمہ زیبا....!" اس نے اس سے کہا۔ "سیٹھ سے معلوم ہوا ہے کہ کل میں کچھ بہک گیا تھا۔"

"اوہ تو کیا اب یہ ٹھیک ہیں۔" اس نے آصف سے پوچھا اور آصف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی۔" زیبا خوش ہو کر بولی۔ "ورنہ آنٹی! مجھے بھی چھیل کر رکھ دیتیں۔"

"کیا کرنل وارڈ آ گیا۔" حمید نے پوچھا۔

"کرنل وارڈ.... نہیں تو....!"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ اس کمرے کی آسیب زدگی میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"خدا جانے مشہور تو یہی ہے۔ ارے وہ بھی تو دارالحکومت ہی میں رہتا ہے۔ کیا آپ اُسے نہیں جانتے۔"

"نہیں! میں نے پہلی بار اس کا نام سنا ہے۔ کیوں سیٹھ صاحب۔"

"ہاں بھئی....!" آصف نے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"کیا فزارو والے اس سے خائف رہتے ہیں۔"

"بہت زیادہ....! اس کی صورت ہی سے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ ٹوٹی پھوٹی قبروں میں راتیں گزارتا ہو۔"

"یہاں اکثر وہ پہاڑوں پر ہڈیاں اور کھوپڑیاں تلاش کرتا پھرتا ہے۔"

"فزارو کا منیجر اس کی زبردستیوں کے خلاف رپورٹ کیوں نہیں کرتا۔"

"ارے اس کی تو روح فنا ہوتی ہے اُس سے۔ حالانکہ کرنل کی وجہ سے فزارو کی شہرت کو بھی نقصان پہنچا ہے۔"

"ٹیکم گڈھ واقعی بڑی عجیب جگہ ہے۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"کبھی کہیں ننگی لاشیں ملتی ہیں! کبھی فزارو کے کمرے میں روحیں ناچتی ہیں کبھی وادیٔ کاجیک میں دھوئیں کا منارہ تیار ہو جاتا ہے۔"

"دھوئیں کا منارہ۔" زیبا بڑبڑائی۔ "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"سنا ہے تم نے اس کے متعلق؟" حمید نے سوال کیا۔

"ٹیکم گڈھ ایسی حیرت انگیز خبروں کے لئے مشہور ہے۔" زیبا مسکرائی۔

"ایسی ہوائیاں عموماً یہیں سے چھوٹتی ہیں۔"

"تو تمہیں اس پر یقین نہیں آیا۔"

"میں اس وقت تک کسی چیز پر یقین نہیں کرتی جب تک کہ اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔"

یک بیک آصف اچھل پڑا.... حمید نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں۔

"اس نے تو یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔" آصف بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "وہ ہنس رہی ہے۔ قہقہے لگا رہی ہے۔"

"اب سیٹھ صاحب۔" زیبا دانت پیس کر بولی۔ "خدا کے لئے یہاں یہ سب کچھ نہ پھیلاؤ۔ ورنہ آنٹی۔"

اس نے جملہ نہیں پورا کیا۔ وہ ایک صوتی جھٹکے کے ساتھ خاموش ہو گئی۔ اس کی نظریں کھڑکی سے باہر تھیں.... اور چہرے سے خوف ظاہر ہو رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے کرسی سے اٹھے بغیر پوچھا۔

"کرنل وارڈ....!" زیبا کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔ آصف اور حمید دونوں ہی جھپٹ کر کھڑکی کے پاس پہنچ گئے۔

ٹوکنے والے

تین چار سو گز کے فاصلے پر سیاحوں کا ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ یہ سب خچروں پر سوار تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔

"کہاں ہے کرنل وارڈ....!" حمید نے پوچھا۔

"وہ سب سے پیچھے سیاہ خچر پر.... اُس کے سر پر سفید سمور کی ٹوپی ہے۔"

حمید اتنے فاصلے سے خط و خال کا صحیح اندازہ نہ کر سکا لیکن تن و توش تو بہر حال نظر آرہا تھا۔ اس کے جسم پر تبت کے بھکشوؤں کا سا لبادہ تھا اور اس پر سفید سمور کی ٹوپی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی.... اور وہ کوئی قدیم تاتاری معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں....!" حمید نے پوچھا۔

"میری دانست میں تو وہی افواہ انہیں وادیٔ کاجیک کی طرف لے جا رہی ہے۔"

"اوہ.... سیٹھ جی۔" حمید آصف کی طرف مڑا۔ "کیوں نہ ہم بھی چلیں۔"

"ارے بیکار ہے....!" زیبا بولی۔ "میں انہیں احمق سمجھتی ہوں جو محض افواہوں پر اپنی انرجی اور دولت برباد کرتے پھریں۔"

"سیٹھ صاحب احمق ہی ہیں.... ارر.... مم.... مطلب یہ کہ.... انہیں۔"

"کیا بکواس ہے....!" آصف آنکھیں نکال کر بولا۔

"زز.... زبان.... لڑکھڑا گئی تھی سیٹھ جی۔"

زیبا ہنسنے لگی اور آصف نے بلند آواز میں کہا۔ "ہاں ہم وادیٔ کاجیک ضرور چلیں گے ذرا دیکھیں تو.... کیا بلا ہے وہ۔"

"خیر ویسے تو وہ ایک خاصی اچھی تفریح گاہ ہے۔ موسم بہار میں وہاں کئی مقامی فرمیں بڑی اچھی کمائی کر لیتی ہیں۔" زیبا بولی۔

"وہ کیسے....!"

"بس جنگل میں منگل! سرحدی حفاظتی چوکی سے ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمے لگائے جاتے ہیں۔ جو سیاحوں کو کرائے پر دیئے جاتے ہیں۔ دو تین گشتی قسم کے ہوٹل ہوتے ہیں، جو سیاحوں کے لئے ان کی ضروریات مہیا کرتے ہیں۔"

"تب تو بڑا لطف رہے گا سیٹھ جی۔" حمید خوش ہو کر بولا۔ پھر اُس نے زیبا سے کہا۔ "تم بھی چلو۔"

"تم کون ہوتے ہو مجھ سے کہنے والے۔" زیبا آنکھیں نکال کر بولی اور پھر آصف کی طرف دیکھنے لگی۔ آصف صاحب بڑے پیار بھرے لہجے میں بولے۔ "چلو نا....!"

"اچھی بات ہے.....!" زیبا نے آہستہ سے کہا اور سر جھکا لیا۔

آصف فاتحانہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا اور حمید نے اپنے چہرے پر ندامت طاری کر لی تھی۔

اسی شام کو وہ ایک قافلے کے ساتھ وادیٔ کاجیک کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمید نے فون پر فریدی سے رابطہ قائم کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اُسے فریدی کی طرف سے اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں ملی تھی اور اُسے یہ بھی یاد آ گیا تھا کہ انہیں یہاں بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ فریدی کی دانست میں کوئی دھوکے میں رہے۔

اُس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ آج کل کوئی اُسے شہر میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ کسی نے اُسے جنوبی امریکہ میں کسی کام کا آفر بھی دیا تھا۔

بہر حال وہ فریدی کو موجودہ حالات سے آگاہ کئے بغیر وادی کاجیک کی طرف روانہ ہو گیا۔

موسم بہار میں رات کا سفر بھی وہاں تفریح ہی میں داخل ہوتا تھا۔ مگر آج کل اندھیری راتیں تھیں پھر بھی سفر تو ہوتے ہی تھے۔

یہ سفر یہاں سے زیادہ لمبا بھی نہیں تھا۔ وہ چار بجے روانہ ہوئے تھے اور انہیں توقع تھی کہ آٹھ بجے تک حفاظتی چوکی کے قریب پہنچ جائیں گے۔

یہ جگہ ان اطراف کی بہت پرانی تفریح گاہ تھی۔ لیکن آج کل تو دھوئیں کا منارہ ہی وہاں کے سفر کا محرک ہوا کرتا تھا۔

سینکڑوں فٹ گہری وادیٔ کاجیک سیاحوں کے لئے بڑی کشش رکھتی تھی اوپر خیمے لگائے جاتے تھے۔ خوب رنگ رلیاں ہوتی تھیں اور نیچے اترنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مگر بہت کم ایسے ہوتے جنہیں کامیابی ہوتی۔ یہ عموماً مضبوط جسم اور آہنی اعصاب رکھنے والے لوگ ہوتے تھے۔ کیونکہ نیچے پہنچ کر پھر اوپر آنا معمولی قوت کے لوگوں کے بس کا روگ نہیں تھا۔

ویسے وادیٔ کاجیک کی دلکشی تو اوپر سے بھی محسوس کی جا سکتی تھی۔ اس پر گیت لکھے جا سکتے تھے۔ اُسے کہانیوں کا پس منظر بنایا جا سکتا تھا۔ رنگوں اور برش کی مدد سے اُسے کینوس پر محفوظ کیا جا سکتا تھا۔

آٹھ بجے وہ حفاظتی چوکی کے قریب پہنچ گئے۔ چوکی یہاں سے ایک یا ڈیڑھ میل کے فاصلے پر

تھی۔ زیبا نے روانگی سے پہلے ہی خدشہ ظاہر کیا تھا کہ شائد انہیں کوئی خیمہ کرائے پر نہ مل سکے کیونکہ زیادہ تر لوگ پہلے ہی سے بکنگ کرائے رکھتے تھے۔ حمید نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ وہ کسی چٹان پر کمبل تان کر چین سے سو سکتا تھا۔ البتہ آصف کو جب یہ معلوم ہوا کہ زیبا کی پیشین گوئی کے مطابق سچ مچ انہیں کسی کھلی چٹان ہی پر رات بسر کرنی پڑے گی تو اُسے حمید پر بے تحاشہ تاؤ آگیا۔

"یار تم ہمیشہ ایسی ہی حرکتیں کرتے رہتے ہو۔" اس نے لال پیلی آنکھیں نکالیں۔

"خاموش رہو.... سیٹھ....!" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں اس وقت پھر روح بہار کے گیت سن رہا ہوں۔"

"جہنم میں جاؤ.... میں چٹان پر بھی پڑا رہ سکتا ہوں۔ مگر یہ زیبا۔"

"زیبا کو پلکوں میں جگہ دیجئے آنکھوں پر بٹھایئے اور اندھے ہو جایئے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں....!"

"میں جسے بھی چاہوں یہیں اسی جگہ غارت کر سکتا ہوں۔ روح بہار اس وقت میرے پاس موجود ہے.... کہہ رہی ہے کہو تو اس بوڑھے کو اٹھا کر نیچے وادی میں پھینک دوں....!"

"اوہ....! سیٹھ خدا کے لئے خاموش رہو۔ بات نہ بڑھاؤ۔" زیبا جلدی سے بولی۔ انہوں نے ایک شفاف سی چٹان پر بستر ڈال دیئے تھے۔ وہ اکیلے بھی نہیں تھے۔ انہی جیسے نہ جانے کتنوں نے کھلی چٹانوں پر ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ آج کل کھلے میں بھی ایک یا دو کمبل سے زیادہ سردی نہیں ہوتی تھی۔

حمید انہیں وہیں چھوڑ کر مٹر گشتی کے لئے نکل گیا۔ خیموں کے آس پاس پٹیرو میکس لیمپوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

ایک جگہ ایک بڑا شامیانہ نظر آیا جسے چھ فٹ اونچی قناتوں سے احاطہ کیا گیا تھا.... آمد و رفت کے راستے پر "کیف شبانہ" کا بورڈ آویزاں تھا۔ حمید اس ہوٹل کے نام ہی پر جھوم اٹھا۔ اندر پہنچا تو ساری ہی میزیں بھری ہوئی نظر آئیں۔ مگر وہ سوچ رہا تھا کہ واپس جانے کا نتیجہ بے خوابی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور وہاں رکنے کی صورت میں بیٹھنے کی جگہ تو مشکل ہی سے ملتی۔ شائد کھڑا ہی رہنا پڑتا۔

پھر اچانک نہ صرف یہ مشکل آسان ہوگئی بلکہ وہ خوشی کے مارے اچھل بھی پڑا.... قاسم ایسا تو نہیں تھا کہ ہزاروں کا مجمع بھی اُسے چھپا سکتا۔ وہ اپنی میز پر تنہا نہیں تھا بلکہ کئی مرغ مسلم اور دو ایک مسلم رانیں بھی تھیں اور آس پاس کے لوگ اُسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ میز کی صفائی کے بعد انہیں بھی کھا جائے گا۔

حمید اس کی جانب بڑھا ہی تھا کہ اس کی نظر بھی اُس پر پڑ گئی.... اور وہ گرد و پیش کی پرواہ کئے بغیر کھڑا ہو کر چیخا۔ ''آئیں.... ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا۔ ٹھینگے کی نہیں تو!''

حمید بوکھلا گیا وہ جانتا تھا کہ اُس کی اس حرکت کی بناء پر اُسے بھی لوگ گھورنے لگے ہوں گے۔ لیکن وہ کسی کی طرف دیکھے بغیر قاسم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''بیٹھو.... پیارے.... باٹھو....!'' قاسم کی باچھیں کھلی پڑ رہی تھیں۔ ''فزارو گیا تو معلوم ہوا کہ تم شائد ادھر آئے ہو۔ یہاں دوپہر سے جھک مارتا پھر رہا ہوں۔ تمہارا پتہ نہیں۔''

''خیمہ ہے تمہارے پاس۔'' حمید نے پوچھا۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔

''ہے قیوں نہیں! ڈبل دام پر لیا ہے۔ حمید بھائی.... کوئی سالا کھالی ہی نہیں تھا۔ ایک آدمی مل گیا جو یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ مگر یہ سالے ہفتے بھر کے پیسے پیشگی لے لیتے ہیں چاہے تم ایک دن رہو چاہے ایک ہفتہ وہ جانا چاہتا تھا۔ اس لئے مجھے ڈبل دام پر دے گیا۔''

''مزے کرو۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''ہم تو کھلی چٹان پر رات گزاریں گے۔''

''قیوں....!''

''ہمیں کوئی خیمہ نہیں مل سکا حالانکہ ہمارے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔''

''لل لڑکی....!'' قاسم نے نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر کہا۔ ''کک.... کون لڑکی۔''

''خاصی تگڑی ہے....'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''امیں حمید بھائی۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔'' قاسم غصیلے لہجے میں بولا۔

''کیوں....؟'' حمید نے پوچھا۔

''امیں کیا وہ سالا خیمہ اپنی قبر میں لے جاؤں گا۔ وہیں آؤ.... چٹان پر مت لیٹو۔ یہ بھی قوئی بات ہوئی۔ کمال کر دیا.... حمید بھائی.... جیتے رہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پھر قاسم ہی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''تمہارے ساتھ وہ پلپلے خاں بھی

ہیں.... ابے یہ وہی تو نہیں ہے جس سے ایک بار تمہارا جھگڑا ہوا تھا ہائی سرکل میں.... ابے تم اس سالے کو اپنا آفیسر کہتے ہو۔ کرنل صاحب کہاں رہ گئے۔"

"قاسم بھائی کیا بتاؤں۔" حمید مسمسی صورت بنا کر بولا۔ "میں تو بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ اب تم ہی جو کچھ کرنا چاہو کرو....!"

"قیا قرنا ہے.... کرنا ہے.... غوک....!" وہ نوالہ حلق سے اتارتا ہوا بولا۔

"وہ لڑکی دراصل میں نے تمہارے لئے منتخب کی تھی مگر وہ اُلو کا داماد....!"

"اُلو کا داماد....!" قاسم حیرت سے آنکھیں نکال کر بولا۔ "اے نہیں.... ہاہاہا....!"

"یعنی کہ وہی پلپلے خاں جھٹک لے گیا اس لڑکی کو.... پتہ نہیں کیوں وہ بھی اسی پر لٹو ہو رہی ہے۔"

"ٹٹو.... ہو رہی ہے۔" قاسم نے پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"لٹو.... لٹو....!"

"لٹو کیا ہوتا ہے حمید بھائی....!" قاسم نے بے بسی سے پوچھا۔

"ابے لٹو ہونا محاورہ ہے۔"

"اچھا تو وہ سالی محاورہ ہو گئی ہے۔ قاسم سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ پھر اچانک سر اٹھا کر کہا۔ "یار.... کیا بات ہوئی.... وہ محاورہ کیسے ہو سکتی ہے.... محاورہ کیا چیز ہے.... اُسے تو شائد قاملہ کہتے ہیں۔"

"ہائیں یہ قاملہ کیا بلا ہے....!" حمید اُسے گھورنے لگا۔

قاسم دونوں آنکھیں مار کر مسکرایا اور آہستہ سے بولا۔ "ابے وہ پیٹ میں بچہ وچہ....!"

"اُلو کے پٹھے....!" حمید کی زبان سے نکلا اور ساتھ ہی قہقہے کی دھار بھی۔

قاسم بھی اس کے ساتھ ہی یونہی خواہ مخواہ ہنستا رہا پھر یک بیک چونک کر خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔

"کیا کہا تھا تم نے۔" دفعتاً اُس نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"مین نے کچھ بھی تو نہیں.... تمہیں غلط فہمی....!"

"غلط کی ایسی کی تیسی.... فہمی کی دم میں نمدہ.... تم نے مجھے اُلو کا پٹھا کہا تھا۔"

"ارے.... وہ تو میں نے آصف کو کہا تھا.... کمال کرتے ہو یار۔"

قاسم کی آنکھیں اس کے باوجود بھی نکلی ہی رہیں۔ لیکن پھر اچانک وہ مسکرا کر بولا۔ ''کھیر قوئی بات نہیں۔''

''میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ تم خود ہی اس لڑکی کو راہ پر لاؤ....!''

''قیسے لاؤں....!'' قاسم نے آہستہ سے پوچھا اور جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔ پھر بولا۔ ''اے کھاؤ نا حمید بھائی، منہ باندھے کیوں بیٹھے ہو۔''

''کچھ نہیں! بس اب میں چلوں گا۔ مگر نہیں تم پہلے مجھے اپنا خیمہ دکھاؤ۔ تاکہ میں ان دونوں کو وہیں لاؤں۔''

''وہ بوڑھا بھی آئے گا۔'' قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

''وہ نہ آئے گا تو لڑکی بھی نہیں آئے گی۔''

''پھر لاؤ.... سالے کو۔'' قاسم نے مردہ سی آواز میں کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

میز کی اچھی طرح صفائی ہو جانے کے بعد قاسم اٹھا حمید کو ساتھ لے کر باہر آیا۔ یہاں سے اس کا خیمہ زیادہ دور نہیں تھا۔

حمید اُسے خیمے مین چھوڑ کر خود اس چٹان کی طرف روانہ ہو گیا جہاں آصف اور زیبا ممکن ہے کہ اس کے منتظر رہے ہوں۔

دفعتاً حمید کو شرارت سوجھی۔ اس نے سوچا کہ دونوں کی گفتگو چھپ کر سننی چاہیے۔ آخر وہ تنہائی میں کس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔ کیا حقیقتاً زیبا اس کی بنائی ہوئی اسکیم ہی کے مطابق چل رہی تھی یا اس کا یہ رویہ محض ہمدردی کی بناء پر تھا۔

وہ ڈھلوانی راستے پر اترتا چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد زاویہ تبدیل کر کے مشرق کی جانب چل پڑا اس کا خیال تھا کہ وہ دوسری طرف سے بھی اس چٹان کے محل وقوع کا اندازہ کر سکے گا۔ اس لئے وہ بڑی لاپرواہی سے راستہ طے کر رہا تھا۔

لیکن پھر اچانک اس کے قدم رک گئے اور آواز ایسی ہی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ کسی بہت بڑے اژدھے کی پھپکار رہی ہو۔

دفعتاً اس کی نگاہ نیچے وادی میں رینگ گئی۔ سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں چاندنی کا چمکدار چشمہ پھوٹ رہا تھا۔

پھر یک بیک اس کی دھار اوپر اٹھی۔ اٹھتی چلی گئی.... اور اندھیرے میں اس نے ایک چمکدار منارے کی شکل اختیار کرلی جو زمین و آسمان کو ملا رہا تھا۔ نیچے پھیلی ہوئی تاریکی میں اس چمکدار منارے کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

"میرے خدا....!" حمید بڑبڑایا۔ "یہ چاندنی کا دھواں ہے یا اندھیرے کی ڈاڑھی۔"

ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تو سوفیصدی راکٹ ہے ایسا راکٹ جو عموداً پرواز کرتا ہے....

اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور پھر اس کی روشنی نشیب میں کچھ دور تک پھیلتی چلی گئی۔

حمید نے ایک طویل سانس لی اور سوچا کہ راستہ دشوار گذار تو نہیں معلوم ہوتا پھر کیوں نہ نیچے پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ وہ خیالات میں اس طرح کھو گیا تھا کہ قاسم سے کیا ہوا وعدہ بھی یاد نہ رہا۔

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ گھٹتا ہوا اس کی رہنمائی کر رہا تھا اور پیر غیر ارادی طور پر نشیب میں لے جارہے تھے۔ اس کی نظریں گہرائی میں پھیلنے والے چمکدار چشمے پر جمی ہوئی تھیں.... مگر اس چمکدار چشمے کا ہر لحظہ بڑھتا ہوا پھیلاؤ اُسے بتدریج دھندلاہٹ میں تبدیل کرتا جارہا تھا۔

حمید کے ذہن میں اس وقت صرف یہی ایک خیال تھا کہ بس اب وہ اس چمکدار چشمے کے قریب پہنچنے ہی والا ہے۔ نہ اُسے وقت کا احساس رہ گیا تھا اور نہ فاصلے کا.... بس وہ مشینی طور پر اترتا چلا جارہا تھا۔

اچانک کسی نے قریب ہی سے کہا۔ "ہالٹ.... ہوکمس دیئر۔"

"فرینڈ....!" حمید کی زبان سے نکلا اور ساتھ ہی روشنی کا دائرہ بھی آواز کی سمت رینگ گیا۔ دو فوجی رائفلیں چھتیائے ہوئے ایک چٹان پر کھڑے نظر آئے۔

"وہیں ٹھہرو! ٹارچ مت بجھانا ورنہ فائر کردیا جائے گا۔" اُن میں سے ایک نے چیلنج کیا۔

حمید وہیں رک گیا۔ وہ دونوں چھوٹی چھوٹی رکاوٹیں پھلانگتے ہوئے اسکے قریب پہنچ گئے۔

"کون ہو تم....!" ان میں سے ایک نے گرج کر پوچھا۔

حمید کی دانست میں وہ سرحد کی حفاظتی چوکی ہی کے جوان ہوسکتے تھے۔

"میں کون ہوں! یہ میں تمہارے کمانڈر ہی کو بتا سکوں گا۔" حمید نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے۔ ہم تمہیں گولی مار دیتے ہیں۔ مرنے کی وجہ بھی کمانڈر ہی کو بتا دینا۔"

"ٹھہرو۔" دوسرے نے اپنے ساتھی کو خاموش کراتے ہوئے حمید سے نرم لہجے میں کہا۔

"یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔"

"ہم یہاں کسی کو بھی گولی مار سکتے ہیں۔ ویسے اگر تم کمانڈر کے پاس چلنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں وہیں لے چلیں گے۔"

"ارے ختم کرو.....!" دوسرا بولا۔

"نہیں کمانڈر کا حکم ہے کہ اگر کوئی ان کا حوالہ دے تو اُسے ان کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

"تو پھر آخر یہ حکم میری یادداشت میں کیوں نہیں ہے۔" دوسرا آدمی جھلا کر بولا۔

"چلو.....!" پہلے نے رائفل کو جنبش دی اور پھر حمید نشیب میں اترنے لگا۔

"ٹھہرو.....!" دوسرا بولا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ دوسرا آدمی اس کی جامہ تلاشی لینے لگا۔ ریوالور تو حمید کی جیب میں موجود تھا۔

"دیکھا.....!" دوسرے نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "کیا اس کا لائسنس ہے تمہارے پاس۔"

"میں تمہیں تھانے دار نہیں سمجھتا کہ اس سوال کا جواب دوں۔"

"چلو.....!" پہلا غرایا اور حمید پھر چل پڑا..... کچھ دور چل کر وہ اُسے ایک غار میں لے گئے جو زیادہ کشادہ نہیں تھا۔

اب حمید کو سوچنا پڑا کہ وہ اُسے یہاں کیوں لائے ہیں۔ کیونکہ یہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔

"بائیں جانب مڑ جاؤ۔" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ حمید بائیں جانب مڑا۔ یہ ایک تنگ سا در تھا جس سے ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔

حمید کی ٹارچ تو پہلے ہی سے روشن تھی اب ان دونوں نے بھی اپنی ٹارچیں روشن کرلیں اور وہ تینوں یکے بعد دیگرے اس درزے میں داخل ہوئے۔ حمید گھٹن سی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن جلد ہی پھر اُس نے اطمینان کی سانس لی کیونکہ اب وہ ایک بہت ہی کشادہ غار میں پہنچ گئے تھے۔

"رک جاؤ.... اور ٹارچ بجھا دو۔" اس سے کہا گیا اور ساتھ ہی رائفل کی نال اس کی کمر سے آلگی۔ غار میں اندھیرا ہو گیا اور اس نے دور ہوتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ شاید ان میں

سے ایک کہیں جارہا تھا.... حمید چپ کھڑا رہا اور رائفل کی نال اس کی کمر سے چبھتی رہی کچھ دیر بعد پھر قدموں کی آہٹیں ہوئیں۔ غالباً دو آدمی تھے اور پھر یک بیک پورے غار میں روشنی پھیل گئی۔ یہ ایک چھوٹی سی فوجی سرچ لائٹ کی روشنی تھی۔ حمید کو فوجی جوان کے ساتھ ایک معمر آفیسر نظر آیا جس کے شانوں پر لگے ہوئے ستارے بتا رہے تھے کہ وہ کپتان کا عہدہ رکھتا ہے۔

دفعتاً اس آفیسر نے غرا کر کہا۔ "یہاں کیوں لائے ہو وہیں ڈھیر کر دیا ہوتا۔" اب تو حمید کو سچ مچ تاؤ آگیا۔

اجنبی کی آمد

حمید کو تاؤ آنے کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ جو کچھ نہ ہو جائے تھوڑا ہے وہ چند لمحے اس کیپٹن کو خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم کیپٹن حمید آف سنٹرل انٹیلی جنس بیوریو سے ہمکلام ہو۔"

"اوہ....!" آفیسر نے سیٹی بجانے والے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے اور پھر یک بیک اپنے ماتحتوں کو دیکھ کر غرایا۔ "اس کے ہاتھ پیر باندھ دو۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"میں بالکل ہوش میں ہوں دوست....!" آفیسر مسکرایا۔ "مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ اس نام کا ایک فراڈ یہاں آرہا ہے۔"

"تب تم بالکل ہوش میں نہیں ہو۔" حمید بے ساختہ ہنس پڑا۔ "اچھا چلو یہی بتا دو کہ یہ اطلاع تمہیں کہاں سے ملی تھی۔"

"اسی محکمے کے ایک آفیسر کرنل فریدی کی طرف سے۔"

حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ آفیسر سنجیدہ تھا اور اس نے یہ بات پوری سنجیدگی سے کہی تھی۔

اس کے دونوں ماتحتوں نے جھپٹ کر حمید کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اس کا خیال تھا کہ ممکن ہے یہ بھی فریدی کی کسی اسکیم کا کوئی خاص مرحلہ ہو۔ مگر وہ جھنجھلاہٹ میں ضرور مبتلا ہو گیا تھا۔ آخر اُسے پہلے سے آگاہ کیوں نہیں کیا گیا

تھا۔ اب اگر وہ یہاں کسی قسم کی حماقت شروع کر دے تو فریدی صاحب کی وہ اسکیم کہاں ہو گی۔ اس کا دل تو چاہا ٹکرا جائے ان فوجیوں سے لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہی رہ گیا۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے اس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اُسے ایک بڑے پتھر پر دھکیل دیا.... بڑا وحشیانہ انداز تھا۔ حمید بال بال بچا ورنہ اس کا سر اسی پتھر سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا۔ وہ پتھر سے لڑھکتا ہوا اپنے بازو کے بل زمین پر آگرا۔

"اب تم دونوں اپنی جگہوں پر جاؤ....!" آفیسر نے ماتحتوں سے کہا اور وہ ایڑیوں پر گھوم کر غار سے نکل گئے۔

آفیسر ٹہلتا ہوا حمید کے قریب آیا۔ چند لمحے کھڑا اُسے گھورتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "کرنل فریدی کہاں ہے۔"

"جہاں سے اُس نے تمہیں اطلاع دی تھی۔" حمید غرایا۔

"وہ خود کیوں نہیں آیا۔"

"کھیل کود سے نفرت ہے انہیں....!" حمید بولا۔

"میں تمہاری کھال اتار دوں گا ورنہ اُس کے نہ آنے کی وجہ بتاؤ۔"

"ضرور اتار دو۔" دفعتاً کسی گوشے سے آواز آئی اور آفیسر اچھل کر آواز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر یہی جملہ کسی دوسرے گوشے سے کہا گیا اور آفیسر مڑ کر ادھر دیکھنے لگا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ یہی آواز متعدد اطراف سے آرہی ہے۔ لیکن آواز ایک ہی آدمی کی تھی۔

"تم کون ہو۔ سامنے آؤ....!" آفیسر گرجا۔

"تمہاری یہ آرزو بھی پوری کی جائے گی....!" آواز آئی اور پھر اسی پتھر کی اوٹ سے ایک آدمی چھلانگ لگا کر سامنے آگیا جس پر حمید کو دھکیلا گیا تھا۔

بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ اڑتا ہوا اس آفیسر پر جا پڑا ہو۔ دونوں ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ لیکن نووارد جلد ہی نہ صرف خود اٹھ گیا بلکہ گریبان سے پکڑ کر اُسے بھی اپنے ہی ساتھ کھینچتا چلا آیا۔ پھر آفیسر سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ اس کے جبڑے پر نووارد کا گھونسہ پڑا وہ لڑکھڑا کر دور جا گرا.... لیکن پھر اٹھ کر نووارد پر جھپٹا۔

اس بار نووارد نے جھکائی دے کر اسے اپنی پشت پر لاد کر جو پٹخا ہے تو پھر وہ بیچارہ صرف ہاتھ

پیر ہی مار تارہ گیا۔ غالبًا یہ اٹھنے کی کوشش تھی۔ چونکہ ذہن قابو میں نہیں رہ گیا تھا اس لئے اس ارادے کی انرجی لایعنی قسم کی جسمانی حرکتوں میں صرف ہو رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ ساکت ہی ہو گیا۔

حمید نے بھی اپنے ہاتھوں کو آزاد کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اسی دوران میں وہ اجنبی بھی بیہوش آفیسر کو وہیں چھوڑ کر کسی طرف غائب ہو گیا۔

"کیا وہ فریدی تھا..؟" حمید نے سوچا۔ "لیکن اگر فریدی ہوتا تو اُسے وہیں کیوں چھوڑ گیا ہوتا۔"

کچھ دیر بعد اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور پھر وہی اجنبی ایک گوشے میں کھڑا دکھائی دیا۔ مگر وہ حمید کی طرف سے بالکل بے پرواہ نظر آرہا تھا۔

دفعتًا حمید نے کہا۔ "ارے یار ذرا دو چار ہاتھ مجھے بھی جھاڑتے جاؤ کافی عرصے تک احسان مند رہوں گا۔"

وہ مسکرایا اور بولا۔ "میں تمہیں آزاد کر سکتا ہوں بشرطیکہ تم اس بیہوش آدمی کو کچھ دور تک اپنی پشت پر لادے چلنے کا وعدہ کرو۔"

"اس کے پورے خاندان کو...." حمید سر ہلا کر بولا۔ "پہلے تم میرے ہاتھ تو کھولو۔"

"اس نے آگے بڑھ کر حمید کے ہاتھ کھول دیئے۔"

"کہاں لے چلوں۔" اس نے بیہوش آفیسر کے قریب پہنچ کر کہا۔

"اٹھاؤ تو....!"

حمید نے اُسے اپنی پشت پر لاد لیا اور اجنبی کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر سرچ لائٹ سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک بار پھر حمید کو ویسے ہی تنگ درے سے گزرنا پڑا جیسے درے سے گزر کر وہ اس غار میں پہنچا تھا۔

مگر منزل زیادہ دور ثابت نہیں ہوئی۔ وہ جلد ہی ایک ایسے غار میں پہنچ گئے جہاں مختلف قسم کا سامان بکھرا پڑا تھا۔

"اُسے یہیں کہیں ڈال دو۔" اجنبی نے کہا "اور سعادتمند گدھوں کی طرح ایک طرف بیٹھ جاؤ۔"

"سبحان اللہ....!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ کو پہچانا ہی نہیں تھا۔"

"اگر میں اب بھی اپنی آواز کو قابو ہی میں رکھتا تو تمہارے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے۔ زیادہ اڑنے کی کوشش مت کیا کرو۔"

تو یہ فریدی ہی تھا.... حمید سوچ میں پڑ گیا۔ وہ اس کے علاوہ اور سوچتا بھی کیا۔ اُسے اور آصف کو قربانی کے بکروں کی شکل میں بطور ہراول پہلے ہی روانہ کر دیا گیا تھا۔ فریدی بیہوش آدمی کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"چوکی کے آفیسروں کے بھیس میں کوئی....؟" فریدی نے کہا۔

"اور آپ اچانک یہاں کیسے پہنچ گئے۔"

"یہ بھی ایک قسم کا آسیبی خلل ہے۔" فریدی اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"ہوں! تو آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔"

"صرف اتنا ہی کہ وہ کمرہ آسیب زدہ تھا جس میں تم لوگوں نے قدم جمالیا تھا وہاں تمہیں آوازیں سنائی دیتی تھیں۔"

"بس اتنا ہی یا اور کچھ بھی؟"

"اور کیا بتانا چاہتے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا آپ کی لسٹ پر کبھی کوئی کرنل وارڈ بھی رہا ہے۔"

"تھا تو نہیں مگر اب آگیا ہے۔ لیکن تم اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ اس کے قبضے میں روحیں ہیں۔"

"ہاں سنا ہے۔"

"میں اور آصف اس کمرے میں کسی عورت کی آواز سنتے رہے تھے۔ پھر ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ فون پر میری ٹرنک کال ہے۔ میں سمجھا آپ ہوں گے لیکن فون میں بھی اسی عورت کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی میں چرواہی ہوں اور انٹرنیشنل آرٹ اگزبیشن سے بول رہی ہوں؟"

"اوہ....!" فریدی نے ہونٹ سکوڑے اور حمید کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "یہ ایک بڑا دلچسپ لطیفہ ہے۔ کسی وقت اطمینان سے بتاؤں گا۔ اسی چرواہی کی بدولت ہم اتنی تیز رفتاری سے کسی خاص سمت بڑھ رہے ہیں ورنہ بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"کیا مطلب....!"

"اوہ.... تم نہیں مانو گے۔ خیر ٹھہرو! پہلے مجھے کچھ معلوم کرنے دو۔ یہ بیہوش آدمی کسی کے میک اپ میں ہے اور شاید یہ جگہ ایسے ہی کاموں کے لئے مخصوص ہے۔ لہٰذا یہاں میک اپ کا سامان ضرور ہونا چاہئے۔"

حمید چپ چاپ کھڑا رہا اور فریدی اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے سامان میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ آخر کار اُسے لکڑی کا وہ صندوق مل ہی گیا جس کی اُسے تلاش تھی۔ اس صندوق میں میک اپ کا سامان موجود تھا۔

بس پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر بیہوش آدمی کی نقل تیار ہو گئی اس کے بعد فریدی ایک نیلے رنگ کی بوتل سنبھالے ہوئے بیہوش آدمی کی طرف متوجہ ہوا.... اس میں کوئی سیال چیز تھی۔ غالباً وہ بیہوش آدمی کا میک اپ ختم کرنے جا رہا تھا۔

ذرا ہی دیر میں حمید نے بیہوش آدمی کی شکل دیکھ لی.... یہ ایک وجیہہ نوجوان تھا۔ بڑھاپے کے سارے مصنوعی آثار لکویڈ ایمونیا سے دھل گئے تھے۔

"یہ کون ہو سکتا ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"چرواہی کی کوئی بھیڑ۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "شائد حفاظتی چوکی کا کمانڈر مار ڈالا گیا۔ اچھا دیکھو تم اس درے سے نکلتے ہی بائیں جانب مڑ جانا۔ اس طرح تم پھر ایک درے میں داخل ہو گے وہ درہ تمہیں ایک کھلی جگہ پر لے جائے گا وہاں پہنچ کر تم تین بار اشارہ دینا اور پھر چپ چاپ واپس آجانا۔"

"کون سا اشارہ....!"

"الو.... والا....!"

حمید درے کی طرف مڑ گیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اندر وہ کھلی فضا میں پہنچ گیا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے جسم سے ٹکرائے اور اس کی آنکھوں میں نیند انگڑائیاں لینے لگی۔ کچھ عجیب سی مسحور کن فضا تھی۔ سر پر تاروں بھرا آسمان تھا اور نیچے تاریک گہرائیاں۔

اس نے تین بار اُلو کی آوازیں نکالیں اور پھر درے میں مڑ گیا۔

اتنی دیر میں فریدی اس بیہوش آدمی کی وردی بھی پہن چکا تھا۔

حمید چند لمحے خاموش کھڑا رہا.... پھر بولا۔ "کیا وہ دونوں سپاہی اس وقت وہاں میرے ہی منتظر تھے۔"

"نہیں.... وہ وہاں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ کیونکہ وہی ایک راستہ ایسا ہے جس کے ذریعہ وادی تک پہنچنا ممکن ہے۔"

"تو یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ میں وہاں پہنچ کر خواہ مخواہ نیچے اترنے لگا تھا۔"

"یہ اتفاق تمہیں دوسری دنیا میں بھی پہنچا سکتا تھا۔ مگر خیر.... میں تو سمجھا تھا شائد تمہارے ذہن میں وہی پرانی چھپکلی کلبلائی ہے۔ بہر حال میں تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔"

"اگر چھپکلی نہ کلبلاتی تو آپ اس وقت یہاں نہ ہوتے.... اور یہ....!" حمید بیہوش آدمی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ اور پھر چونک پڑا کیونکہ اس نے قدموں کی آہٹیں سنیں تھیں۔

"پرواہ نہ کرو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر یہ وردی میں ہوں گے تب بھی میرے ہی آدمی ہوں گے اور اگر نقابوں میں ہوئے تو پھر تم جانتے ہی ہو۔"

"بلیک فورس....!" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔

غار میں داخل ہونے والے تین نقاب پوش ہی تھے۔ انہوں نے پہاڑی مہماتی استعمال کے لباس پہن رکھے تھے اور ان کی پیٹیوں سے چھوٹی کدالیں اور دوسرے اوزار لٹک رہے تھے۔ کاندھوں پر کئی قسم کے تھیلے بار تھے!

"شکار۔" فریدی نے اپنی اصل آواز میں کہتے ہوئے بیہوش آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

ان میں سے ایک نے ایک بڑا تھیلا اپنے کاندھے سے اتارا اور دو آدمیوں نے اُسے اٹھا کر اس میں ٹھونس دیا۔ تھیلے کا منہ باندھ لینے کے بعد بھی وہ تینوں وہیں رکے رہے۔ غالباً انہیں اجازت کا انتظار تھا۔

"تم جا سکتے ہو۔" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ان میں سے دو نے وزنی تھیلا سنبھالا اور تیسرا ان کے آگے ٹارچ لئے ہوئے چلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد قدموں کی آوازیں سناٹے میں تحلیل ہو گئیں اور فریدی ایک پتھر پر بیٹھ کر سگار سلگانے لگا۔

"آپ سگار پیئے جا رہے ہیں۔ اگر فوجیوں میں سے کوئی آ جائے تو۔"

"گڈ! بہت اچھے.... تم اب سوچنے لگے ہو۔ لیکن یہ سگار اسی وردی کی جیب سے برآمد ہوا ہے گو کہ برانڈ میرا نہیں ہے.... لیکن پھر بھی چلے گا۔"

"ہاں.... آپ اس چرواہی کے متعلق کچھ بتانے جا رہے تھے۔"

"اس کے متعلق کیا بتاؤں۔ اس کے متعلق میری معلومات بھی فی الحال آسیب کی حدود سے آگے نہیں بڑھیں۔" فریدی نے اُسے جیلانی اور اس کی تصویر کے متعلق بتایا۔

"لیکن آپ نے اس تصویر میں اتنی دلچسپی کیوں لی تھی۔"

"ٹھہرو! تم نے کرنل وارڈ کے متعلق پوچھا تھا.... اُسی شخص نے جیلانی کی یہ تصویر خریدی ہے اور میں اسی کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہوں۔"

"وہ کہاں ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"اوپر کسی خیمے میں....!"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے.... جیلانی اس تصویر کو آسیب سمجھتا ہے اور وہی آسیب مجھ سے فون پر گفتگو کرتا ہے.... اور اسی آسیب کی آوازیں ہمیں فزارو کے ایک کمرے میں سنائی دیتی ہیں۔ وہ کمرہ کرنل وارڈ سے نسبت رکھتا ہے اور یہی کرنل وارڈ جیلانی کی تصویر خریدتا ہے....!"

"ہاں خریدتا ہے.... تو پھر....!" اچانک وہ دونوں ہی اچھل پڑے.... پورا غار کسی نسوانی آواز سے گونج اٹھا تھا اور وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

آواز پھر آئی.... اس بار وہ ایک کھنکتا ہوا قہقہہ تھا۔ حمید نے آواز صاف پہچان لی۔ یہ وہی آواز تھی جو وہ فزارو کے کمرے میں سنتا رہا تھا۔ یہی آواز اس نے فون پر بھی سنی تھی۔

یک بیک حمید سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھکا اور سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے جانِ بہار! کیا میں اس آدمی کی گردن اڑا دوں....!"

"کیپٹن حمید! تم جھوٹے ہو۔ تم اس آدمی کے لئے ساری دنیا میں آگ لگا سکتے ہو۔"

"روحِ بہار! تمہارے نغموں نے مجھے اس سے متنفر کر دیا ہے۔"

"احمق کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے تمہاری اس ایکٹنگ پر یقین آ گیا تھا۔"

"تمہاری آواز میں کتنا رس ہے....!" حمید نے کہا۔

اس نے دیکھا کہ فریدی دبے پاؤں درے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے اُسے وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا تھا۔

"بکواس مت کرو.....!" نسوانی آواز آئی۔

"کاش میں تمہیں دیکھ سکتا۔"

"کرنل فریدی سے پوچھو کہ میں کتنی دلکش ہوں۔"

"مگر جیلانی تو کہتا ہے کہ اس نے تمہیں کبھی دیکھا ہی نہیں۔"

"نہیں.... لیکن روحانی طور پر وہ مجھ سے متاثر ہوا ہے کیا تمہیں یقین ہے کہ میں ایک روح ہوں۔"

"مجھے یقین ہے روح بہار.... کاش میں.... بعض اوقات دل چاہتا ہے کہ تم ملو تو تمہیں اپنے دل میں چھپالوں.... اس وقت کوئی اچھا سا فلمی گیت سناؤ.... وہی.... ٹھمک ٹھمک ناچوں گی ہولے ہولے گاؤں گی.... ہائے!"

"کرنل کیوں خاموش ہے۔"

"وہ روح وغیرہ کا قائل نہیں ہے۔" حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ فریدی غار میں موجود نہیں تھا۔

"شاید وہ یہاں کسی ٹرانسمیٹر کی موجودگی کے امکان پر غور کر رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے.... روح بہار!.... مگر میں تو قائل ہوں تمہارا.... اگر مجھے تمہاری روح ہونے میں شبہ ہوتا تو فزاروکوالٹ کر رکھ دیتا مگر یہ تو بتاؤ کہ ابھی میں کس چکر میں پھنس گیا تھا۔"

"روحوں پر سب کچھ عیاں ہوتا ہے۔ لیکن انہیں کائنات کے راز بتانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے میں تمہاری یہ آرزو نہیں پوری کر سکوں گی۔ ویسے میں اپنے دل میں تمہارے لئے کافی جگہ پاتی ہوں۔"

"روحیں بھی دل والی ہوتی ہیں...." حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"مجسم دل.. مگر نہیں تمہیں مجھ پر یقین کب ہے.... چلو تم یہاں کوئی ٹرانسمیٹر تلاش کرو۔"

"مجھے یقین ہے....!"

"نہیں اطمینان کر لو....!"

حمید نے چیزوں کو الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ مگر کہیں بھی اسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس پر ٹرانسمیٹر ہونے کا شبہ بھی کیا جا سکتا۔

"میں خواہ مخواہ تھکنا نہیں چاہتا روحِ بہار....!" حمید نے کہا۔ لیکن اب اس کی آواز نہ آئی۔

"روح بہار میں تم سے مخاطب ہوں۔" حمید نے چیخ کر کہا۔

لیکن جواب پھر ندارد.... خود اس کی آواز غار کی وسعتوں میں گونج کر رہ گئی۔

"آرڈر....!" دفعتاً پشت سے ایک گرجدار آواز آئی اور حمید چونک کر مڑا۔ وہی دونوں فوجی رائفلیں سیدھی کئے کھڑے تھے جو اُسے یہاں لائے تھے۔

"کمانڈر کہاں ہیں۔" ایک نے گرج کر پوچھا۔

"پتہ نہیں! مجھ سے تو یہ کہہ کر گئے ہیں کہ میں ذرا اپنی محبوبہ تک ایک پیغام پہنچا کر آتا ہوں۔"

"گھیرو.... مارو....!" ایک نے دوسرے سے کہا اور وہ دونوں رائفلوں کے کندے اٹھائے ہوئے اس کی طرف جھپٹے ہی تھے کہ درے سے فریدی برآمد ہوا۔

"ٹھہرو....!" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ مڑے اور پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہاں زلزلہ سا آگیا ہو۔ چار نقاب پوش کسی طرف سے نکل کر فریدی پر ٹوٹ پڑے۔ فوجی دم بخود کھڑے رہ گئے۔

"اور تم کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ کمانڈر کو بچاؤ۔" حمید نے انہیں للکارا.... لیکن قبل اس کے کہ وہ دونوں فوجی کوئی قدم اٹھاتے دو فائر ہوئے اور وہ دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔

تو یہ جال بچھایا گیا تھا فریدی کو پکڑنے کے لئے۔ حمید نے سوچا اور اُن نقاب پوشوں پر پل پڑا جو فریدی کو بے بس کر دینے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ ان فائروں کے متعلق سوچ رہا تھا آخر وہ کدھر سے ہوئے تھے۔ کس نے کئے تھے۔

نقاب پوش فریدی سے چمٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ نقاب پوش اس میں دلچسپی نہیں لے رہے بلکہ وہ خواہ مخواہ ان سے بھڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

دفعتاً فریدی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور حمید بیساختہ چونک پڑا۔ یہ ایک قسم کا اشارہ تھا جس کا مطلب وہ بخوبی سمجھتا تھا.... وہ چپ چاپ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور لہرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر لیٹے ہی لیٹے ایک پتھر اٹھایا اور سرچ لائٹ پر کھینچ مارا....

دوسرے ہی لمحے میں اندھیرا گھپ....!

اس نے بیک وقت کئی چیخیں سنیں۔ پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں اور اب پھر پہلے ہی جیسا سناٹا تھا.... حمید سینے کے بل رینگتا ہوا درے کی طرف بڑھا۔

روح کے چلمے

قاسم نے بڑی دیر تک حمید کا انتظار کیا....جب اس کی واپسی ہوئی تو وہ خود ہی اٹھا اور اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

مگر یہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ چٹانیں تو دور دور تک آباد تھیں! اس نے سوچا کہ حمید کو آوازیں دینا شروع کردے.... مگر پھر عقل آگئی کہ یہاں تو درجنوں حمید ہوں گے! پتہ نہیں کتنے دوڑے آئیں اور اُسے خواہ مخواہ ہر ایک سے معافی مانگنی پڑے۔ پھر کیا صورت اختیار کی جائے۔

فریدی والے حمید بھائی.... کیوں نہ پکارا جائے.... بس خیال آیا ہی تھا ذہن میں کہ اس نے ہانک لگائی۔ "ابے فریدی والے حمید بھائی۔"

لیکن پھر بھی کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

ویسے کسی نے قریب ہی سے ضرور کہا تھا کہ دیکھنا ذرا ایسے ڈیل ڈول والوں کو بھی شراب بالآخر پٹخ ہی دیتی ہے۔

یہ الفاظ قاسم کے کانوں میں پڑے اور وہ بھنا کر رہ گیا۔ جی تو چاہا کہ سالے کو اٹھائے اور کسی چٹان پر اس طرح پٹخ دے کہ بھیجا بکھر جائے۔ مگر پھر اس لڑکی کا خیال آگیا جو حمید کے ساتھ تھی اور وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالتا جارہا تھا۔ اچانک خود اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

"ابے قون ہے بے۔" وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دہاڑا۔

"حمید کو دیکھا ہے کہیں۔" آنے والے نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"میں خود ہی ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"آپ مسٹر قاسم ہیں شائد۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... پھر فرمائیے۔"

"حمید میرے ساتھ آیا تھا۔ بڑی دیر سے غائب ہے۔"

"آپ.... آفس صاحب ہیں نا....!" قاسم نے پوچھا۔

"آصف....!" آنے والے نے تصحیح کی۔

"جی ہاں.... جی ہاں.... میں آپ کو پہچانتا ہوں.... ابھی حمید بھائی ملے تھے کہا تھا کہ سب کو لے کر آتا ہوں۔ پھر گائب ہو گئے.... جی ہاں.... میرے پاس بہت بڑا خیمہ ہے.... میں نے کہا کہ میں اکیلا ہوں.... پھر آپ لوگ چٹان پر کیوں.... جی ہاں.... پڑے رہیں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی جناب۔" آصف نے خوش ہو کر کہا۔ "مگر آپ کو ہماری وجہ سے تکلیف ہو گی۔"

"اجی واہ.... قوئی نہیں.... میں تو آپ کا کھادم.... خادم ہوں.... جناب، واہ آپ میرے بزرگ ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ....!"

"اچھا چلئے.... آپ کا سامان وامان کہاں ہے۔" قاسم نے بے چینی سے کہا۔

❖

حمید درے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اچانک اس نے اسی پُراسرار عورت کی آواز سنی۔

"تم نے بہت بُرا کیا کیپٹن حمید....! دشمنوں نے فریدی کو قتل کر دیا۔ لیکن تم مجھے ہی دشمن سمجھتے رہے.... اب عقل کے ناخن لو.... ٹھہرو.... یہیں ٹھہرو....!"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"بولو.... تم خاموش کیوں ہو.... کیا چلے گئے۔ بولو.... تم مجھے قریب سے دیکھ سکو گے! میں آ رہی ہوں وہیں ٹھہرو۔"

حمید نے سوچا کہ وہ ابھی دھوکا کھا چکا ہے۔ اسی کی گفتگو نے انہیں وہاں الجھائے رکھا تھا ورنہ وہ غار سے نکل گئے ہوتے۔ وہ پلٹ کر ان دونوں لاشوں کے قریب آیا اور ان کی کمریں ٹٹولنے لگا۔ ان کے ہولسٹروں میں ریوالور موجود تھے اور بھرے ہوئے تھے۔ حمید نے دونوں ریوالور نکال

لئے اور پھر بڑی تیزی سے درے میں رینگ گیا۔ اپنی سانسوں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز اُسے نہیں سنائی دے رہی تھی اور دل کی دھڑکنیں کھوپڑی میں دھمک پیدا کر رہی تھیں۔

دوسرے غار میں پہنچ کر وہ بھول گیا کہ اس کا دہانہ کس سمت تھا۔ اس کی ٹارچ تو اب اس کے پاس رہی نہیں تھی.... جیب میں دیا سلائی کی ڈبیہ البتہ موجود تھی لیکن اس نے اُسے بھی کام میں لانا مناسب نہ سمجھا۔ بس ٹٹول کر آگے بڑھتا رہا۔

اچانک اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی.... کیونکہ وہ لڑھکتا ہوا نہ جانے کن گہرائیوں کی طرف جا رہا تھا۔ اندھیرے میں جبکہ وہ گھٹنوں کے بل رینگ رہا تھا اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے ہاتھوں کے نیچے زمین نکل گئی ہو اور وہ منہ کے بل کسی نامعلوم ڈھلان پر جا پڑا تھا۔ بس پھر وہ لڑھکتا ہی چلا گیا اُسے ہوش تھا اور اسکے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"چھپاک....!" وہ اچانک پانی میں جا پڑا جو بے حد سرد تھا۔ لیکن جب اس کے پیر تہہ سے لگے تو جان میں جان آئی کیونکہ وہ سیدھا ہو کر سانس لے سکتا تھا۔ پانی کمر سے اونچا نہیں تھا۔ بہاؤ میں بھی تیزی نہیں تھی۔

اس "لڑھکاؤ" میں اُسے کتنی چوٹیں آئی تھیں اس کا ہوش اسے نہیں تھا۔ وہ تو دراصل یہ باور کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ زندہ ہی ہے۔

دفعتاً پھر اس کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی.... مگر وہ تو روشنی تھی۔ تیز قسم کی روشنی جو اچانک اس کے آس پاس پھیل گئی تھی.... نہ اس روشنی نے اسے کاٹا تھا اور نہ مارنے دوڑی تھی! پھر وہ چیخا کیوں تھا؟ حمید کو اپنی اس کمزوری پر غصہ آگیا۔ پھر اُسے احساس ہوا کہ وہ دونوں ریوالور اب بھی اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے ہیں۔

اُس نے اس روشنی میں چاروں طرف ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔

یہ ایک آٹھ یا دس فٹ چوڑا درہ تھا جس کی پوری چوڑائی میں شفاف پانی بہہ رہا تھا۔

چند لمحے گذر جانے کے بعد حمید کو سچ مچ چونکنا پڑا۔ کیونکہ اب یہ بات اچھی طرح اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ روشنی پانی کی سطح سے پھوٹ کر فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔

یہ کیسی روشنی تھی؟ حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے باپ رے....!" یک بیک وہ بھڑک کر پیچھے ہٹا۔ اس کے بازوؤں کو کسی چیز نے جکڑ لیا تھا اس طرح کہ وہ انہیں جنبش تک نہیں دے سکتا تھا۔

پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کے پیر پانی کی تہہ سے اکھڑ گئے اور وہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اس کی بازوؤں کی ہڈیاں گویا ٹوٹی جا رہی تھیں وہ رسی کا پھندا ہی تھا جس نے بے خبری میں اُسے جکڑ لیا تھا اور اب اُسے اوپر کھینچا جا رہا تھا۔

وہ خلاء میں جھول رہا تھا اور اوپر اٹھ رہا تھا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ وہ چٹان سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ہاتھ تو ہل ہی نہیں سکتے تھے ورنہ وہ ایسے مواقع پر انہیں روک بنانے کی کوشش کرتا.... جب بھی وہ جھکولا لیتا اس کی روح لرز اٹھتی کہ بس اب ٹکرائی کھوپڑی چٹان سے.... پیروں کو روک بنانے سے ڈرتا تھا۔ ایسا کرنے کے لئے اُسے سیدھا ہونے کی کوشش کرنی پڑتی۔ لیکن اس سے خدشہ تھا کہ رسی کا پھندا بازوؤں میں پھسل کر گردن میں نہ آ لگے۔

✿

حمید کی بروقت عقلمندی کی بناء پر فریدی ان نقاب پوشوں کو ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ درے سے نکل کر وہ کھلی فضا میں آ گیا اور اب مشکل ہی تھا کہ وہ کسی کے ہاتھ آ سکتا۔

نقاب پوش بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ فریدی دیر تک اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ لیکن کوئی ہلکا سا سایہ بھی دکھائی نہ دیا۔

اب وہ حمید کے متعلق سوچ رہا تھا.... لیکن جس طرح ان دونوں فوجیوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا تھا اسی طرح ان دونوں کو بھی کیوں نہ ٹھکانے لگا دیا گیا؟

وہ آخر انہیں زندہ کیوں پکڑنا چاہتے تھے؟.... کیا حمید ان کی گرفت میں آ گیا ہو گا۔

اب وہ اُسے دانشمندی سے بعید سمجھتا تھا کہ دوبارہ اُس درے میں قدم رکھے۔ اُن لوگوں نے درے سے باہر اُس کا تعاقب کیوں نہیں کیا حالانکہ تاروں کی چھاؤں میں وہ اُسے بہ آسانی دیکھ سکتے تھے اس طرح غائب ہو جانے کا یہی مطلب تھا کہ وہ غار میں اُس کی واپسی کی توقع رکھتے تھے.... لیکن کس بناء پر....؟ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ انہوں نے حمید کو پکڑ لیا ہو! اور سوچ رہے ہوں کہ وہ اُسے تلاش کرنے ضرور آئے گا۔

وہ حمید کو قتل نہ کریں گے.... اس نے سوچا! اگر قتل ہی کرنا ہوتا تو دھوکے سے بھی مار

سکتے تھے۔ان کے فرشتے بھی بچاؤنہ کر سکتے۔اس ہڑبونگ کا مقصد زندہ پکڑنا تھااور اس مقصد کا جو کچھ بھی مقصد رہا ہو۔

وہ پھر اوپر چڑھنے لگا۔ راستہ دشوار گذار تھا اور معمولی ہی سی لغزش اُسے نیچے لے جا سکتی تھی.... دفعتاً اُسے اس نقلی کمانڈر کا خیال آیا۔ جسے بلیک فورس کے آدمی لے گئے تھے۔ پتہ نہیں ان پر کیا گذری ہو۔ وہ آدمی اب بھی ان کے قبضے میں ہو گا یا نہیں۔ فریدی یہ سوچ کر چلتے چلتے رک گیا اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں بیٹھ کر سفری ٹرانسمیٹر پر اُن لوگوں سے رابطہ قائم کر سکے۔

وہ ایک ایسی جگہ پانے میں کامیاب ہو گیا۔

پھر اس نے کوٹ کی جیب سے سفری ٹرانسمیٹر نکالا جو ایک سو بیس سائز کے فولڈنگ کیمرے سے بڑا نہیں تھا۔

"ہیلو.... ہیلو.... بلیک.... ہارڈاسٹون اسپیکنگ ہیلو.... بلیک....!"

دفعتاً ٹرانسمیٹر سے نسوانی قہقہے کی آواز آئی جو غار والی آواز سے مختلف نہیں تھی۔

"کرنل.... کس چکر میں پڑے.... ہو....!"

"کیوں....!" فریدی غرایا۔

"تم خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

"اوہو.... تو کیا میں نے ایسا کر کے غلطی کی ہے....؟"

"یقیناً! تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ میں صرف ایک روح ہوں اور اس وقت تمہیں چند اسمگلروں نے نچا کر رکھ دیا ہے۔ جسے تمہارے آدمی لے گئے ہیں وہ ایک اسمگلر تھا کمانڈر کو قتل کر کے اس کے بھیس میں چوکی کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا.... سارے سپاہی اُسے اپنا کمانڈر ہی سمجھتے تھے۔ اس وقت محض افشائے راز کے ڈر سے انہوں نے ان دونوں سپاہیوں کو گولی مار دی.... سنو کرنل.... انہیں یقین ہو گیا ہے کہ تم اُن کے پیچھے ہو۔ لہٰذا وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ محتاط رہو۔"

"لیکن وہ ہیں کہاں....!"

"مجھ سے خوفزدہ ہو کر کسی طرف نکل بھاگے۔ ورنہ شائد اب تک تمہاری دھجیاں اڑ چکی

ہو تیں۔"

"کیا وہ حمید کو بھی لے گئے۔"

"نہیں وہ درے والے چشمے میں جا گرا تھا۔ میں نے اُسے اوپر اٹھا لیا ہے۔ اس وقت وہ درے والی چٹان پر بیہوش پڑا ہوا ہے۔"

"تم آخر کیا بلا ہو....!"

"ایک روح جس نے جیلانی پر اپنا سایہ ڈال دیا تھا۔ کیا اس نے یہ نہیں بتایا کہ تین سال سے وہ صرف میری تصویر بنا رہا ہے۔"

"میں روحوں کا قائل نہیں ہوں....!"

"میں جانتی ہوں...." اُس نے کہا اور ایک زور دار قہقہہ لگا کر بولی۔ "اسی لئے میں نے تمہیں اس چکر میں ڈالا ہے تاکہ تم قائل ہو سکو! جب میں نے دیکھا کہ میری تصویر میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہو تو میں نے ایک ماہر روحانیات کو مجبور کیا کہ اس تصویر کو ہر قیمت پر خریدے تم کرنل وارڈ کے پیچھے لگ گئے۔ یہی میں بھی چاہتی تھی۔"

"کیوں....؟"

"تمہیں روحوں کو قائل کرنے کے لئے....اب تم دیکھو گے کہ تمہیں یقین و تشکیک کے کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور تم روحوں کے قائل کیسے نہیں ہوتے۔"

"تمہیں ان سمگلروں کے مقابلے میں ہم سے کیوں ہمدردی ہے۔"

"میں تم دونوں کو بے حد پسند کرتی ہوں! تم بہادر ذہین اور عالی ہمت ہو!"

"تم اس چمکدار اور متحرک منارے کو راکٹ کی گیس سمجھتے ہو۔" عورت کی آواز آئی۔

"تم دلوں کی باتیں بھی جانتی ہو۔" فریدی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"یقیناً....!"

"پھر وہ منارہ....کیا بلا ہے۔"

"وہ میری بے تابی ہے....میری بے چینی ہے....جو زمین کا سینہ توڑتی ہوئی آسمان تک جاتی ہے۔"

"اور ایک رومانی نظم تیار ہو جاتی ہے۔" فریدی نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"خیر بھگتو گے اپنی بے یقینی کو..... میں نے تمہیں آگاہ کر دیا۔"

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟ روحوں کو ہم سے کیا سروکار.....!"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم میرے سکون میں خلل انداز نہ ہو۔"

"میں ایک روح کا کیا بگاڑ سکتا ہوں۔"

"یہاں سے چلے جاؤ۔"

"یہ بھی لایعنی اور فضول سی بات ہے! آخر میں کیوں چلا جاؤں۔ مجھے دیکھنے دو کہ کرنل وارڈ نے تمہاری تصویر کیوں خریدی تھی۔"

"تمہاری بے یقینی برقرار ہی رہے گی کیوں؟"

"آہا! وہ تو تم ابھی بتا ہی چکی ہو کہ مجھے سبق دینے اور میری بے یقینی دور کرنے کے لئے تم نے وہ تصویر اُس سے خریدوائی تھی۔"

"تمہیں مجھ پر یقین کرنا ہی پڑے گا.... ختم کرو! اب تم اپنے آدمیوں سے گفتگو کر سکتے ہو۔"

"ٹھہرو.....!" فریدی نے کہا۔ "تم ایک روح ہو۔ تمہیں دل کی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ ذرا یہی بتاؤ کہ اس اسمگلر پر کیا گزری جسے میرے آدمی لے گئے ہیں۔"

"وہ تھیلے میں گھٹ کر مر گیا۔ تمہیں اپنے ساتھیوں کے نام اور پتے نہیں بتا سکے گا۔"

"تمہیں یقین ہے.....!" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"جاؤ.... حمید کی خبر لو.... وہ چشمے والے درے کی چٹان پر پڑا ہے۔ اس نے سرد پانی کے غوطے کھائے تھے۔ کہیں اُسے نمونیہ نہ ہو جائے۔ اچھا اب میں تمہارے ٹرانسمیٹر پر سے اپنا سایہ ہٹا رہی ہوں۔ اب تم اپنے بلیکیز سے گفتگو کر سکتے ہو۔"

ہلکی سی کھر کھراہٹ کی آواز آئی اور پھر بلیک فورس کا کوئی آدمی بولا۔

"ہیلو.... ہیلو.... ہارڈ اسٹون پلیز.... ہارڈ اسٹون پلیز....!"

"اسٹون اسپیکنگ....!" فریدی نے کہا۔

"دیکھئے! تھیلے سے اس کی لاش برآمد ہوئی ہے اور اس کا سارا جسم نیلا پڑ گیا۔ حتیٰ کہ دانت بھی نیلے ہو گئے ہیں۔"

فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "اس کا پوسٹ مارٹم ضرور ہونا چاہئے۔ طریقہ یہ

ہو گا کہ لاش کو اسی وقت ٹیکم گڈھ لے جاؤ اور کسی شاہراہ پر ڈال دو۔ لیکن اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہی ہو گی کہ اُسے پولیس کے علاوہ اور کوئی نہ اٹھانے پائے۔"

"مطمئن رہئے.... ایسا ہی ہو گا۔"

"اوور.... اینڈ آل....!" فریدی نے کہا اور سوئچ آف کرنے ہی جارہا تھا کہ نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔

"اب تم زہر کے امکانات پر غور کرو گے کرنل فریدی۔"

"غور کرنے کی بُری عادت سے بھی نالاں ہوں۔"

"اُسے سانپ نے ڈس لیا ہے.... ان پہاڑیوں میں کئی رنگوں والا سانپ پایا جاتا ہے جسے شفق کہتے ہیں۔ وہ اتنا ہی زہریلا ہوتا ہے کہ دانت تک نیلے پڑ جاتے ہیں۔ تمہارے آدمی تھیلا ایک جگہ ڈال کر کمین گاہ کا راستہ تلاش کرنے لگے تھے۔ سانپ نے تھیلے کے اوپر ہی سے اُسے ڈس لیا لاش کا پوسٹ مارٹم ضرر کراؤ۔ میں خود اس کی نگرانی کروں گی کہ اُسے پولیس کے علاوہ اور کوئی ہاتھ نہ لگانے.... پائے.... اوہ کرنل کیا تم حمید کی خبر نہیں لو گے.... اُسے تمہاری مدد کی ضرورت ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پھیپھڑے سردی سے متاثر ہو جائیں۔"

آواز آنی بند ہو گئی اور فریدی نے سوئچ آف کر دیا۔

اس نے آج دن ہی میں وہ درہ دیکھا تھا جس کی تہہ میں ایک سست رفتار چشمہ بہتا تھا۔ تقریباً بیس یا پچیس منٹ کی جدوجہد کے بعد وہ اس کی اوپری چٹان تک پہنچا سکا اور پھر سچ مچ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ حمید ایک کمبل میں لپٹا ہوا خراٹے لے رہا تھا اور اس کے نیچے ایک آرام دہ گدا بچھا ہوا تھا۔

"حمید.... حمید!" فریدی نے اس کا شانہ ہلا کر آواز دیتے ہوئے ٹارچ بجھا دی۔

"سونے دیجئے۔" حمید نے منمنا کر کروٹ لی۔

فریدی نے کمبل کا گوشہ ہٹا کر دیکھا۔ حمید کے جسم پر وہ ایوننگ سوٹ نہیں تھا جس میں اس نے اُسے کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔ اس کی بجائے سلکن سلیپنگ سوٹ تھا.... اس نے پھر حمید کو جھنجھوڑا اور حمید بڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹھا پھر جھلا کر بولا۔ "کھا جایئے مجھے.... سونے بھی نہیں دیتے.... ارے باپ رے۔"

وہ یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ فریدی نے پھر ٹارچ روشن کی اور حمید اپنے بستر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر فریدی کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر درے کی طرف جھپٹا۔ نیچے روشنی ڈالی تقریباً چالیس فٹ کی گہرائی میں پانی بہہ رہا تھا۔

"کیا میں بیہوش ہو جاؤں۔" اس نے پلٹ کر فریدی سے پوچھا۔

"کیا قصہ ہے۔"

"ارے یہ بستر ..... میرا اپنا ہے.... اور یہ سلیپنگ سوٹ بھی! بھیگا ہوا ایوننگ سوٹ نہ جانے کہاں گیا.... میرے خدا.... میں غار سے پھسل کر اس درے کے چشمے میں جا پڑا تھا۔ پھر کسی نے رسی کے پھندے میں پھانس کر مجھے اوپر کھینچ لیا۔ اس کے بعد کا ہوش مجھے نہیں.... اف فوہ دونوں بازو! پھوڑے کی طرح دکھ رہے ہیں۔ کیا میں یقین کر لوں کہ وہ سچ مچ کوئی روح ہے۔"

"فی الحال یقین کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"وہ بیہوشی کے عالم میں میرا گلا گھونٹ سکتی تھی....! لیکن یہ دیکھئے وہ دونوں ریوالور بھی تکیئے کے نیچے موجود ہیں، جو میرے ہاتھوں میں تھے! میرا بستر..... میرا تکیہ.... یہ سب کچھ یہاں کیسے آیا.... میرا بھیگا ہوا سوٹ کہاں گیا۔ یہ سلیپنگ سوٹ تو میرے سوٹ کیس میں تھا۔"

فریدی پیشانی پر شکنیں ڈالے کچھ سوچ رہا تھا۔

بھیگا ہوا سوٹ

وہ ایک بہت ہی تیز چیخ تھی جس سے بیگم تنویر کی نیند اچٹ گئی تھی۔ اُن کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں اور دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی تھیں اور پسینے کی چپچپاہٹ سارے جسم میں محسوس ہو رہی تھی۔

کمرہ تاریک تھا۔ وہ روشنی بند کر کے سونے کی عادی تھی۔

بدقت تمام وہ اٹھیں اور ٹٹولتی ہوئی سوئچ بورڈ تک پہنچیں! دوسرے ہی لمحہ میں کمرہ روشن ہو گیا۔ مگر پھر وہ سوچ میں پڑ گئیں.... ہو سکتا ہے وہ محض واہمہ رہا ہو۔ انہوں نے وہ آواز خواب میں سنی ہو۔ کیونکہ اب تو چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا تھا۔

پھر بھی وہ احتیاطاً باہر نکل ہی آئیں۔ برآمدے میں روشنی تھی۔ دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ صدر دروازہ کے دونوں پاٹ کھلے ہوئے تھے۔

جلد ہی انہوں نے اپنی حالت پر قابو پالیا کیونکہ وہ ایک مضبوط دل کی عورت تھیں۔ یہ اور بات ہے کہ بیرونی برآمدے میں صوفیہ کو بیہوش دیکھ کر انہیں چکر آگئے ہوں۔

انہوں نے اُسے ہلایا جلایا لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں....! اُن کے یہاں کوئی ملازم نہیں تھا۔ مجبوراً وہ خود ہی اندر آئیں اور پہلے تو انہوں نے نچلی منزل کے سارے کمرے دیکھ ڈالے اور یہ اطمینان ہو جانے پر کہ ساری چیزیں اپنی جگہ ہی پر موجود ہیں انہوں نے گلاس میں پانی انڈیلا اور پھر وہیں پہنچ گئیں جہاں صوفیہ بیہوش پڑی تھی۔

انہوں نے اُس کے منہ پر چھینٹے دیئے اور ایک پرانا اخبار جھلتی رہیں۔ کچھ دیر بعد صوفیہ نے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے پلکیں جھپکاتی رہی اور پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"آنٹی....!" اُس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی اور پھر وہ بیگم تنویر سے چمٹی ہوئی کسی ننھے سے بچے کی طرح کانپ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے.... کیا بات ہے! کیونکر میرا دم نکالے دے رہی ہو۔" بیگم تنویر بولیں۔

"وہ.... وہ اُسے لے گئے آنٹی....!"

"کون کسے لے گئے۔"

"جیلانی کو۔"

"جیلانی کو....!" بیگم تنویر نے حیرت سے کہا! "کون لے گئے۔"

"چار آدمی تھے جن کے چہروں پر نقابیں تھیں۔"

"کہاں لے گئے.... کیوں لے گئے.... کیسے لے گئے۔" بیگم تنویر بوکھلا گئیں۔

"زبردستی لے گئے۔ یہاں صحن میں جیلانی ان سے لڑ گیا تھا۔ انہیں میں سے کسی نے اس کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری اور وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔ میں اُسی کی آواز پر جاگی تھی۔ دروازہ کھلا ہی ہوا تھا میں یہاں برآمدے میں آگئی۔ جیلانی ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا.... ایک آدمی میری طرف بھی بڑھا اور پھر اُس نے مجھے حلق سے آواز نکالنے کی بھی مہلت نہیں دی! وہ میرا گلا گھونٹ رہا تھا۔ اسی دوران میں میں نے جیلانی کو بھی گرتے دیکھا اس کے بعد کا حال

مجھے یاد نہیں....!"

"جیلانی...." وہ آہستہ سے بڑبڑائیں اور اپنی پیشانی رگڑنے لگیں۔ پھر بولیں۔ "چلو اٹھو اندر چلیں.... میری تو آئی گئی عقل خبط ہو رہی ہے! سمجھ میں نہیں آتا کہ جیلانی کے لئے کیا کروں....!"

"وہ اُسے کیوں لے گئے ہیں آنٹی....!"

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔" انہوں نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

صوفیہ کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس طرح گھر کے اندر نہیں جانا چاہتی۔ لیکن پھر وہ بیگم تنویر کا حکم نہ ٹال سکی اور اندر آ کر بیگم تنویر نے دوبارہ دروازہ بولٹ کر دیا۔

"چلو اوپر چلیں....!" انہوں نے صوفیہ سے کہا۔

"وہاں کیا رکھا ہے! وہ تو اُسے لے گئے....!" صوفیہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

کچھ دیر بعد بیگم تنویر اوپر جانے کے لئے زینے طے کر رہی تھیں اور صوفیہ ان کے پیچھے تھی جیلانی کے کمروں میں سے ایک کے علاوہ اُسے کہیں بھی کسی قسم کی ابتری نہ دکھائی دی۔

ابتری صرف اس کمرے میں تھی جہاں جیلانی تصویریں بنایا کرتا تھا۔ یہاں کا سارا سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا تھا۔ فرش پر چاروں طرف تصویریں بکھری پڑی تھیں۔

"تصویریں کیوں الٹی گئی ہیں۔" صوفیہ نے حیرت سے کہا۔

"خدا بہتر جانتا ہے۔" بیگم تنویر نے طویل سانس لے کر کہا۔ اُن کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر وہ پھر بولیں "جیلانی بے حد پُر اسرار آدمی ہے۔ مگر کرنل فریدی اس کی تصویر میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔ تصویر بجائے خود پُر اسرار تھی۔ جیلانی کو اس وقت یہاں سے اس طرح لے جانے والے کون تھے۔ وہ اُسے کہاں لے گئے ہوں گے۔"

"میں کیا کروں....!" صوفیہ بڑبڑائی۔

"کیوں؟" بیگم تنویر چونک کر اُسے گھورنے لگیں! "میں کیا کروں کا کیا مطلب....!"

"جج.... جی کچھ مطلب نہیں.... بس.... یعنی کہ....!" صوفیہ ہکلا کر رہ گئی۔ لیکن بیگم تنویر اُسے گھورتی ہی رہیں۔

"کیوں؟ کیا تم کوئی حماقت کر بیٹھی ہو۔"

"جی نہیں تو.... مگر کیا مطلب! میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"کچھ نہیں....!" بیگم تنویر نے خشک لہجے میں کہا۔ "کوئی نہیں جانتا کہ جیلانی کون ہے۔ اس کے والدین کون تھے کہاں تھے۔"

"وہ تو خود کو سر دانش کا بیٹا کہتا ہے۔" صوفیہ بولی۔

"نہیں تم نہیں جانتیں۔ اس کی اصلیت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ وہ تو کل ایک آرٹسٹ لیڈی شیلا درپن سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے مجھے جیلانی کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے! سر دانش ایک اچھے مصور اور لاولد رئیس تھے۔ انہوں نے شادی ہی نہیں کی تھی۔ اپنی دولت عموماً فنکاروں اور فن پر صرف کرتے تھے۔ جیلانی ایک دن انہیں شہر کے کسی فٹ پاتھ پر ملا تھا وہ کوئلے سے فٹ پاتھ پر تصویریں بنا رہا تھا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سال تھی وہ اسی طرح پیٹ پالتا تھا۔ فٹ پاتھوں پر کوئلے سے اوٹ پٹانگ تصویریں بنا کر لوگوں کو خوش کرتا تھا اور وہ اُسے پیسے دیتے تھے۔ گویا اس نے بھیک مانگنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ سر دانش اُسے اپنے گھر لائے اور اُسے تعلیم و تربیت دینے لگے بچوں کی طرح پالا اور مرتے وقت جائیداد اسی کے نام لکھ گئے۔"

"اس کے باوجود بھی وہ کرائے کے مکان میں زندگی بسر کرتا ہے۔" صوفیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہوں! جیلانی جیسا شریف آدمی ہونا بہت مشکل کام ہے.... آج تک میری نظروں سے تو ایسا کوئی دوسرا آدمی نہیں گزرا.... سر دانش لاولد ضرور تھے لیکن اس کے بعض قریبی اعزہ تو تھے ہی جو اُن کے بعد ان کی جائیداد کے وارث ہوتے! لیکن سر دانش ان سے سخت متنفر تھے۔ اس لئے انہوں نے ان کو اپنی جائیداد سے ایک حبہ بھی نہیں دیا....! ان کے وہ عزیز مفلس تھے ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ جیلانی سے مقدمہ بازی کر کے جائیداد نکال لیتے۔ سر دانش کی ایک بیوہ عم زاد بھی تھی زیادہ تر حق اسی کو پہنچتا تھا۔ وہ بڑی تنگدستی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ ایک دن جھلاہٹ میں جیلانی پر چڑھ دوڑی۔ جیلانی کو جب یہ معلوم ہوا کہ سر دانش نے اُسے جائیداد دے کر اپنے اعزہ کی حق تلفی کی ہے تو اُسے بڑا دکھ ہوا.... اور وہ چپ چاپ ساری جائیداد سے دستبردار ہو گیا.... دانش کی عم زاد نے بہت چاہا کہ وہ اپنی رہائش کیلئے سر دانش ہی کا کوئی بنگلہ منتخب کر لے یا اسی کوٹھی میں مقیم رہے جس میں اب تک رہتا آیا تھا۔ لیکن جیلانی اس پر تیار نہ

ہوا.... اسی دن کوٹھی خالی کر دی۔ کرائے کے مکان میں رہنے لگا۔ ہے کوئی بیسویں صدی میں بھی ایسا.... مجھے تو نہیں دکھائی دیتا۔"

بیگم تنویر خاموش ہوگئیں اور صوفیہ چونک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

"تم رو رہی ہو....!" بیگم تنویر نے حیرت سے کہا۔

"جی.... وہ نہیں.... دیکھئے نیک آدمیوں کے قصے سن کر میرا دل بھر آتا ہے۔"

"مجھے کچھ کرنا چاہئے.... کرنل فریدی کو فون کروں.... کیا کروں۔"

"کرنل فریدی کہیں باہر گئے ہوئے ہیں! کل جیلانی نے انہیں فون کیا تھا گھر سے یہی جواب ملا تھا۔"

"پھر پولیس اسٹیشن فون کروں.... ہاں.... میرے خدا.... میں کتنی پریشان ہوں.... وہ کتنا اچھا تھا.... ایسا دل کڑھ رہا ہے جیسے اپنا ہی بچہ کھو گیا ہو۔"

❀

اتنی سردی تو تھی ہی کہ صرف سلکن سلپنگ سوٹ میں رہنا ناممکن ہو جاتا۔ حمید نے کمبل اوڑھ لیا اور گدا تہہ کر کے کاندھے پر ڈال لیا۔ اُسے یہ دیکھ کر اور بھی حیرت ہوئی کہ اس کے پیروں میں بھیگے ہوئے جوتے بھی نہیں ہیں! خشک سلیپر پیروں کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ یہ بھی اس کے اپنے ہی تھے۔

وہ درے والی چٹان سے اترنے لگے۔

"آخر آپ کو اس آسیب پر کس عورت کا شبہ ہوا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"آسیب.... آسیب ہے اس پر کسی کا شبہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے ابھی تک اُسے دیکھا تو نہیں ہے کہ اس پر کسی کا شبہ کیا جا سکے۔"

"وہ تصویر کس کی تھی۔"

دفعتاً.... فریدی نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ "نیچے دیکھ کر چلو ابھی ہڈیاں چور ہو جاتیں۔" حمید نے نیچے دیکھا۔ ایک بڑا سا غار تھا پھر وہ اس سے کترا کر نیچے اترنے لگے۔

نیچے پہنچ کر کچھ دور مسطح زمین پر چلنا پڑتا اور پھر اس کے بعد چڑھائی شروع ہو جاتی جس سے گزر کر وہ سیاحوں کے خیموں تک پہنچتے۔

فریدی اب بھی سرحدی چوکی کے کمانڈر ہی کے میک اپ میں تھا۔

"اب تم کہاں جاؤ گے۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اف.... فوہ تین بج گئے۔"

"میرا خیال ہے کہ قاسم خود ہی تلاش کر کے ان دونوں کو خیمے میں لے گیا ہوگا۔"

"مگر یہ لڑکی کیوں ہے تمہارے ساتھ۔!"

"ارے اسی بیچاری نے تو سہارا دیا تھا۔ ورنہ پتہ نہیں کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے چھوری پیک پر ہٹ اسی نے دلوایا تھا۔"

"مگر اس کے ساتھ آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ میرے آفیسر مسٹر آصف سے پوچھئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اب میں اس وقت کہاں جاؤں گا۔"

قاسم کے خیمے کے قریب پہنچ کر فریدی چلتے چلتے رک گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مجھے ان فوجیوں کی لاشوں کا بھی انتظام کرنا ہے۔ تم جاؤ.... لیکن تمہیں تا اطلاع ثانی یہیں قیام کرنا ہے۔"

"معاف کیجئے گا۔ میں آج کل صرف آصف کا پابند ہوں۔" حمید نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"تم دونوں ہی میرے پابند ہو۔ میری اجازت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔" فریدی نے کہا اور تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔

حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور گدا زمین پر رکھ کر اسی پر اکڑوں بیٹھ گیا۔ تمباکو کی خواہش اُسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ تھکن بھی محسوس کر رہا تھا۔ اسی لئے یہاں بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ یہاں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دس منٹ بعد وہ پھر اٹھ کھڑا ہوا.... اب اس کا رخ قاسم کے خیمے کی طرف تھا۔

❁

زیادہ دور نہیں چلنا پڑا.... خیموں کی بستی میں کہیں کہیں اس وقت بھی روشنی نظر آرہی تھی۔ حمید قاسم کے خیمے کے پاس رک گیا۔

اندر روشنی تھی لیکن در کا پردہ گرا کر باندھ دیا گیا تھا۔

اندر سے قاسم کی بھرائی ہوئی سی آواز آرہی تھی۔ ساتھ ہی وہ زیبا کی ہنسی بھی سن رہا تھا۔

قاسم شاید انہیں کوئی کہانی سنا رہا تھا۔

"پردہ کھولو....!" حمید نے باہر سے ہانک لگائی اور قاسم یک بیک خاموش ہوگیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا! "قون....!"

"تمہارا چچا فرعون.... پردہ کھولو....!"

"اَغے.... حمید بھائی....!" قاسم نے نعرہ لگایا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے خیمے میں زلزلہ آگیا۔ وہ بُری طرح ہل رہا تھا۔ کیوں نہ ہلتا جبکہ قاسم خود ہی پردے کی رسیاں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پردہ کھلا اور ساتھ ہی قاسم کا منہ بھی کھل گیا کیونکہ حمید کمبل اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے کاندھے پر گدا بار تھا اور جسم پر شب خوابی کا لباس۔ آصف اور زیبا بھی اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔" دفعتاً آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

حمید نے کوئی جواب دیئے بغیر گدا زمین پر پھیلا دیا اور اس پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ ساڑھے تین بج رہے ہیں۔"

"میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں۔" آصف نے للکارا۔

"اَمے تو آہستہ بولو نا بڑے بھائی.... چنگھارنے کی کیا جرورت ہے۔" قاسم نے سر ہلا کر کہا۔ "حمید بھائی ہیں۔ کوئی نئی سوجھی ہوگی۔"

"میرا سامان کہاں ہے۔"

"وہ اُدھر....!" قاسم نے ایک گوشے میں اشارہ کیا۔

حمید اٹھ کر اپنے سوٹ کیس کے قریب آیا۔ بھیگا ہوا سوٹ اس پر موجود تھا اور قریب ہی جوتے رکھے ہوئے تھے۔

"سامان یہاں پہنچانے کے بعد آپ لوگ کہیں گئے تھے؟" حمید نے آصف سے پوچھا۔

"بیکار بکواس نہ کرو۔" آصف نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر نہ گئے ہوتے تو تم چپ چاپ یہ سارا سامان کیسے نکال لے جاتے.... کہاں تھے اب تک۔"

"یہ میرا نہیں بلکہ روحِ بہار کا کرشمہ ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"میں اس منارے کو دیکھ کر نیچے اترنے لگا تھا۔ دفعتاً پیر پھسلا اور میں ایک چشمے میں جاگرا۔ اب جو ٹارچ روشن کی اور اوپر دیکھا تو دم نکل گیا کیونکہ یہ پانی ایک گہرے درے میں بہہ رہا تھا اور دونوں طرف چٹانیں کھڑی تھیں۔ میرا سر چکرا گیا کیونکہ اب اوپر پہنچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آرہا تھا کچھ ہوش آیا تو محسوس کیا کہ جسم پر بھیگے ہوئے کپڑے بھی نہیں ہیں۔ بستر بھی میرا اپنا ہی تھا اور سلیپنگ سوٹ بھی۔"

"لونڈوں کو ایسی غپ سنانا....!" آصف بے اعتباری سے بولا۔

اور حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "بھیگا ہوا سوٹ اور جوتے یہاں موجود ہیں۔"

زیبا آگے بڑھ کر دیکھنے لگی۔ قاسم اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے وہ کچھ سمجھا ہی نہ ہو۔

"قیا.... قصہ ہے حمید بھائی....!" اس نے پوچھا۔

"مجھ پر آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم کا منہ پھیل گیا۔

"تمہیں نیند کب آئے گی۔" آصف نے زیبا سے کہا۔ "خود بھی جاگ رہی ہو اور دوسروں کو بھی جگا رہی ہو۔"

پھر وہ سب چپ چاپ لیٹ گئے۔ قاسم بھی خاموش ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں ذہنی رو بہک گئی تھی یا آسیب کے نام پر اس کا دم ہی نکل گیا تھا۔

حمید تفریح کے موڈ میں نہیں تھا۔ نیند بھی غائب ہو گئی تھی اور اس وقت وہ صرف سوچنا چاہتا تھا۔ آخر فریدی نے اس آواز کے متعلق کیا نظریہ قائم کیا تھا؟ کیا وہ بھی اُسے آسیب ہی سمجھتا تھا۔ مگر نہیں! آسیب کیوں!.... اگر یہی بات ہوتی تو پہلے ہی سے اس تصویر کے پیچھے کیوں پڑتا۔ اس وقت تک اس آسیب کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے جیلانی کو تین سال سے پریشان کر رکھا ہو۔ لیکن فریدی کو اس کا علم کب تھا.... وہ تصویر تو اچانک اس کے سامنے آئی تھی اور وہ اس میں دلچسپی لینے لگا تھا.... اگر اُسے آسیب نہ سمجھا جائے تو پھر اس آواز کا مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے، جو ہر جگہ سنی جا سکتی ہے۔

حمید نے اس غار میں ٹرانسمیٹر تلاش کیا تھا۔ لیکن وہاں تو کوئی ایسی چیز بھی نہیں ملی تھی جس پر ٹرانسمیٹر کا شبہ ہی کیا جاتا۔ "اوہ.... مگر....!" وہ بڑبڑایا.... اُسے تاریک وادی کی وہ سنہری

اسفنج نما کائی یاد آگئی جسے زیرو لینڈ والے ٹرانسمیٹر کی بجائے استعمال کرتے تھے۔ اگر ویسا ہی کوئی سنہرہ ڈھیر کہیں چھپا دیا جائے تو اس سے بھی ویسی ہی آواز نکلے گی.... "اوہ.... اوہ....!" وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ بیٹھا مگر فزارو کا کمرہ.... اس کے ذہن میں کانٹے سے چبھنے لگے.... فزارو والا کمرہ.... وہ اور آصف دونوں ہی اُسی کمرے میں موجود تھے! لیکن الگ الگ اُس پُر اسرار عورت کی آوازیں سن رہے تھے۔ جب وہ آصف سے مخاطب ہوتی تھی تو حمید اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا اور جب وہ حمید سے کچھ کہتی تھی تو آصف نہیں سن سکتا تھا.... پھر اسے کیا کہا جائے گا.... ہو سکتا ہے اس بار فریدی کے نظریات شکست ہو جائیں.... مگر وہ چمکدار دھوئیں کا منارہ.... اس نے کہا تھا کہ وہ اس کی بے چینی تھی۔ فریدی نے تو یہی بتایا تھا۔ وہ اس کی بے چینی تھی جو زمین و آسمان کو ایک کر دیتی تھی۔ کتنا شاعرانہ خیال تھا.... وہ کیسی ہو گی.... کیسی ہو گی.... اس کی آواز کتنی رسیلی ہے.... کتنی پُر اسرار ہے.... حمید بستر سے اٹھ گیا.... وہ لوگ خراٹے لینے لگے تھے مگر خیمے میں ٹہلنے کی جگہ کہاں تھی.... پھر وہ کیا کرتا.... دفعتاً باہر سے آواز آئی۔

"کیپٹن حمید.... براہِ کرم باہر تشریف لائیے۔"

آواز مردانہ تھی اور حمید کے لئے بالکل نئی! ذہن پر زور دینے کے باوجود بھی وہ اس آواز کی شناخت نہ کر سکا۔

"کون ہے....!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کرنل وارڈ....!" پر سکون لہجے میں جواب دیا گیا اور حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔ سونے والے سوتے رہے۔ حمید نے خیمے کے پردے کی رسیاں کھولیں پردہ ہٹاتے ہی پیٹرومیکس کی روشنی کرنل وارڈ پر پڑی۔ وہ سفید سمور کی ٹوپی اور سیاہ لبادے میں ملبوس تھا۔

"شاید ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔" حمید نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیا آپ میرے خیمے تک چل سکیں گے....!" کرنل نے جھجکیوں کے سے انداز میں کہا۔

"ضرور چلوں گا....!" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

کھوپڑی کھا گئی

کرنل وارڈ کا خیمہ کیا تھا اچھا خاصا بھوت خانہ تھا۔ خیمے کے وسط میں ایک ایسا قالین بچھا ہوا تھا جس پر انسانی ہڈیوں کے ڈھانچوں سے ترتیب دیئے ہوئے ڈیزائن تھے۔ اسی قالین پر ایک جگہ انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔

حمید نے خیمے کی فضا میں عجیب سی بو محسوس کی۔ لیکن وہ اُسے کوئی معنی نہ پہنا سکا۔ ویسے اس کا مبہم سا احساس ضرور تھا کہ وہ خوشبو کسی حد تک جانی پہچانی ہوئی سی ہے۔ پھر یک بیک اُسے یاد آگیا کہ وہ خوشبو کیسی ہے۔ ایسے خوشبو تو کفن سے آتی ہے۔ کافور صندل اور عطر کی ملی جلی خوشبو!

کرنل وارڈ خیمے کے وسط میں کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ویران ہوتی جارہی تھیں.... دفعتاً اس نے کہا۔ "کیپٹن یہ میری زندگی کا حیرت انگیز ترین دن ہے۔"

"کیوں....؟" حمید چونک پڑا۔

"اب تک میرے پاس ایسے ہی آدمی آتے رہے ہیں جنہیں کسی روح کو طلب کرنا ہوتا ہے۔ لیکن آج ایک ایسا آدمی آیا ہے جسے ایک روح نے طلب کیا ہے۔ میرے سارے کیریئر میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا۔"

"مجھے کس روح نے طلب کیا ہے۔" حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"تم کون ہو۔"

"کرنل وارڈ ماہر روحانیات کا نام شائد آپ نے پہلے بھی کبھی سنا ہو۔"

"مجھے یاد نہیں پڑتا۔"

"خیر ہوگا۔ تو ہاں آپ نے اس روح کے متعلق پوچھا تھا۔ وہ ایک قدیم روح ہے۔ بہت دنوں سے بے چین ہے۔ میں اس بے چینی کی وجہ نہیں جانتا۔ لیکن میرا علم ہی خبر دیتا ہے کہ عنقریب وہ روح سکون پا جائے گی۔"

"آپ جانتے ہیں میں کون ہوں۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اور میرا وقت برباد کرانے کی سزا کیا ہوسکتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ آپ محکمہ سراغ رسانی کے ایک ذمہ دار آفیسر ہیں اور مجھے پھانسی تک

دلوا سکتے ہیں۔"

"یہ زبان جو قینچی کی طرح چل رہی ہے منہ سے کھینچی بھی جاسکتی ہے۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

دفعتاً زمین پر رکھی ہوئی کھوپڑی سے قہقہے کی آواز آئی اور یہ آواز اس آسیب کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر اس نے حمید کو مخاطب کیا۔

"تم بڑے احسان فراموش معلوم ہوتے ہو۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے میں نے تمہاری جان بچائی تھی اور اب تم میرے پجاری کو آنکھیں دکھا رہے ہو....!"

"ہیں.... یہ تمہارے پجاری ہیں.... روح بہار....!"

"میرا پجاری....!" بڑی شان سے جواب دیا گیا۔

حمید کرنل وارڈ کی طرف مڑا اور اس سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "مجھے افسوس ہے مائی ڈیئر مسٹر پجاری۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تمہارا تعلق جان سے پیاری روح بہار سے ہے.... ڈارلنگ روح بہار.... اس غلطی پر تم جو سزا مجھے چاہو دے سکتی ہو۔ کہو تو مرغا بن جاؤں۔"

"مکاری کی باتیں نہیں کیپٹن حمید! میں نے تم سے بھی بڑے مکار دیکھے ہیں۔"

"جانِ آرزو! تم میرے خلوص کو پھانسی دے رہی ہو۔ میری دل آزاری نہ کرو۔ میں تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"خیر اسی وقت اس کا بھی امتحان ہو جائے گا۔" کھوپڑی سے آواز آئی۔ "فی الحال میں تمہاری ایک آرزو پوری کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے کہا تھا نا کہ تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو۔"

"اوہ.... اوہ....!" حمید دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر دوزانو بیٹھ گیا اور بولا۔ "تم میری خواہش پوری کرو گی.... مگر کہاں۔"

"یہیں.... اسی جگہ....!" کھوپڑی سے آواز آئی۔

"میں بہت مضطرب ہوں.... روح بہار.... اب باتوں میں وقت نہ برباد کرو۔"

"اچھا تو دیکھو....!" کھوپڑی سے آواز آئی اور یکایک خیمے میں اندھیرا گھپ ہو گیا! پٹرومیکس لیمپ بجھ گیا تھا۔

پھر اس اندھیرے میں ایک جگہ روشنی کا دھبہ سا نظر آیا۔ کچھ دیر بعد جب آنکھیں

اندھیرے کی عادی ہوگئیں تو وہی دھبہ پہلے ہی سے بھی زیادہ واضح ہوگیا۔ یہ قالین کے وسط میں رکھی ہوئی کھوپڑی تھی۔ آنکھوں کے سوراخ پہلے ہی کی طرح تاریک تھے.... کھوپڑی ہی کی سطح چمک رہی تھی۔ اچانک آنکھوں کے سوراخوں سے دو باریک چمکدار سی لکیریں نکلیں اور انہوں نے کھوپڑی کے گرد تقریباً پانچ فٹ قطر کا دائرہ بنایا.... آہستہ آہستہ یہ دائرہ بلند ہونے لگا.... چمکیلا غبار دائرے کی شکل میں اوپر اٹھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ خیمے کی چھت سے جالگا۔ وہ غبار اتنا روشن تھا کہ خیمے کی ایک ایک چیز صاف دیکھی جاسکتی تھی۔ حمید کے قریب ہی کرنل وارڈ کھڑا اس غبار کو گھور رہا تھا۔ سفید سمور کی ٹوپی کے نیچے اس کا نیم تاریک چہرہ اس وقت بڑا بھیانک لگ رہا تھا.... حمید کی آنکھیں اس کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

پھر وہ چونکا شہنائیوں اور ڈھول کی مدھم آواز چمکدار غبار کے بگولے سے نکل کر خیمے میں منتشر ہورہی تھی.... ایک عجیب سا نغمہ تھا.... جس نے چند ہی لمحات میں ہزاروں سال پہلے کی دنیا کا ماحول پیدا کردیا۔ عودو عنبر کی لپٹوں سے سارا خیمہ مہک رہا تھا۔ آہستہ آہستہ شہنائیوں کی آوازیں سکوت میں گم ہوتی چلی گئیں پھر گھنٹے بجنے لگے.... بالکل ایسے ہی جیسے پوجا کے وقت بجتے ہیں۔ اس کے بعد مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنائی دی جو بتدریج بلند ہوتی گئی اور اب حمید کی سمجھ میں آیا کہ یہ ہزاروں آدمیوں کا کورس تھا۔ ہزاروں آدمی بیک وقت گا رہے تھے.... یہ حمید کی سمجھ میں نہ آسکا.... موسیقی بھی غیرمانوس تھی۔ مگر اس سے عظمت اور جلال و جبروت کا اظہار ہورہا تھا۔

پھر یک بیک اس روشن غبار کے بگولے کے اندر ایک دھندلا سا انسانی مجسمہ نظر آیا جس کے خدوخال واضح نہیں تھے۔ آہستہ آہستہ مجسمہ واضح ہوتا گیا۔ یہ ایک بے حد حسین عورت تھی۔ اس کے جسم پر قدیم یونانی وضع کا سفید لبادہ تھا اور وہ یونان ہی کی کوئی اساطیری دیوی معلوم ہورہی تھی۔ اس کے ہونٹ ہلے اور آواز نکلی۔ یہی آواز حمید بہت دنوں سے سنتا آرہا تھا۔ مگر وہ اس وقت جو کچھ بھی کہہ رہی تھی حمید کے فرشتے بھی اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکتے تھے۔ پتہ نہیں وہ کون سی زبان تھی۔

پھر اچانک وہ ہنس پڑی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے چینی کی پلیٹ میں ننھے ننھے ٹھوس موتیوں کی لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

"ہاہا.... تم نہیں سمجھے کیپٹن حمید۔" اس نے کہا۔ "میں نے ابھی تمہیں دیوتاؤں کی زبان میں مخاطب کیا تھا۔ میں یونان کی وینس ہوں.... اگر تم نے میرا بت دیکھا ہو تو پہچاننے کی کوشش کرو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ رہا تھا۔

"میں ہزار ہا سال سے بیکراں خلاؤں میں موجود ہوں....!" مجسمے نے کہا۔ "ہر دور میں مجھے چند لوگ پسند آتے ہیں۔ مجھے کرنل فریدی کی جرأت اور ذہانت پسند ہے.... اور تم.... تمہاری باغ و بہار طبیعت مجھے بھائی ہے.... بلاؤ کرنل کہاں ہے وہ روحوں پر یقین نہیں رکھتا.... تم ہی بتاؤ.... تم جو ابھی سوچ رہے تھے کہ اس کھوپڑی میں کوئی چھوٹا سا ٹرانسمیٹر موجود ہے.... تم جو تاریک وادی میں سنہری کائی دیکھ چکے ہو! مجھے بھی سائینس کا کوئی شعبدہ سمجھتے ہو.... بولو.... جواب دو! کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں۔"

حمید دم بخود تھا۔ وہ روشن غبار کے بگولے کے درمیان اُس عورت کو دیکھ رہا تھا جس کا جسم حرکت کر سکتا تھا۔ جس کے متحرک ہونٹوں سے منتشر ہونے والے الفاظ اس کے کانوں تک پہنچ رہے تھے۔ وہ ایک روح تھی.... کیا حقیقتاً وہ ایک روح تھی.... حمید خائف نہیں تھا۔ لیکن اس کے اعصاب کو کیا ہو گیا تھا۔ اس کی زبان کیوں گنگ ہو گئی تھی۔

"تم اب بھی شبے میں مبتلا ہو کیپٹن حمید۔ اچھا اٹھو اور میرے قریب آؤ.... آؤ.... ڈرتے کیوں ہو.... کیا میں تمہیں کوئی گزند پہنچاؤں گی.... ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں کیپٹن حمید.... اگر یہی چاہتی تو تم اس چشمے سے نکل کر بستر میں آرام کرتے ہوئے نہ پائے گئے ہوتے.... آؤ قریب آؤ۔"

حمید ابھی تک دوزانو ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ بہت بڑی بزدلی ہو گی اگر وہ اٹھ کر اس کے پاس نہ جائے۔ وہ اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا روشن غبار کے بگولے کے قریب پہنچ گیا جو ایک ہی جگہ پر بڑی تیزی سے گردش کر رہا تھا۔

"تم واقعی بہت دلیر ہو کیپٹن حمید۔" روح مسکرائی۔ "تم جیسے لوگ بھی کم ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔ ادھر دیکھو ذرا کرنل وارڈ کی حالت دیکھو۔"

حمید کرنل وارڈ کی طرف مڑا جو زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا اور اس میں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

"آؤ.... اندر آجاؤ.... ڈرو نہیں....!" روح نے بڑے پیار سے کہا۔

حمید جی کڑا کر کے غبار کے بگولے میں داخل ہو گیا.... روح اب اس سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر تھی!

"لو.... میرا ہاتھ پکڑ لو.... دیکھو کتنا سرد ہے.... شائد تمہارا زندگی سے بھرپور ہاتھ اسے کچھ حرارت دے سکے۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ کتنی حسین تھی.... کتنی دلکش تھی.... حمید پر بے خودی سی طاری ہوتی جارہی تھی۔ اس نے چھپاک سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن پھر اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی.... کیونکہ اس کی مٹھی بند ہو گئی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ دھوئیں کا ہاتھ ہو۔ روح اب بھی وہیں موجود تھی اس کا ہاتھ بھی اسی پوزیشن میں تھا۔ حمید نے سنبھالا لیا.... اور جی کڑا کر کے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا.... لیکن ہاتھ اس طرح اس کی کمر سے گزر گیا جیسے دھوئیں سے گزرا ہو۔

روح نے قہقہہ لگایا اور حمید لڑکھڑاتا ہوا.... روشن غبار کے بگولے سے نکل آیا۔ اس کا سر شدت سے چکرا رہا تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ اپنی قوت سے کھڑا نہ رہ سکے گا۔

"دیکھا تم نے.... اب اپنا وقت برباد نہ کرو....!" روح نے کہا اور آہستہ آہستہ اُسی روشن غبار میں تحلیل ہو گئی۔

پھر غبار بھی تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ حمید وہیں کھڑا رہا۔ لیکن اب اس کی حالت اور زیادہ ابتر ہوتی جارہی تھی۔

وہ کیا کرے.... وہ کیا کرے.... اتنی سی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آسکی کہ اُسے بیٹھ جانا چاہئے۔

وہ آگے پیچھے جھول رہا تھا.... دفعتاً کرنل وارڈ اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا اور داہنے بازو کا سہارا دیتا ہوا بولا۔ "سنبھلو کیپٹن.... سنبھلو.... میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ آج تمہاری بدولت اس کا دیدار نصیب ہوا.... ورنہ بیس برس سے اس کی پرستش کرتا آرہا تھا۔ مگر وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئی.... صرف اس کی آواز ہی سنتا رہا تھا.... اوہ.... کیپٹن اوہ.... کیپٹن تم کتنے خوش نصیب ہو!.... اس نے تمہیں اپنے قریب بلایا تھا اپنا ہاتھ پیش کیا تھا۔ بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ.... تم واقعی بڑے ہمت والے ہو۔ اگر وہ مجھے اپنے قریب بلاتی تو.... میرا تو دم ہی نکل جاتا۔"

اس نے حمید کو قالین پر بٹھا دیا۔

دوسری صبح فریدی حمید کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ حفاظتی چوکی سے ٹرانس میٹر کے ذریعہ اس نے ہیڈ کوارٹر کو حالات سے آگاہ کیا تھا اور اسے ہیڈ کوارٹر سے اختیار ملا تھا کہ وہ سیکنڈ آفیسر کو وقتی طور پر انچارج بنا کر اپنا کام دیکھے۔ وادیٔ کا جیک کا پُراسرار دخانی منارہ ہیڈ کوارٹر کے لئے بھی الجھن کا باعث بن گیا تھا۔ لہٰذا فریدی کو یہ بھی بتایا کہ ایک فوجی تحقیقاتی کمیشن وادیٔ کا جیک کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ فریدی اس اطلاع پر کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

پھر وہ حمید کی تلاش میں نکلا۔ پچھلی رات کے تجربات نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ حریف کی نظر اس پر ہر وقت رہتی ہے۔ لہٰذا میک اپ بھی فضول ہی ثابت ہوگا۔ اسی لئے اس نے حفاظتی چوکی کے کمانڈر کا میک اپ ختم کر دیا تھا۔

قاسم کا خیمہ تلاش کرنے میں اُسے کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ کیونکہ وہاں کسی دیو قامت آدمی کو تلاش کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ مشکل کیوں ہوتا جب کہ قاسم پہلے ہی سے آس پاس والوں کے لئے موضوع گفتگو بنا رہا تھا۔ لیکن اس وقت اس کا خیمہ خالی ملا۔ فریدی نے سوچا ممکن ہے وہ لوگ "کیفِ شبانہ" میں ناشتہ کرنے گئے ہوں۔ اس لئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہ میں کرنل وارڈ کے خیمے کے قریب اُسے رک جانا پڑا۔ کیونکہ اندر سے حمید کے گانے کی آواز آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی تال اور سر میں لکڑی بجائی جا رہی تھی۔ پھر کوئی دوسرا بھی حمید کی آواز میں آواز ملانے لگا۔ حمید گا رہا تھا۔

زہرہ ہفت افلاک کی نذر ہیں! عشرتیں راحتیں، زندگی اور دل

دل جو معمور ہے زہرہ ہفت افلاک کے عشق سے زہرہ ہفت افلاک کا عشق ہے حاصل زندگی

فریدی بغیر اجازت پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ لیکن آج کل اُسے کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی تھی۔ پھر وہ حمید کو اس حال میں دیکھ کر حیرت کیوں ظاہر کرتا۔

حمید کا حلیہ عجیب تھا۔ اس کے سر پر بھی سمور کی ٹوپی تھی اور جسم پر لبادہ.... وہ قالین پر دو زانو بیٹھا ہوا گا رہا تھا اور اس کے سامنے اسی پوزیشن میں کرنل وارڈ بیٹھا گانے کی تال اور سر کے ساتھ دو بڑی بڑی ہڈیاں بجا رہا تھا۔ کبھی وہ بھی گانے لگتا۔ دونوں کی آنکھیں بند تھیں اور ان کے درمیان ایک انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔

قریب ہی زیبا قاسم اور آصف کھڑے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہے تھے۔ آصف فریدی کو دیکھ کر چونک پڑا اور زیبا پر کچھ اس قسم کی نظر ڈالی جیسے وہاں اس وقت اس کی موجودگی اس کے لئے کوئی بڑی آفت لائے گی۔

"یہ دیکھئے اپنے شاگرد رشید کے کرتوت....!" آصف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اس کی آواز پر ان دونوں نے اس طرح خاموش ہو کر آنکھیں کھول دیں جیسے ان کی موجودگی سے بے خبر رہے ہوں۔ دونوں ہی کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"جائیے....!" حمید ہاتھ ہلا کر فریدی سے بولا۔ "میں اب آپ کے کام کا نہیں رہا۔ جائیے اپنی عقل کو چگاتے پھریئے۔ مجھے تو نیا گیان ہوا ہے۔ میں زہرہ کا پجاری ہوں.... جائیے.... میری واپسی نہ ممکن ہے۔"

"سن لیا....!" آصف بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یہ تم سے بھی بڑھ جائے گا۔"

"یہ تم نے کیا کیا۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کرنل وارڈ سے کہا۔

"آپ کون ہیں اور بغیر اجازت میرے خیمے میں کیوں گھس آئے۔" کرنل وارڈ اٹھتا ہوا بولا۔

"تم کرنل وارڈ ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں میرے نام کے سلسلے میں تم غلطی پر نہیں ہو۔" کرنل وارڈ نے پُرسکون لہجہ میں کہا۔

"اور اب براہِ کرم باہر چلے جاؤ.... ہماری عبادت میں خلل نہ ڈالو۔"

حمید نے پھر زہرہ ہفت افلاک کا بھجن شروع کر دیا اور کرنل وارڈ پہلے ہی کی طرح ہڈیاں بجاتا رہا۔

"کرنل وارڈ....!" دفعتاً فریدی گرجا۔ "میں تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ خیمہ کب سے تمہارے پاس ہے۔"

"میں کیوں بتاؤں! تم کون ہو۔"

فریدی نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کے آگے ڈالا۔

"اوہ.... تو.... مگر مجھے پولیس سے کیا سروکار۔" کرنل وارڈ نے کارڈ دیکھ کر متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"میری بات کا جواب دو۔"

"سیزن کے شروع ہی میں میں نے یہ خیمہ اپنے لئے بک کرالیا تھا۔"

"مگر تم زیادہ تر دارالحکومت میں نظر آتے ہو۔"

"کیوں نہ آؤں! کیا میری نقل و حرکت پر کسی قسم کی پابندی لگادی گئی ہے۔"

"کیا تم آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے پر مجبور نہیں کئے جاسکتے۔" فریدی غرایا۔

"آپ کیوں ہمیں بور کر رہے ہیں۔" حمید بول پڑا۔

"تم....!" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔ "اٹھو اور چپ چاپ باہر نکل جاؤ۔"

"میں زہرہ ہفت افلاک کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کیا بک رہا ہے....!"

"آصف سے پوچھ لیجئے....!" حمید نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ اس کی نگاہ وسط میں رکھی ہوئی کھوپڑی پر تھی۔

آصف نے فریدی کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

اور وہ سب باہر نکل آئے.... آصف نے فریدی سے پوچھا۔ "تم کب آئے....!"

لیکن فریدی نے اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر خود اس سے پوچھا۔

"آپ لوگ یہاں کیا کر رہے تھے۔"

آصف نے فرزارو کے آسیب زدہ کمرے کی داستان چھیڑ دی.... حمید اور کرنل وارڈ کی آوازیں اب بھی خیمے سے آرہی تھیں زہرہ ہفت افلاک کا بھجن جاری تھا، فریدی حالانکہ اس آسیب کی کہانی حمید سے بھی سن چکا تھا۔ لیکن آصف کی زبان سے نہایت صبر و سکون کے ساتھ معلومات حاصل کرتا رہا جیسے یہ حیرت انگیز واقعات پہلی بار اس کے سامنے آئے ہوں۔

"حمید رات ہی سے عجیب و غریب حرکتیں کرتا رہا ہے۔" آصف نے کہا اور بھیگے ہوئے سوٹ کی کہانی دہراتا ہوا بولا۔ "اس کے بعد ہم جب صبح سو کر اٹھے تو وہ بستر سے غائب تھا۔ اچانک میں نے اسی آسیب کی آواز سنی جو ہمیں کرنل وارڈ کے خیمے میں جانے کی ہدایت کر رہی تھی۔ یہاں پہنچے تو حمید صاحب کو اس حال میں دیکھا۔ دیکھو میری سنو۔ کسی اچھے عامل سے رجوع کرو۔ حمید پر سایہ ہو گیا ہے۔"

یہ حیرت انگیز کہانی پہلی بار قاسم کی سمجھ میں آئی تھی اس لئے اس کا حلیہ دیکھنے سے تعلق

رکھتا تھا۔

"تم نے بھی آواز سنی تھی۔" فریدی نے قاسم سے پوچھا۔

"نن.... نہیں.... میں نے تو نہیں سنی۔" قاسم نے کہا۔ فریدی نے زیبا کی طرف دیکھا۔ اس نے بھی سر ہلا دیا ویسے وہ فریدی کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسے خواب میں نظر آیا ہو۔ شروع سے اب تک ایک پل کے لئے بھی اس کی نظریں فریدی سے نہیں ہٹی تھیں۔

"ہوں....!" فریدی آصف کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کی نگاہ اس کے داہنے ہاتھ پر رک گئی۔

"دیکھو....!" آصف نے بزرگانہ انداز میں کہا۔ "تم روحانیت کے قائل نہیں ہو۔"

"یہ کس گدھے نے کہہ دیا آپ سے.... ہاں میں بھٹکنے والی روحوں کا قائل نہیں ہوں۔ یہ سو فیصدی فراڈ ہوتا ہے یا کسی ذی روح کی شیطانی قوت ارادی کا کرشمہ....!"

"کچھ بھی سہی! یہ شیطانی قوت تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔"

فریدی تحقیر آمیز انداز میں ہنسا اور بولا۔ "میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

خیمے میں وہ دونوں اب بھی اسی سرگرمی کے ساتھ ہڈیوں کی تال پر بھجن گا رہے تھے۔

فریدی اندر جانے کے لئے مڑا.... وہ لوگ پھر اس کے پیچھے لگ گئے۔ قاسم سے شاید یہ حرکت غیر ارادی ہی طور پر سرزد ہوئی تھی ورنہ وہ بیچارہ آسیب کا شدت سے قائل تھا اور ایسی باتوں سے تو اس کا دم نکلتا تھا۔

لیکن خیمے میں داخل ہوتے ہی ایک بار تو فریدی بھی چکرا گیا۔ کیونکہ وہ دونوں غائب تھے۔ مگر آوازیں.... آوازیں تو قالین پر رکھی ہوئی کھوپڑی سے آ رہی تھیں۔

"ارے.... بب.... بب.... بب.... ہاں....!" قاسم بھینسوں کی طرح ڈکراتا ہوا باہر بھاگا اور زیبا آصف سے چمٹ گئی۔ آصف کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ اپنی جگہ سے بھی ہل سکتا۔ فریدی کھوپڑی کی طرف بڑھا اور یک بیک کھوپڑی سے آواز آئی۔ "خبردار کرنل آگے نہ بڑھنا.... پچھتاؤ گے....!" یہ اسی پُر اسرار عورت کی آواز تھی.... جس وقت وہ بولی تھی بھجن کی آواز ہلکی ہو کر بیک گراؤنڈ میں چلی گئی تھی۔ آصف اور زیبا ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے بُری طرح کانپ رہے تھے۔

انگوٹھی

فریدی نے اس کھوپڑی پر ٹھوکر رسید کی.... وہ اچھل کر خیمے کی قنات سے جا ٹکرائی اور پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا.... اور خیمہ دھڑادھڑ جلنے لگا.... آصف چیختا اور زیبا کو کھینچتا ہوا باہر نکل گیا۔

پھر وہ ہلڑ ہوا کہ خدا کی پناہ.... دوسرے خیموں کی رسیاں کاٹ کاٹ کر انہیں گرایا جانے لگا کیونکہ آس پاس کے دو ایک خیمے اور بھی آگ کی لپیٹ میں آگئے تھے۔

"یہ کیا ہوا.... یہ آدمی کون تھا۔" زیبا آصف سے پوچھ رہی تھی۔ آصف پر اب بھی لرزہ طاری تھا۔ وہ لوگوں کو خیمے گراتے اور آگ بجھاتے دیکھ رہا تھا۔

"وہ ایک ناعاقبت اندیش حیوان تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ خیمے ہی میں بھسم ہو گیا ہوگا۔" آصف نے بدقت تمام کہا۔ اسے فریدی پر غصہ بھی آرہا تھا۔

بمشکل تمام آگ پر قابو پایا جاسکا.... اس بھیڑ میں آصف کو قاسم بھی نظر آیا جو آگ بجھانے والوں کو مدد دے رہا تھا۔ جلتے ہوئے خیموں سے اس نے دو تین آدمیوں کو باہر نکالا تھا۔

پھر اس نے دیکھا کہ وہ ان کی طرف آرہا ہے۔

"قق.... کرنل صاحب کہاں ہیں۔" اس نے قریب پہنچ کر آصف سے پوچھا۔

"پتہ نہیں....!"

"پتہ نہیں....!" قاسم ہاتھ نچا کر جھلائے ہوئے لہجہ میں بولا۔ "بس تم ان سے چپکے کھڑے رہو۔ شرم نہیں آتی۔"

"کیا بکواس ہے۔" آصف آنکھیں نکال کر غرایا۔

"اے جاؤ.... بڈھے ہوگئے تمہارے برابر میرے لڑکے ہوں گے.... نن نہیں.... میرے برابر تمہارے لڑکے ہوں گے۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں....!"

"میرے پہلو میں بھی ہوتی تو میں ہوش میں نہ ہوتا۔" قاسم نے کہا شاید اس کی ذہنی رو بہک گئی تھی۔ یا پھر وہ پچھلی رات دل ہی دل میں آصف پر تاؤ کھاتا رہا تھا کہ اس وقت ابل ہی پڑا.... اُسے یہ چیز پہلے گراں گزری تھی کہ اتنا بوڑھا آدمی کسی اتنی جوان لڑکی سے "محوبت" کرے۔

"میں تمہارے ہتھکڑیاں لگوادوں گا۔" آصف غصے سے کانپتا ہوا بولا۔

"ابے جاؤ مر گئیے.... ہتھکڑیاں لگوانے والے.... چلو.... تم ادھر آؤ۔"

قاسم نے زیبا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ پتہ نہیں قاسم کو کیا ہو گیا تھا۔ اس سے اتنی جرأت کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ارے یہ وہی قاسم تو تھا جو عورتوں کی موجودگی میں ہکلانے لگتا تھا۔ وہ لوگ جن سے بے تکلفی نہ ہو ان کے سامنے عورت کے مسئلے پر گفتگو کرنے کے لئے زبان نہیں کھلتی تھی۔

"میں تمہیں گولی ماردوں گا۔" آصف نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ اتنے میں فریدی نہ جانے کدھر سے آنکلا اس کے ساتھ دو فوجی بھی تھے۔

"ٹھہرو....!" آصف نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اسے سمجھاؤ.... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

فریدی نے قاسم کو گھور کر دیکھا.... اور قاسم جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں بھی کچھ کہوں گا۔ میری بھی سنئے۔" وہ ابھی تک زیبا کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور زیبا دم بخود تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہانیوں والے کسی آدم خور دیو سے سابقہ پڑ گیا ہو۔

فریدی نے فوجیوں سے کہا۔ میں نے اس خیمے کی جگہ چاک سے نشان لگادیا ہے وہاں چوبیس گھنٹے دو آدمیوں کی ڈیوٹی رہے گی۔

فوجی اُسے سلیوٹ کر کے خیموں کی طرف چلے گئے۔

"ہاں.... کیا بات ہے۔" فریدی نے انہیں باری باری سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسی سے پوچھو....!" آصف نے قاسم کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جبان سنبھال کر تم خود اسی.... اُسی....!" قاسم دھاڑا۔

"خاموش رہو۔" فریدی نے ڈانٹا اور قاسم ہونٹوں ہی ہونٹوں مین کچھ بڑبڑاتا ہوا خاموش ہو گیا۔ پھر فریدی نے اس سے کہا۔ "اس کا ہاتھ کیوں پکڑ رکھا ہے۔"

قاسم بُری طرح چونکا اور اس کا ہاتھ چھوڑ کر لڑکھڑاتا ہوا دو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ زیبا بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"کیا تمہارا خیمہ جل گیا۔" فریدی نے قاسم سے پوچھا۔

"نہیں.... جی نہیں.... وہ رہا!" قاسم نے خیمے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو....!" فریدی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہوا خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ زیبا متحیرانہ انداز میں فریدی کو دیکھ رہی تھی اور شاید یہ چیز آصف کو گراں گزری تھی۔

وہ طوعاً کرہاً فریدی کے پیچھے چل پڑا۔ قاسم اور زیبا بھی چل رہے تھے۔

خیمے میں پہنچ کر فریدی قالین پر بیٹھ گیا اور آصف سے بولا۔ "اب بتایئے کیا قصہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس قصے سے پہلے حمید کو تلاش کرنا چاہئے۔"

"اُسے تو آسیب ہضم کر گیا۔" فریدی مسکرایا۔ "اس کی واپسی اب ناممکن ہے۔ ہاں خیر.... اب بھی آپ لوگوں کے ساتھ اس لڑکی کی موجودگی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔"

"آپ ہوتے کون ہیں پوچھنے والے۔" آصف نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آپ کو شاید میرے اختیارات کا علم نہیں ہے۔ میں انسپکٹر جنرل کے کاموں میں بھی مداخلت کر سکتا ہوں۔ اگر ضرورت پڑے.... ویسے یہ اور بات ہے کہ میں اس مداخلت کو مشورے کا رنگ دے دوں۔"

"آپ خواہ مخواہ.... مجھ پر دھونس جمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہاں نہیں چلے گی۔"

دفعتاً فریدی لڑکی کی طرف مڑا۔

"لڑکی تم کون ہو۔"

"ان لوگوں نے مجھے پاگل بنا کر رکھ دیا ہے جناب! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"تم کوئی غیر ذمہ دارانہ گفتگو نہیں کرو گی۔" آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لڑکی تمہیں جو کچھ بھی کہنا ہے نڈر ہو کر کہو۔ آصف صاحب باہر جا سکتے ہیں۔ ورنہ مجھے مجبوراً کوئی غیر سرکاری قدم اٹھانا پڑے گا۔"

آصف نے فریدی کے چہرے کی طرف دیکھا اور دم بخود رہ گیا۔

"ان کے سیکریٹری نے مجھ سے کہا تھا کہ میں انہیں بیوقوف بنا کر ان سے رقومات وصول کروں۔ یہ ایک بہت بڑے سیٹھ ہیں۔ میں فزارو میں ویٹریس ہوں جناب۔"

"دیکھا.... دیکھ لیا۔" آصف آنکھیں نکال کر بولا۔ "سیکریٹری سے مراد حمید ہے۔"

"دیکھ لیا، مگر آپ اس کے آفیسر تھے.... آپ نے اس لڑکی کو اپنے اوپر مسلط ہی کیوں ہونے دیا تھا۔"

"تم بے تکے الزامات لگا رہے ہو۔ اس بیچاری نے ہمارے لئے ایک پناہ گاہ تلاش کی تھی.
اس لئے جب ہم یہاں آنے لگے تو اسے بھی ساتھ لیتے آئے۔"

"نہیں جناب.... یہ غلط ہے۔" زیبا بولی۔ "میں کوئی رئیس زادی نہیں ہوں کہ اس طرح
سیر و تفریح کرتی پھروں....!"

"مجھے دو ماہ کے لئے ملازم رکھا گیا تھا۔ واہ یہ اچھی رہی۔"

"کس نے ملازم رکھا تھا۔" آصف آنکھیں نکال کر بولا۔

"آپ کے سیکریٹری نے....!"

"تو.... وہی تنخواہ بھی ادا کرے گا....!"

"میں ادا قروں گا۔" قاسم چھاتی ٹھونک کر بولا۔ "ابے ایسے حمید بھائی پر ہزاروں نثار کر سکتا
ہوں تم کیا سمجھتے ہو.... ہاں جی بتاؤ کتنی تنخواہ طے ہوئی تھی۔"

"ڈھائی سو۔" زیبا نے جواب دیا۔

"بس.... پھس....!" قاسم نے آصف کی طرف دیکھ کر دانت نکالے اور پھر لڑکی سے
بولا۔ "میں پانچ سو دوں گا میرا پیارا حمید بھائی....!"

یک بیک قاسم کی آواز گلو گیر ہو گئی.... ذہنی رو بہک گئی تھی۔ آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں اور
با قاعدہ طور پر آنسو بہنے لگے.... "اب وہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ کھوپڑی میں گھس گیا.... منع
کرتا تھا.... دیکھو حمید بھائی لونڈیوں کا چکر بُرا ہوتا ہے اب وہ کبھی نہیں آئے گا.... ہائے میں کیا
کروں کرنل صاحب! اس سالی زہرہ سخت اخلاق قا پتہ لگائیے۔"

"اس کا پتہ کہاں لگاؤں.... ہوا سے کون لڑے گا۔ صبر کرو....!"

"ہائے کیسے صبر کروں۔" قاسم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ "کلیجے کو منہ آرہا ہے۔ اب ایسا
پیارا بھائی کہاں سے ملے گا۔ ہائے سب کچھ یاد آرہا ہے.... کہتا تھا.... دیکھو پیارے.... یہ
وگیاں.... فل فلوٹیاں.... یلا یلیاں.... مجھے جینے نہیں دیں گی.... ہائے وہی ہوا.... آسیب کو
لونڈیا سمجھ کر کھوپڑی میں سما گیا.... ارے باپ رے۔"

قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ گریہ زاری میں اچانک بریک لگ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے
اُسے کوئی بات یاد آگئی ہو۔

"ہائیں.....!" اس نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "کل رات کوئی عورت میرے کان میں بھی چلیں چلیں کر رہی تھی شاید۔"

"یعنی.....!" فریدی کی نظریں اس کے چہرے پر گڑ گئیں۔

میں یہاں لیٹا ہوا سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ بس چلیں چلیں کی آواز آئی پھر غور کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی عورت گا رہی تھی۔ "مل کے بچھڑ گئیں انکھیاں... میں نے کہا ٹھینگے سے اور سو گیا...!"

"تم کہاں لیٹے تھے.....!"

"ادھر.....!"

"آصف صاحب کہاں تھے۔" فریدی نے پوچھا اس کی نظر آصف کے داہنے ہاتھ پر جمی ہوئی تھی۔

❁

"بس ہم دونوں ایک ہی تکیئے پر سر رکھے ہوئے تھے۔ مگران کی ٹانگیں جنوب کی طرف اور میری ٹانگیں شمال کی طرف۔ یعنی کہ یوں" قاسم بتاتے بتاتے لیٹ گیا اور پھر بولا۔ "بس یہ ادھر لیٹے تھے اور ہم دونوں کی کھوپڑیاں ملی ہوئی تھیں.... اے آؤ تم بھی لیٹ کے دکھادو۔"

آصف نے کچھ اور زیادہ بُرا منہ بنالیا۔

"اٹھ بیٹھو.... میری سمجھ میں آگیا۔" فریدی نے کہا اور آصف کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ ان دونوں کو باہر جاتے دیکھ کر قاسم خوش ہو گیا۔ مگر زیبا کچھ بدحواس سی نظر آرہی تھی۔

"کیا میں بھی چلوں.....!" اس نے پوچھا۔

فریدی نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا "نہیں" اور باہر نکل گیا۔

زیبا چپ چاپ بیٹھی رہی۔ قاسم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس قسم کی گفتگو چھیڑے۔ پہلے تو اسے خوشی ہوئی تھی کہ یہ لوگ جارہے ہیں اب وہ جی بھر کے اس سے باتیں کرے گا.... مگر اب عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی تھی۔ بدقت تمام اس نے کہا۔ "آپ کا نام زیبا ہی ہے۔"

یہ بھی اس نے کچھ ایسے ہچکچائے ہوئے اور شرمیلے انداز میں پوچھا جیسے کہا ہو۔ "جی.... کیا آپ مجھے پانچ روپے ادھار دے سکیں گی۔"

"مم.... گر.... مگر.... میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو رس بھری بیگم کہوں.... قاسم نے

سر جھکا کر داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ مڑورتے ہوئے کہا۔ ”زیبا تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے کسی کو چھت سے الٹا لٹکا دیا ہو۔“

”جو دل چاہے کہیئے۔“ زیبا مسکرائی۔ ”اب تو میں آپ کی ملازم ہوں۔ آپ پانچ سو دیں گے نا۔“

”پانچ سو کیا میں پانچ ہزار بھی دے سکتا ہوں۔“

”خالی خولی باتیں....!“

”نہیں.... میں اَلا قسم.... میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں.... یقین نہ آئے تو کرنل صاحب سے پوچھ لو۔“ قاسم نے کہا وہ ابھی تک داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ مروڑے جا رہا تھا۔

”یہ کرنل صاحب کون ہیں۔“

”ارے.... آپ کرنل صاحب کو نہیں جانتیں.... کرنل فریدی صاحب سی آئی ڈی والے۔“

”اوہ.... تو یہ کرنل فریدی تھے۔“ زیبا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”اور وہ حمید بھائی تھے جنہیں وہ کھوپڑی چٹ کر گئی۔“

”میرے خدا تو آپ وہی ہیں جس کا تذکرہ میں فزارو میں پہلے بھی سن چکی ہوں۔ بہت دنوں کی بات ہے جب ٹیکم گڈھ میں برف کے بھوتوں والا قصہ ہوا تھا۔“

”ہاں.... ہاں.... اور کیا۔“ قاسم خوش ہو کر بولا۔ ”ہاں میں وہی ہوں.... ارے باپ رے۔“ وہ بڑی تیزی سے چیخ کر بے تحاشہ جھک پڑا اور اس کا سر زمین سے جا ٹکرایا۔

اس بار بے خیالی میں اس نے اپنا بایاں ہاتھ ذرا زیادہ زور سے مروڑ لیا تھا۔

”ارے کیا ہوا....!“ زیبا اس کی طرف جھپٹی۔

”قق.... قچھ .... نہیں....!“ قاسم سیدھا ہو کر جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ”اکثر ہو جاتا ہے۔“

”کیا ہو جاتا ہے۔“ زیبا نے جلدی سے پلکیں جھپکائیں۔

”ارے.... بس وہ یونہی.... ذرا زیادہ زور لگ جاتا ہے....!“

”آپکی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“ زیبا نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”جب آپ سے محبت....!“

”ہائیں....!“ قاسم یک بیک اچھل پڑا اور زیبا نے شرما کر سر جھکا لیا۔ پہلے تو قاسم کی شکل پر بارہ بجتے رہے پھر یک بیک اس کی ”ہی ہی“ اسٹارٹ ہو گئی۔

فریدی آصف کو ساتھ لئے نشیب میں اترتا چلا گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد بائیں جانب مڑا۔ وہ دراصل حفاظتی چوکی کی طرف جارہا تھا کیونکہ کچھ دیر پہلے اس نے ہیلی کوپٹروں کی آواز سنی تھی۔ اسے یقین تھا کہ آنے والے فوجی تحقیقاتی کمیشن ہی کے ممبر ہوں گے جن کی روانگی کی اطلاع اُسے پہلے ہی مل چکی تھی۔

"بھئی کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم حمید کے معاملے میں اتنے مطمئن کیوں ہو۔" آصف نے کہا۔

"پھر کیا ہو سکتا ہے.... اگر آپ کی دانست میں وہ کوئی آسیبی ہی معاملہ ہے تو میرے فرشتے بھی بے بس ہو جائیں گے!"

"مگر تم اُسے آسیبی معاملہ سمجھتے کب ہو۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ دونوں خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ پھر فریدی نے کہا۔ "کیا میں وہ انگوٹھی دیکھ سکتا ہوں جو آپ کے داہنے ہاتھ میں ہے۔"

"اوہ.... یقیناً.... اس کا نگینہ عجیب ہے۔"

"ہاں نگینے ہی پر میں بھی غور کر رہا تھا.... واقعی عجیب ہے۔ جیسے چاندی اور لوہا ملا کر بنایا گیا ہو۔ اس کی سطح کتنی چمکدار ہے....!"

آصف نے انگوٹھی انگلی سے اتار کر اسکی طرف بڑھادی۔ فریدی اُسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"پوری ہی حیرت انگیز ہے۔" اس نے کہا۔ "نہ تو نگینہ ہی پتھر کا معلوم ہوتا ہے اور نہ یہ دھات.... نہیں یہ دھات نہیں یہ تو پلاسٹک یا سخت قسم کا ربڑ معلوم ہوتا ہے جس پر سنہرا پالش چڑھایا گیا ہے.... یہ انگوٹھی کتنے میں خریدی تھی آصف صاحب۔"

"بھئی.... یہ تو پڑی پائی تھی...." آصف کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"کہاں....؟" فریدی چلتے چلتے رک گیا۔

"فزارو کے اسی کمرے میں جہاں ہم پہلے ٹھہرے تھے.... ہاں.... یار دیکھو یہ حمید نے خواہ مخواہ.... بڑھاپے میں میری مٹی پلید کی ہے۔ اس لڑکی کو خواہ مخواہ میرے پیچھے لگادیا۔"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ اگر وہ مل گیا تو میں اس سے سمجھوں گا۔ ہاں کیا ایسی کوئی انگوٹھی حمید کے ہاتھ میں بھی تھی۔"

"میں نے دھیان نہیں دیا.... کیوں....؟"

"بس یونہی.... شاید آپ تھک گئے ہیں۔ آیئے کچھ دیر کہیں بیٹھ لیں۔" وہ ایک چٹان پر بیٹھ گئے.... آج صبح ہی سے مطلع ابر آلود تھا۔ اس لئے خنکی کچھ بڑھی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔ مگر اتنی بھی نہیں کہ ناخوشگوار ہو جاتی۔ اس وقت تو پورا آسمان بھورے رنگ کے بادلوں سے ڈھک گیا تھا.... یہاں اس قسم کے بادل صرف ہلکی قسم کی پھواروں کا پیش خیمہ سمجھے جاتے تھے۔

فریدی اس انگوٹھی کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔

"کیوں! کیا اس میں کوئی خاص بات ہے۔"

"وہ خاص باتیں تو بتا چکا ہوں۔ جو عام انگشتریوں میں نہیں پائی جاتیں! ویسے پلاسٹک کی انگشتریاں ہوتی تو ہیں مگر یہ نگینہ.... کتنا وزنی ہے۔" فریدی نے اسے اپنی چھنگلیا میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "کیا میں کچھ دیر اسے پہن سکتا ہوں۔"

"ضرور.... ضرور....!" آصف نے سر ہلا کر کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"فزار و والے کمرے میں کتنی آرام کرسیاں تھیں....!" فریدی نے پوچھا۔

"کیا مطلب....!" آصف چونک پڑا.... پھر بولا۔ "پتہ نہیں.... آہاں.... ایک تھی شاید۔ ہاں ایک ہی تھی۔"

"اور اس کی پشت گاہ کے اوپری حصے میں باریک باریک سوراخوں سے ایک پیٹرن بنا ہوا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"اتنا تو مجھے یاد نہیں مگر تم یہ بات کیوں نکال بیٹھے ہو۔"

"کچھ نہیں۔" فریدی مسکرایا۔ "میرے آدمیوں نے وہ کرسی توڑ ڈالی ہے اور اس حصے سے ایک چھوٹا سا خودکار ٹرانسمیٹر برآمد کیا ہے جس میں سوراخوں والا پیٹرن تھا۔"

"نہیں....!" آصف نے حیرت سے کہا۔ "مگر میں نے تو چلتے پھرتے ہوئے اس کی آواز سنی ہے۔"

"آپ اپنی انگلی میں ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر ڈالے پھرتے رہے ہیں۔" فریدی مسکرایا۔

"یہ انگوٹھی۔" آصف اچھل پڑا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر بم گرا ہو۔ وہ چند لمحے ایسی حالت میں رہا جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔ پھر چونک کر بولا۔ "یار تم پتہ نہیں کہاں کی اڑا رہے ہو....

یہ اتنا ذرا سا ٹرانسمیٹر..... کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہے۔"

"جس دور میں انفراریڈ کیمرے بنائے جا رہے ہیں اس دور میں سب کچھ ممکن ہے آصف صاحب۔"

"یہ کیا ہوتا ہے.....!"

"ماضی کی تصویریں لیتا ہے۔"

آصف بے اعتباری سے ہنسا۔

"ابھی حال ہی میں ایک بڑے ملک نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ٹیکسیوں کے ایک اڈے کی تصویر اس وقت لی گئی جب وہ پانچ منٹ پہلے بالکل خالی ہو چکا تھا۔ لیکن فلم پر ان تمام گاڑیوں کی تصاویر آ گئیں جو پانچ یا دس منٹ پہلے اُس اڈے پر موجود تھیں۔"

"اچھا وہ..... ہاں! میں نے بھی سنا تھا۔ نام ذہن سے اُتر گیا تھا۔ مگر یہ انگوٹھی..... یہ اتنا ننھا ٹرانسمیٹر میری سمجھ میں نہیں آتا.....!"

فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ساتھ ہی وہ اپنے سر پر ہاتھ بھی پھیرتا جا رہا تھا کہ اچانک چونک پڑا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے آصف سے پوچھا۔ "کچھ سنا۔"

"کیا سنا.....!" آصف نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "میں تو کچھ نہیں سن رہا۔"

"اب سنئے.....!" فریدی نے اپنا داہنا ہاتھ آصف کے چہرے کے قریب کر دیا اور آصف کے کانوں میں یہ فلمی گیت کسی ٹڈے کی طرح پھدکنے لگا۔

"مار کٹاری مر جانا یہ انکھیاں نہ لڑانا..... جی"

"میرے خدا..... مم..... مگر..... یہ اب بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آواز اسی انگوٹھی سے آ رہی ہے۔" آصف نے کہا۔

"یہی تو کمال ہے..... اگر انہیں معلوم ہو جانے کا خدشہ ہوتا تو یہ اس طرح استعمال نہ کی جاتیں۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ آپ اسے اتنے دنوں تک انگلی میں ڈالے رہے مجھے اس انگوٹھی کا خیال کبھی نہ آتا اگر قاسم نے یہ نہ بتایا ہوتا کہ کوئی عورت اس کے کانوں میں گا رہی تھی تو شاید میں اس انگوٹھی کو دیکھ کر نہ چونکتا۔ قاسم آپ کے قریب ہی لیٹا تھا ہو سکتا ہے آپ کا ہاتھ اس کے کان کے قریب رہا ہو۔"

آصف کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ فریدی کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ

کسی دوسری دنیا کا آدمی ہو۔

جنت و جہنم

حمید جھوم جھوم کر بھجن گا رہا تھا کہ اچانک کرنل وارڈ نے ایک ہی ہاتھ سے اس کی سمور کی ٹوپی گرائی اور پھر دونوں ہڈیاں اس کے سر پر بجا کر رکھ دیں۔ چوٹ اتنی شدید تھی کہ حمید کو اس کی وجہ پوچھنے کی بھی مہلت نہ مل سکی.... اور وہ بصد خلوص نیت انٹاغفیل ہو گیا۔ انٹاغفیل ہی کہنا چاہئے کیونکہ اس لفظ کی صوتی کیفیت ہی اس پچویشن کا نقشہ کھینچ سکتی تھی۔

بہر حال انٹاغفیل ہونے کے بعد پھر اس کا ہوش کب رہتا ہے کہ مردہ جنت کی طرف جارہا ہے یا جہنم کی طرف۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو کافی دیر تک آنکھوں کے سامنے سے دھند ہی نہ چھٹ سکی۔ آہستہ آہستہ ذہن بھی صاف ہوا اور نظر بھی ٹھیک ہوئی مگر سر بڑی شدت سے دکھ رہا تھا۔

"ہائیں....!" اور پھر وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے چاروں طرف مومی شمعیں روشن تھیں اور وہ خود کفن میں لپٹا ہوا تھا۔ بوکھلاہٹ میں وہ آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ اس کی آواز بلند ہوتی گئی۔ جب آیت الکرسی ختم کر چکا تو کلمہ پڑھنے لگا۔ پھر چیخا۔ "ارے بھائی میں مسلمان ہوں.... زہرہ ہفت افلاک پر ہزار بار لعنت.... میں تو مذاق کر رہا تھا.... گھس رہا تھا سالے کرنل وارڈ کو.... ارے کوئی ہے....!"

پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے جسم پر درجنوں چٹکیاں لے ڈالیں۔ تب اسے یقین ہوا کہ وہ عالم ارواح میں نہیں ہے بلکہ باقاعدہ طور پر چوٹ کھا کر بلبلانے والا جسم بھی رکھتا ہے۔ مگر یہ کفن.... اوہ.... کرنل وارڈ نے فریدی وغیرہ کے باہر چلے جانے کے بعد اس کے سر پر ہڈیاں ماری تھیں اور وہ چکرا کر گر پڑا تھا.... مگر وہ اس مقبرے میں کیسے پہنچا۔ وہ مقبرہ ہی تو تھا جس کی دیواروں پر قدیم اصنام کے نمونے موجود تھے۔

لیکن یہاں نہ تو گھٹن تھی اور نہ کسی قسم کی ناخوشگوار بو.... دفعتاً اس نے کسی کو حلق پھاڑتے سنا جس کے گانے کی آواز قریب آتی جارہی تھی۔

زاہد نہ کہہ بُری کہ یہ مستانے آدمی ہیں

تجھ سے لپٹ پڑیں گے دیوانے آدمی ہیں

آواز بھی ایسی ہی تھی جیسے اس نے بہت زیادہ چڑھا رکھی ہو۔ اچانک گانے والا ایک تاریک دریچے سے اندر داخل ہوا.... اس کے دونوں ہاتھوں میں بوتلیں تھیں.... اچھا خاصا تندرست اور وجیہہ نوجوان تھا جسم پر سیاہ پتلون اور سفید قمیض تھی بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

حمید اسے دیکھ کر کفن سمیت کھڑا ہو گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اب اس کفن کو تہمد کی طرح باندھ لے ورنہ زندوں کا کفن برہنگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

"ہائیں.... تم الٹے ہو یا سیدھے۔" شرابی نے جھک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم آدمی ہو یا گدھے....!" حمید نے پُر سکون لہجے میں پوچھا۔

"اے.... یو شٹ اپ....!" وہ سیدھا ہو کر تن گیا۔ "میں جیلانی ہوں.... جیلانی.... دنیا کا سب سے بڑا آرٹسٹ.... مجھ سے بڑا آرٹسٹ آج تک نہیں پیدا ہوا۔"

"تم پرلے سرے کے گدھے ہو۔ کیونکہ تمہیں بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔"

"آرٹسٹ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ بات کرنے کا بھی سلیقہ رکھتا پھرے۔ ہم اپنے فن ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔ پوجے جاتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو میں تمہیں گدھا کہہ چکا ہوں.... اور تم گدھے ہو چکے ہو۔ تمہاری شکل اس وقت گدھوں کی سی ہے۔ یقین نہ ہو تو جاکر آئینہ دیکھ لو۔"

شرابی نے بوکھلاہٹ میں دونوں بوتلیں فرش پر رکھ دیں اور اپنا چہرہ ٹٹولنے لگا۔

"جھوٹے کہیں کے۔" بالآخر اس نے روہانسی شکل بنا کر کہا۔

"ٹٹولنے سے پتہ نہیں چلے گا...." حمید نے کہا۔

"دیکھو....!" شرابی انگلی اٹھا کر جھومتا ہوا بولا۔ "دیکھو.... مجھ سے دشمنی نہ مول لو۔ زہرہ ہفت افلاک میری محبوبہ ہے۔ میں نے اُسے دیکھے بغیر اس کی تصویر بنائی تھی۔ تب سے مجھ پر عاشق ہو گئی ہے۔ مجھ پر مرتی ہے.... جان دیتی ہے.... ہائے وہ چاند کا ٹکڑا ہے.... زہرہ ہفت افلاک۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے سینہ تھام لیا۔

"وہ تمہاری محبوبہ ہے تو تم نے اُسے قریب سے دیکھا ہوگا۔"

"قریب سے۔" اس نے جھومتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ "ارے تم قریب سے کہتے ہو ہاہا....

ہاہا۔۔۔ یہ فخر میرے علاوہ آج تک کسی کو نہیں حاصل ہو سکا۔۔۔ ہاہا۔۔۔!'' گاتا ہے۔

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
جس کے شانوں پر تیری زلفیں پریشان ہو گئیں

''اچھا۔۔۔!'' حمید نے پلکیں جھپکائیں پھر آہستہ سے پوچھا۔''وہ گوشت کا جسم رکھتی ہے۔۔۔۔ یا روحوں کی طرح صرف دھوئیں کے مجسمے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔''

''میرے لئے تو وہ گوشت ہی گوشت ہے۔۔۔۔ دہکتا ہوا گوشت۔۔۔۔ ہڈیوں کو پگھلا دینے والا۔۔۔۔ مگر مندر میں وہ دھوئیں کے مجسمے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ ارے مجھے تو وہ بے تحاشہ پلاتی ہے۔ خود بھی پیتی ہے۔ اس سے پہلے خدا کی قسم کبھی چکھی بھی نہیں تھی مگر اب۔۔۔۔ تم ہی بتاؤ پیارے جب زہرہ ہفت افلاک اپنے ہاتھوں سے پلائے۔۔۔۔ کون کافر انکار کر سکتا ہے۔''

دفعتاً حمید نے ''یا شہنشاہِ مریخ'' کا نعرہ لگایا۔۔۔۔ چند لمحے ساکت کھڑا رہا پھر آنکھیں کھول کر جیلانی سے بولا۔''جاؤ۔۔۔۔ یہاں سے جاؤ۔۔۔۔ ورنہ تمہیں یہیں بھسم کر دوں گا۔۔۔۔ تم مریخ کے بھتیجے کے سامنے زہرہ ہفت افلاک کا نام لیتے ہو۔۔۔۔ جاؤ آرٹسٹ سمجھ کر چھوڑ دیا۔''

''تم۔۔۔۔ تم۔۔۔۔!'' جیلانی انگلی اٹھا کر بولا۔''مریخ کے بھتیجے ہو۔۔۔۔!''

''میرا درجہ بہت بلند ہے۔ میں مریخ کا بھتیجہ ہوں۔ عطارد کا بہنوئی اور مشتری کا خالو ہوں۔ کیا سمجھے۔ زہرہ ہفت افلاک۔۔۔۔ شو۔۔۔۔ ہینہ۔۔۔۔ اب یہ نام میرے سامنے زبان پر نہ لانا۔''

دفعتاً اس مقبرہ نما عمارت میں ایک نسوانی قہقہہ گونجا۔ آواز اُسی پُر اسرار عورت کی تھی۔

''کیپٹن حمید یہ نہ سمجھو کہ تم مجھے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ مجھے تمہاری فزارو والی بیہوشی بھی یاد ہے۔ کیا اس میں صداقت تھی اور آج جو تم نے سوانگ رچایا تھا اس میں کتنی سچائی تھی۔''

''ہائیں'' شرابی آنکھیں پھاڑ کر بولا۔''تم زہرہ ہفت افلاک سے فراڈ کرتے ہو۔ اے ملکہ افلاک۔۔۔۔ یہ کہتا ہے کہ میں۔۔۔۔ مشتری کا سالا ہوں۔''

''جیلانی۔۔۔۔ تم اپنی خواب گاہ میں آؤ۔۔۔۔ میں یہاں تمہاری منتظر ہوں۔''

''نہیں۔۔۔۔!'' حمید جیلانی کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔''میں اسے نہیں جانے دوں گا کیونکہ قیدِ تنہائی مجھے پسند نہیں ہے۔''

"قید.....!" آواز میں تحیر تھا۔ "تم یہ کیا کہہ رہے ہو کیپٹن! تم قیدی نہیں ہو۔ ارے میں تو تمہیں اپنی جنت کی سیر کرانا چاہتی تھی۔ کچھ دن عیش کرو..... چلے جانا جیلانی..... تم انہیں جوانوں کی جنت میں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں چلے آؤ۔"

"مگر مجھے کفن کیوں پہنایا گیا ہے۔"

"کفن سے گزرے بغیر جنت کا دیدار کیسے کرو گے۔ کیپٹن! بس جاؤ..... تمہیں مایوسی نہیں ہو گی۔"

"چلو.....!" جیلانی جھومتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو.....!" اس نے کفن کو تہمد کی طرح باندھتے ہوئے کہا..... اور پھر اس کے ساتھ چل پڑا..... ایک لمبی راہداری سے گزر کر جیلانی ایک بڑے دریچے کے سامنے رک گیا۔ جس سے ایک دبیز پردہ لٹک رہا تھا۔

"جاؤ..... پیارے خدا حافظ..... مگر یہ ضرور لیتے جاؤ۔" اس نے ایک بوتل حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جاؤ راوی عیش لکھتا ہے جاؤ..... تم پر ملکہ افلاک کا سایہ رہے۔"

حمید نے غیر ارادی طور پر بوتل اس سے لے لی اور جیلانی نے اُسے دھکا دیا اگر وہ سنبھل نہ گیا ہوتا تو پردے سے الجھ کر گر جانا یقینی تھا۔ لیکن سنبھلنے کے باوجود بھی جب گر ہی جانے کو دل چاہے تو.....؟

اندر پہنچ کر اس کی یہی کیفیت ہوئی! یہاں تو..... راوی عیش ہی نہیں بلکہ "عیش کا چچا" لکھتا تھا۔ درجنوں لڑکیاں..... پن اَپ گرلز..... ایک فوارے کے گرد پڑی ہوئی تھیں..... بالکل ہالی وڈ کے کسی رنگین فلم کی حرم سرا کا منظر تھا۔

حمید کو دیکھتے ہی وہ کھڑی ہو گئیں؟ پھر جھک کر کورنش بجا لائیں۔ ان میں سے ایک بے حد خوبصورت لڑکی آگے بڑھی اور بلند آواز میں بولی۔ "جہاں پناہ کا ملبوس مبارک لایا جائے..... جہاں پناہ حمام سے برآمد ہوئے ہیں۔"

فوراً ہی ایک خوان لایا گیا جس میں کپڑے تھے اور ان پر نیام میں کی ہوئی ایک جڑاؤ تلوار رکھی تھی۔ خوان حمید کے سامنے رکھ دیا گیا اور دو لڑکیاں اُسے کپڑے پہننے میں مدد دینے لگیں۔ پھر جب وہ سب کچھ پہن لینے کے بعد کمر سے پٹکا باندھ کر اس میں تلوار ٹھونس رہا تھا اسے بیساختہ ہنسی آ گئی..... پھر جب سر پر تاج رکھا جانے لگا تو اس نے تلوار کھینچ لی اور لال پیلی آنکھیں نکال کر

بولا۔ ”جاؤ.... دفع ہو جاؤ.... “ وہ سب سریلی سیٹیوں میں چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئیں۔

”رحم.... جہاں پناہ.... رحم.... ہمارا قصور.... “ سب سے حسین لڑکی دوزانو ہو کر بولی۔

اور پھر حمید نے اُسی پُر اسرار عورت کی آواز سنی جو چاروں طرف سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

”کیوں کیپٹن یہ کیا بد حواسی ہے.... ان بیچاریوں کو کیوں سہار ہے ہو۔“

”انہیں لمبے فراک اور شلواریں پہنا کر بھیجو....!“ حمید تلوار ہلا کر دھاڑا۔ ”مجھے دم کٹی چھپکلیاں بالکل اچھی نہیں لگتیں....!“

”تمہارے اندر ہزاروں برس پرانی روح معلوم ہوتی ہے۔“ جواب ملا۔

”اچھا لڑکیوں.... اپنا پورا جسم ڈھانک کر اس مسخرے کے سامنے آؤ.... ورنہ یہ سچ مچ قتل عام شروع کر دے گا۔“

لڑکیاں دوڑتی ہوئی ایک دریچے سے نکل گئیں۔

❁

وہ ہیلی کوپٹر کے ذریعے وادی میں اُتر گئے تھے۔ ان میں آصف اور کرنل فریدی بھی تھے۔ فوجی تحقیقاتی کمیشن دس ممبروں پر مشتمل تھا۔ جس کی قیادت کرنل داراب کر رہا تھا۔ یہ ایک تجربہ کار آفیسر تھا اور ان دنوں ملٹری کی سیکرٹ سروس کا سربراہ تھا۔ وہ اپنے ساتھ ضروری اور جدید ترین اسلحہ جات اور بڑی طاقت والی سرچ لائٹ لائے تھے۔ آصف نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں اس نے پچھلی رات چمکدار غبار دیکھا تھا۔

بڑی عجیب وادی تھی۔ ایک جانب ٹیکم گڈھ والے سلسلے کی خشک اور بے آب گیاہ بھوری چٹانیں تھیں اور دوسری جانب گھنا سرسبز جنگل اور دونوں کے درمیان میں پتھریلی جگہ مسطح زمین تھی۔ اسی مسطح حصے میں ایک جگہ پچھلی رات کو وہ چمکدار غبار نظر آیا تھا جس نے بعد کو اوپر اٹھنے والے منارے کی شکل اختیار کر لی تھی۔

چونکہ اس وقت بھی آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لئے انہیں کسی سایہ دار جگہ کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے کھلے میدان ہی میں ڈیرہ ڈال دیا۔

کرنل داراب اور فریدی حفاظتی چوکی کے کمانڈر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

”پتہ نہیں اس بیچارے کا کیا حشر ہوا ہو۔“ کرنل داراب کہہ رہا تھا۔ ”غالباً اسے غائب کر کے

اس کی جگہ لینے کا مقصد یہی تھا کہ کسی کو وادی میں نہ اترنے دیا جائے.... نقلی کمانڈر ادھر بھی دو چار آدمی ہر وقت لگائے رہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی کی وجہ سے معاملہ اتنے دنوں تک تھما رہا۔ ورنہ جانے کتنے سر پھرے سیاح اب تک نیچے اتر چکے ہوتے۔"

"آپ کا خیال قطعی درست ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا تھا....!" فریدی نے سر ہلا کر جواب دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ جنگل کی طرف روانہ ہوگئے.... تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر زمین کی سطح کچھ اونچی تھی اور یہیں سے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

"یہ جنگل ایسے کاموں کیلئے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔" کرنل داراب نے کہا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ داراب کی اس بات کا جواب اس کے کسی ساتھی نے دیا تھا۔

پھر فریدی اور آصف اس پارٹی سے کچھ پیچھے رہ گئے.... آصف اب سیدھا ہو گیا تھا۔ فریدی جو کچھ بھی کہتا کان دبا کر کرتا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ انگوٹھی ہر وقت گیت ہی کیوں سناتی رہتی ہے۔" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"اس کا مصرف ہی یہی ہے۔" فریدی نے جواب دیا۔ "اسی نوعیت کے کسی ٹرانسمشن سسٹم سے کوئی ریکارڈ اٹیچ ہوگا اور یہ ریکارڈ کئے ہوئے گیت اسی کے ذریعہ اس مخصوص ریسیور کے لئے نشر ہوتے ہوں گے ورنہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہر وقت گاتی ہی رہتی ہوگی۔"

"کیا اس وقت بھی یہی آواز آرہی ہوگی۔"

"یقیناً....!" فریدی مسکرایا۔ "کیا سنواؤں؟ اچھا ٹھہریئے۔"

وہ اپنا داہنا ہاتھ سر پر پھیرنے لگا۔

دفعتاً آواز آئی۔ "ورنہ پچھتاؤ گے.... آصف کرنل فریدی کو سمجھاؤ.... یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ پچھتاؤ گے۔ آصف کرنل فریدی کو سمجھاؤ.... یہاں سے چلے جاؤ.... ورنہ پچھتاؤ گے.... آصف کرنل....!"

فریدی نے اپنا ہاتھ آصف کے کان کے قریب کر دیا۔ آصف تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا یہ خیال بھی درست ہی نکلا کہ دوسری طرف ریکارڈ ہے دیکھو نا یہی ایک جملہ بار بار

دہرایا جارہا ہے۔"

"اور مجھے صرف اس کی خوشی ہے کہ ایک بات تو اس آسیب سے پوشیدہ رہ سکی۔" فریدی نے کہا۔

"کیا....؟"

"یہی کہ وہ انگوٹھی اب میرے پاس ہے۔ آپ کے پاس نہیں.... دیکھئے نا وہ آپ ہی کو مخاطب کر رہی ہے۔"

"گڈ....!" آصف خوش ہو کر بولا۔ "ہاں یہ بات تو ہے.... مگر تم نے ابھی اپنے سر پر ہاتھ کیوں پھیرا تھا۔"

"اس کے بغیر آواز ہی نہیں نکل سکتی۔ بالوں کی رگڑ سے اس میں ہلکی سی برقی رو پیدا ہوتی ہے اور یہی برقی رو اس آواز کو کھینچ کر کے ہمارے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ جب تک اس میں رو باقی رہتی ہے ہم آواز بھی سنتے رہتے ہیں جہاں ختم ہوئی آواز غائب! ورنہ یہ ریکارڈنگ ہمیں ہر وقت سنائی دیتی رہے۔"

"یار مانتا ہوں.... تم ہر فن مولا ہو۔"

"اوہ ہم بہت پیچھے رہ گئے۔" فریدی نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔

وہ کئی گھنٹوں تک اس جنگل میں بھٹکتے پھرے جب شام ہونے لگی، تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ نہ صرف راستہ بھول گئے ہیں بلکہ اب تو سمتوں کا تعین کرنا بھی محال ہو گیا ہے۔ اگر مطلع صاف ہوتا تو غروب ہوتا ہوا سورج ہی ان کی رہنمائی کر سکتا۔

مگر قدرت مہربان تھی۔ کچھ دیر بعد فریدی اس سرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا جدھر سے وہ لوگ جنگل میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن اپنے مستقر پر پہنچنے کے لئے انہیں چار فرلانگ کی بجائے تقریباً تین میل چلنا پڑا۔ اور اس دوران میں اندھیرا پھیل گیا۔ یہ اندھیرا بھی انہیں بھٹکا دیتا۔ اگر فریدی نے چلتے وقت احتیاطاً ایک ٹارچ نہ رکھ لی ہوتی۔ ٹھیک آٹھ بجے وہ اپنے مستقر پر پہنچے تھے۔

انہوں نے ٹھنڈا کھانا کھایا اور بیٹھ رہے.... دراصل وہ اس منارے کو قریب سے دیکھنا

چاہتے تھے اور صحیح اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ وہ کس جگہ سے نمودار ہوتا ہے۔

فریدی ان لوگوں سے کچھ دور ہٹ کر بیٹھا تھا اور آصف تو اب اس کے پیچھے لگا ہی رہتا تھا۔ اس وقت وہ بھی کھسکتا ہوا ان لوگوں سے دور نکل آیا تھا اور فریدی کے سر پر مسلط تھا۔

"یاد ذرا پھر گھسوا انگوٹھی۔" آصف نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شاید اب کے کوئی جن برآمد ہو کر ہماری مشکل آسان کر دے۔"

"ڈرائی جن.....!" فریدی مسکرایا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے آج تک نہیں پی۔" آصف بول پڑا۔

وہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور اس کا سلسلہ دس بجے تک جاری رہا۔ پھر اچانک انہیں تقریباً سو گز کے فاصلے پر کوئی چمکدار چیز دکھائی دی۔ جو ان اطراف دجوانب میں ہلکی سی روشنی پھیلا رہی تھی۔ لیکن زمین کی سطح سے اونچی نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی چمک اتنی بڑھ گئی وہ ایک دوسرے کے خدوخال تک بخوبی دیکھ سکتے تھے لیکن دفعتاً انہوں نے ایک آنچ سی بھی محسوس کی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی بہت بڑی بھٹی کا کوئی در کھل گیا ہوا ہو۔ اور وہ اس سے قریب ہی ہوں۔ یہ آنچ بھی اسی طرح بڑھ رہی تھی جیسے آہستہ آہستہ اس روشن دھبے کی روشنی تیز ہوتی گئی تھی بالآخر انہیں بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے بھاگنا پڑا۔ وہ جلد از جلد اس حدت کے حیطہ اثر سے نکل جانا چاہتے تھے انہیں اس کا بھی ہوش نہیں تھا کہ مڑ کر دیکھتے.... کافی دیر تک تیز دوڑتے رہنے کے بعد انہیں اس آنچ میں کمی محسوس ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ انہیں محسوس ہوا جیسے وہ جہنم سے دوبارہ جنت کی طرف پلٹ آئے ہوں۔

وہ رک گئے اور اب انہوں نے مڑ کر دیکھا.... بہت دور روشن منارہ بڑی تیزی سے فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

"سو فیصد راکٹ.....!" کرنل داراب بڑبڑایا "افسوس سب کچھ وہیں رہ گیا۔" فریدی کچھ نہ بولا۔

"میں کل وہاں بڑی شدید بمباری کراؤں گا۔ اتنی شدید کہ وہاں غار ہی غار نظر آئیں گے۔" داراب پھر بولا۔

"میری دانست میں وہ بھی وقت کی بربادی ہی ہوگی۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "انہوں نے اسکے امکانات پر بھی نظر رکھی ہوگی اور اس کے خلاف بھی کچھ انتظام کر لیا ہوگا۔"

"کیا راکٹ زمین توڑ کر نکلا ہوگا۔" کسی نے کہا۔

لیکن اس کا جواب فی الحال فریدی کے پاس بھی نہیں تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد جب دوبارہ مکمل تاریکی پھیل گئی تو وہ مستقر پر پہنچے یہاں پر ہر چیز جوں کی توں تھی.... پھر ہیلی کوپٹر چنگھاڑنے لگے اور انہیں بے نیل و مرام واپس ہونا پڑا۔

حالانکہ فریدی نے بمباری والی اسکیم کی مخالفت کی تھی لیکن کرنل داراب نے دھیان نہیں دیا۔ دوسرے دن ایک بمبار گرجتا ہوا وادی کی فضا میں تیر ہی گیا لیکن ایک چھوٹا سا راکٹ جنگل کے کسی گوشے سے پرواز کرتا ہوا آیا اور جہاز سے ٹکرا کر اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

"میرے خدا۔" کرنل داراب کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ چلا۔

"میں نے پہلے ہی آپ کو روکا تھا...." فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "مفت میں ایک ہوا باز کی جان گئی۔ ایک جہاز تباہ ہوا.... وہ ہمارے ہیلی کوپٹرز کو بھی فنا کر سکتے تھے۔ لیکن انہیں علم تھا کہ اس طرح ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ وہ غیر ضروری کشت و خون سے احتراز کرتے ہیں۔"

"مگر یہ ہیں کون اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔" کرنل داراب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کوئی بھی ہوں.... لیکن ہمیں یہ ضرور دیکھنا پڑے گا کہ ہمیں زیادہ نقصان نہ پہنچے۔ ابھی اس بمبار کے حادثے نے بتا دیا ہے کہ ہم اپنے حربوں سے ان پر قابو نہیں پا سکتے کیونکہ ان کے پاس ایسے جدید ترین ہتھیار ہیں جن کی ہوا بھی ہمیں ابھی نہیں لگی۔" ان پر موت کی سی خاموشی مسلط ہوگئی۔

وہ کون تھی

حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کروٹ بدلی۔ منڈولین کا نغمہ اس کے نیم خوابیدہ ذہن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھا.... مسہری جس کے چاروں طرف ریشمی جالی لٹک رہی تھی کمرے کے ایک گوشے سے نظر آئی.... اور پھر اسے ایک دوسری مسہری بھی دکھائی دی جو پہلے وہاں نہیں تھی غالباً اسی کے لئے اس طرح جگہ نکالی گئی تھی۔

صبح کو وہ اسی طرح جگایا جاتا تھا! منڈولین پر کوئی دھن بجائی جاتی تھی اور وہ بیدار ہو جاتا تھا۔ بالکل شاہانہ ٹھاٹ تھے۔

منڈولین کا گیت ختم ہوتے ہی اس نے خراٹے سنے جو کبھی ہلکے ہو جاتے تھے اور کبھی بھاری.... ریشمی جالی کی مچھر دانی ہٹا کر وہ نیچے اُتر آیا.... زرکار چپلیں سلیقہ سے رکھی ہوئی تھیں ان میں پیر ڈال کر وہ دوسری مسہری کی طرف بڑھا۔

"ارے....!" اس کی زبان سے بیساختہ نکلا۔ وہ تو قاسم تھا۔ یہ یہاں کیسے پہنچا....؟ کیا کرنل بھی پکڑ لئے گئے؟ بیک وقت کئی سوال اس کے ذہن میں چکرانے لگے۔ اس نے مچھر دانی اٹھائی اور قاسم پر ٹوٹ پڑا۔

"اَئے باپ رے....!" وہ آنکھیں بند کئے ہوئے چیخا۔ پھر اسی طرح حمید کو ٹٹولنے لگا۔ آنکھیں کھولیں پھر بولا۔ "ہائے جییا ڈارلنگ آخر تمہیں مجھ پر رحم آ ہی گیا۔ اور پھر آنکھیں بند کئے ہی ہوئے حمید کے سر پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ نہ جانے وہ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہا تھا۔

"ہائیں.... ارے باپ رے....!" وہ پھر دہاڑا۔ "میری آنکھیں کیوں نہیں کھلتیں.... جیپا ڈارلنگ۔" حمید جو اس پر لدا ہوا تھا چونک کر اس کی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگا.... دو باریک جھلیاں سی اس کی دونوں آنکھوں پر چپکی ہوئی تھیں۔

حمید نے انہیں ادھیڑنے کی کوشش کی اور وہ نکلتی چلی آئیں۔

"اب خول دوں۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں گدھے ڈارلنگ....!" حمید نے جواب دیا۔

"ارے.... ارے.... توں.... اُف.... فون.... ارے تم....!" قاسم کی آنکھیں نہ صرف کھل گئی تھیں بلکہ ان کا پھیلاؤ دیکھنے کے قابل تھا۔ حمید نے سوچا کہ اب یہ دیو اچھلے گا لہٰذا چپ چاپ ہٹ جاؤ.... اس کا خیال غلط نہیں نکلا۔ اس کے ہٹتے ہی قاسم نے ایک چنگھاڑ ماری اور مسہری سے اچھل کر دھپ سے فرش پر آ رہا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا تھا۔ بُری طرح کانپ رہا تھا اور زبان سے بے تکے الفاظ نکل رہے تھے۔

"مم.... مم.... مم.... بب.... بب.... بچاؤ.... میں.... کھوپڑی میں گھس گیا ہوں۔" پھر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "ارے بچاؤ.... نکالو.... کھوپڑی سے۔"

اب حمید کو یاد آ گیا کہ جس وقت وہ کرنل وارڈ کے خیمے میں بھجن گا رہا تھا فریدی کے ساتھ قاسم بھی آیا تھا۔ مگر کھوپڑی.... یہ کھوپڑی میں گھسنا کیا بلا تھا۔

"ابے.... اولمڈھیگ خاموش ہو جاؤ.... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"ارے حمید بھائی مجھے بچاؤ.... میں بھی کھوپڑی میں گھس گیا ہوں۔"

"کیسی کھوپڑی۔"

"جس میں تم گھس گئے تھے.... یہ کھوپڑی ہی تو ہے۔"

"ابے اُلو.... یہ ہمارا محل ہے۔ ہم یہاں کے شہنشاہ ہیں۔ سیدھے کھڑے ہو۔ کورنش بجالاؤ۔"

قاسم بوکھلا کر اٹھ بیٹھا.... اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ہائیں.... حمید بھائی.... یہ تمہارا لباس کیسا ہے؟"

حمید کے جسم پر "ہالی وڈ مارکہ بغدادی سلطان" کا لباس تھا۔

"لباس شاہانہ.... کھڑے ہو جاؤ.... اور کورنش بجالاؤ....!"

"کورنش.... کورنش تو نہیں ہے میرے پاس۔ منگوادو۔ بجا کر رکھ دوں گا کورنش کیا ہوتی ہے حمید بھائی!"

"جھک کر سلام کرنے کو کورنش کہتے ہیں۔ موٹی عقل والے.... ہمیں جہاں پناہ کہو۔"

"ابے کیوں مذاق کرتے ہو۔" قاسم بے ڈھنگے پن سے ہنسا۔

حمید نے تین بار تالی بجائی اور دو نیم عریاں لڑکیاں اندر داخل ہو کر آداب بجالائیں۔ "حمام تیار کیا جائے۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

وہ پھر جھکیں اور الٹے قدموں واپس چلی گئیں۔

قاسم کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکاتا رہا۔ پھر ہونٹ چاٹتا ہوا بولا۔ "ارے واہ پیارے حمید بھائی یعنی کہ ہی ہی ہی.... اُف فوہ۔"

"حمید بھائی نہیں جہاں پناہ....!"

"اچھا بے جہاں پناہ.... ٹھینگے کی نہیں تو....!" قاسم جھلا گیا۔ "چار دن سے سالے جہاں پناہ ہو گئے ہیں تو مجاز ہی نہیں ملتے.... ارے ہاں۔"

وہ دونوں ضروریات سے فارغ ہوئے غسل کیا.... پھر ناشتے پر جم گئے۔ چاروں طرف، لڑکیاں ہی لڑکیاں موجود تھیں اور قاسم دل کھول کر کھا رہا تھا۔

ناشتے کے بعد در و دیوار سے سازوں کی آوازیں آنے لگیں اور لڑکیوں نے رقص کرنا شروع کر دیا۔

"واہ پیارے جہاں پناہ.... بھائی! ارے باپ رے میں کیا کروں۔" قاسم بے چینی سے پہلو بدلتا ہوا بڑبڑایا۔

"ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لو...." حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"اچھا اچھا.... وہ.... نہیں وہ.... اونہوں.... وہ بھی نہیں.... وہ جو ادھر ناچ رہی ہے.... ارے باپ رے یہ تو اس سے بڑی زیادہ حسین ہے نہیں یار حمید بھائی.... اوغ اوغ.... جہاں پناہ میری سمجھ میں نہیں آتا.... ارے سبھی تو تگڑی ہیں.... ارے پیارے۔" وہ یک بیک حمید سے لپٹ گیا اور حمید کو اپنی ہڈیاں کڑکڑاتی محسوس ہونے لگیں۔

"اَغے.... اَغے.... حمید بھائی۔" وہ دانت پر دانت جمائے کہہ رہا تھا۔

"میں قیا قروں.... میں مر جاؤں غا! ہائے پیارے جہاں پناہ مری جان!"

ساتھ ہی قاسم کی گرفت بھی تنگ ہوتی جا رہی تھی اور حمید کا دم گھٹ رہا تھا۔

"ابے چھوڑ! اوہاتھی کے بچے.... چھوڑ!" اس نے قاسم کی کھوپڑی پر دو ہتھڑ چلائے۔ "ابے ہٹ ورنہ میں ابھی انہیں حکم دیتا ہوں یہ اپنے سینڈل اتار کر تجھ پر پل پڑیں گی۔"

قاسم نے بوکھلا کر اُسے چھوڑ دیا اور کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "ماف کرنا حمید بھائی سالا دماغ الٹ پلٹ جاتا ہے۔"

❁

آصف نے رات حفاظتی چوکی پر بسر کی تھی۔

صبح اٹھ کر وہ قاسم کے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اس نے زیبا کو دیکھا جو بڑی بدحواسی سے اسی طرف بھاگی آ رہی تھی۔

"اوہ.... سیٹھ جی.... سیٹھ جی۔" وہ دور ہی سے چلائی۔

آصف بھی تیزی سے قدم اٹھانے لگا تھا۔

"سیٹھ.... موٹے صاحب غائب ہیں۔" زیبا نے چیخ کر کہا۔

"جہنم میں جائے۔" آصف بڑبڑایا۔

"ارے سنئے تو سہی! میں صبح سو کر اٹھی تو وہ غائب تھے۔ کچھ دیر انتظار کرتی رہی جب نہیں آئے میں انہیں شبانہ میں دیکھنے گئی۔ لیکن وہ وہاں بھی نہیں ملے۔ واپسی میں خیمے کی پشت پر نکل آئی۔ یہاں ایک چھوٹے سے غار میں ان کے جوتے پڑے دیکھے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔" آصف جھنجھلا کر بولا۔ "میرے کان نہ کھاؤ! مجھے اب تم سے یا اس سے کیا سروکار۔"

"میرے خدا اب میں کیا کروں؟"

"تم نے ایسی ہی مکاری کی باتیں مجھ سے بھی کی تھیں۔ تم فراڈ ہو میں تمہیں جیل بھجواؤں گا۔"

"نہیں.... نہیں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں ایک غریب لڑکی ہوں۔ آپ ہی لوگوں سے میری روزی چلتی ہے۔ آپ نے کیوں کہہ دیا تھا کہ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"ختم کرو۔!" آصف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جاؤ یہاں سے اور اس خیمے سے اپنا سامان اٹھا لے جاؤ۔"

یک بیک زیبا بھی بگڑ گئی "خیمہ موٹے صاحب کا ہے اور میں ان کی سیکریٹری ہوں، ان کی عدم موجودگی میں کوئی ان کے خیمے میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ آپ جیل وغیرہ کی دھونس کسی جاہل کو دیجئے گا سمجھے۔"

"ہٹو سامنے سے۔" آصف دہاڑا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اُس نے قہقہے کی آواز سنی اور یہ آواز اُسی پُراسرار عورت کی تھی۔

"آصف صاحب.... میری بھی سنئے۔ آواز کی طرف چلے آیئے۔ ڈریئے نہیں۔ میں صرف چند باتیں کروں گی جو آپ کے لئے بھی مفید ہوں گی۔ آیئے ڈریئے نہیں۔"

آصف کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ لیکن پھر زیبا کی موجودگی کا خیال آتے ہی وہ تن گیا اور زبردستی آواز میں بھاری پن پیدا کر کے بولا۔ "میں ڈروں گا کیوں؟ آرہا ہوں۔"

یہ آواز ایک سوراخ سے آرہی تھی۔

"ہاں! کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔" آصف نے کہا۔

"کرنل کو سمجھاؤ۔ میں پچھلی رات بھی تمہیں پیغام دیتی رہی ہوں۔ دیکھو میں کسی کو بھی

کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی ایک کام کر رہی ہوں۔ اس کے اختتام پر یہاں سے چلی جاؤں گی کیا تم مجھے جانتے ہو۔"

"نہیں....! میں نہیں جانتا۔"

"کرنل جانتا ہے کیونکہ وہ بھی میری ہی طرح کوئی معمولی آدمی نہیں ہے....! وہ کہاں مل سکے گا۔ آصف صاحب۔"

"مجھے علم نہیں ہے۔ بہر حال پچھلی رات وہ کمیشن کے چند ممبروں کے ساتھ کہیں گیا ہے۔"

"خیر.... مجھے صرف اتنا ہی کہنا تھا کہ وقت نہ برباد کرو۔ میں آسیب نہ سہی! پھر بھی تم لوگوں کے لئے آسیب ہی ثابت ہو سکتی ہوں.... پتہ نہیں کتنی بار میں تمہیں ختم کر سکتی تھی۔"

"پھر کیوں نہیں ختم کر دیا۔"

"اس امید پر کہ ہو سکتا ہے کبھی تم میرے کام آسکو....!"

"یا دوسرے الفاظ میں ملک و قوم سے غداری کر سکوں۔"

"ہر چیز سے متعلق نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ کل ایک ہی چیز کے متعلق تمہارا کچھ خیال تھا آج کچھ ہے اور کل دونوں ہی سے مختلف ہو گا۔"

"مگر تم نے مجھے روکا کیوں ہے۔"

"محض یہ بتانے کے لئے میرے خلاف تمہاری کوئی بھی حرکت بہت بڑی تباہی لا سکتی ہے اور تمہارے ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا خون خود تمہاری گردن پر ہو سکتا ہے حمید اور قاسم کو بھی انہیں میں شامل سمجھو۔ کل اپنے بمبار کا حشر دیکھ چکے ہو! ہمارے ایک معمولی سے خود کار راکٹ نے اُسے تباہ کر دیا تھا۔ مفت میں ایک آدمی کی جان ضائع ہوئی.... یا اس پر دو ہوا باز تھے۔"

"مجھے علم نہیں ہے۔ مگر پھر تمہارے آدمیوں نے دو فوجیوں کو کیوں مار ڈالا تھا۔"

"وہ مجبوری تھی۔ اگر انہوں نے ریوالور نہ نکالے ہوتے تو وہ بھی معاف کر دیئے جاتے۔"

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"یہ شائد تمہیں کبھی نہ معلوم ہو سکے۔"

"مگر اسے بھی یاد رکھو کہ فریدی صرف ایک آنکھ سے پوری نیند لے سکتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ وہ دنیا کا چالاک ترین آدمی ہے لیکن.... خیر ہٹاؤ۔ تم نہیں سمجھ سکو گے

میں اب کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ میری باتوں میں اگر کچھ وزن نظر آئے تو ان پر عمل کرنے کی کوشش ضرور کرنا.... بس.... پھر کبھی....!"

آواز آنی بند ہو گئی۔ آصف زیبا کی طرف مڑا۔ جو قریب ہی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"سنا تم نے....!" قاسم بھی وہیں پہنچ گیا ہے۔ "اب تم چپ چاپ چھوری پیک کا راستہ لو۔"

"ناممکن ہے۔ جناب میں ان کا سامان ان کے سپرد کر کے ہی جاسکوں گی۔"

"جہنم میں جاؤ....!" آصف نے کہا اور پھر چوکی کی طرف پلٹ گیا۔ نہ جانے کیوں اب وہ زیبا سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ عشق کا بھوت تو اُسی دن اُتر گیا تھا جب فریدی نے "ازراہِ خودری" اُسے چند نصیحتیں کی تھیں۔

❀

زہرۂ ہفت افلاک.... اس وقت گوشت پوست میں حمید کے سامنے کھڑی تھی۔ لیکن اس کے گرد فرش پر ایک چمکدار حصار تھا۔ اتنا چمکیلا کہ پٹرومیکس لیمپوں کی روشنی میں بھی اس کی چمک الگ ہی نظر آرہی تھی.... وہ دونوں اس کمرے میں تنہا تھے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچے اور اس کا گلا گھونٹ کر پھر اپنی جگہ پر واپس آجائے لیکن وہ حصار کیسا تھا۔

"کیوں کیپٹن خاموش کیوں ہو۔" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں اس وقت سوچ رہا ہوں کہ ابابیل انڈے دیتی ہے یا بچے۔"

"نہیں تم بھول رہے ہو۔" وہ مسکرائی۔ "تمہارے لاشعور میں دراصل چمگادڑ ہے اور ساتھ ہی تم یہ بھی سوچ رہے ہو کہ میرا خاتمہ کردو.... لیکن اچھے دوست اس حصار میں داخل ہونا موت ہی کو دعوت دینا ہوگا۔ یہ دیکھو۔"

اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک رول تھا اس نے اُسے حصار کے باہر پھینکا لیکن وہ حصار سے گزرنے کی بجائے چمکدار لکیر پر آتے ہی ریزہ ریزہ ہو کر چاروں طرف بکھر گیا۔

"یہ تو لوہا تھا کیپٹن حمید.... آدمی اگر گزر جانا چاہے تو اُسے قیمہ کہیں گے۔"

"مگر تم نے اس وقت مجھے شربت دیدار پلایا ہے.... ویسے اگر فالودہ ہوتا تو اس سے بھی اچھا تھا۔"

"فضول باتیں چھوڑو! یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں۔"

"جیلانی کی محبوبہ۔" حمید نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"بکواس! یہ جیلانی ہی تو میرے لئے مصیبت کا باعث بنا ہے۔ ورنہ فریدی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوتی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ واضح رہے ہم یہاں تین سال سے کام کر رہے ہیں۔"

"کیا کام کر رہی ہو۔"

"یہ نہیں بتایا جاسکتا۔ ہاں تو جب اس جیلانی کی بنائی ہوئی تصویر آرٹ گیلری میں لگائی گئی تو مجھے بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ تصویر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی آسیب والی کہانی بھی شہرت پارہی تھی۔ مجھ سے اور کرنل وارڈ دونوں ہی سے حماقتیں سرزد ہوئیں۔ میں جیلانی کو دیکھنے اس کے گھر دوڑی گئی میں دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر وہ ہے کون وہ نہیں ملا تھا لیکن میں نے اس کے گھر پر اس کی تصویر دیکھی تھی۔ لیکن میری یادداشت میں ایسا کوئی آدمی نہیں تھا پھر اس تصویر کا کیا چکر تھا نہ کبھی میں نے اُسے دیکھا اور نہ اس نے مجھے دیکھا۔ پھر وہ تین سال تک صرف میری ہی تصویر کیسے بناتا رہا۔ کرنل وارڈ سے یہ حماقت سرزد ہوئی کہ اس نے اس تصویر کے نیلام میں حصہ لے لیا اور بولی بڑھاتا گیا۔ اُسے علم نہیں تھا کہ کرنل فریدی بھی وہ تصویر دیکھ کر چونک پڑا ہے اور میں ابھی اس سے بے خبر تھی کہ اس تصویر کے گرد کرنل فریدی کا جاگتا ہوا ذہن کوئی جال بن رہا ہے۔ تصویر کا نیلام اس کے اشارے پر ہوا تھا۔"

"کچھ بھی ہو۔" حمید بولا۔ "تصویر ہوتی یا نہ ہوتی لیکن چمکدار دھوئیں کا منارہ ہمیں لامحالہ اپنی طرف متوجہ کر لیتا۔"

"کچھ بھی نہ ہوتا.... لاکھ متوجہ ہوتے.... کل رات کیا ہوا آپ کے فریدی صاحب اترے تھے وادی میں لیکن منارہ بننے سے پہلے وہ جگہ جہنم بن گئی اور انہیں میلوں دور بھاگ کر دم لینا پڑا.... پھر فوجی تحقیقاتی کمیشن کے ایک کرنل صاحب کے مشورہ سے وادی پر وزنی بم گرانے کا پروگرام طے پایا۔ لہٰذا آیا ایک بمبار گرجتا ہوا آیا۔ لیکن جنگل سے چلنے والے ایک خودکار راکٹ نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ نہیں کیپٹن تم کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ لیکن کرنل فریدی کو نانوتہ کے طریق کار کا علم ہے۔"

"تم نانوتہ ہو....!" حمید یک بیک اچھل پڑا۔ "تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کی ساتھی۔"

"دنیا میں اس وقت دو ہی عورتیں تو ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"تم کس ملک کے لئے کام کر رہی ہو۔"

"اب کیا یہ بھی بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ زیرو لینڈ کا نام تو کم از کم تم لوگوں کے لئے راز نہیں رہا۔ تم نے تاریک وادی میں بھی ہمیں بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ ہم جب چاہیں تم لوگوں کا خاتمہ کر دیں لیکن ہم سوچتے ہیں کہ ایک دن تمہیں بھی زیرو لینڈ کا شہری بننا ہے۔ پھر ہم کیوں اتنے ذہین آدمیوں کا خون بہائیں۔ تمہیں یہاں اس لئے نہیں لایا گیا کہ میں تم پر عاشق ہو گئی ہوں۔ نہیں ہو سکتا ہے کہ تم یہی سوچ رہے ہو۔ تم اس لئے لائے گئے ہو کہ میں تمہیں اپنے ساتھ زیرو لینڈ لے جاؤں فریدی بھی آج ہی کل میں بندھا چلا آئے گا اور ہم جلد ہی یہاں سے کوچ کر دیں گے کیونکہ ہمارا کام قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔"

"وہاں شادی ہو سکے گی میری۔" حمید نے خوش ہو کر پوچھا۔

"خواہ مخواہ مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔" نانوتہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ اچانک دو آدمی داخل ہوئے جو کرنل وارڈ کو گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے۔ کرنل وارڈ کا لباس تار تار تھا اور جسم پر کئی جگہ گہری خراشیں تھیں جن سے خون بہہ رہا تھا۔

"کیوں کرنل وارڈ! تم یہاں کیسے۔" نانوتہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"پھر کیا میں خود کو فریدی کے شکاری کتوں سے نچوا ڈالتا۔" کرنل وارڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"وہ مجھے پاتال میں بھی نہ چھوڑے گا۔ میں نے پہلے ہی آپ کو مشورہ دیا تھا کہ ابھی کیپٹن حمید کو آزاد ہی رہنے دیجئے۔"

"میں پوچھتی ہوں تمہیں راستہ کیسے معلوم ہوا۔" اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ.... مادام! کیا اب میں اتنا بھی نہ جانوں گا جب کہ ہزاروں میرے ہی توسط سے یہاں تک پہنچے ہیں۔"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنے کام سے کام رکھنے کی بجائے میری ٹوہ.... میں رہتے تھے۔ جانتے ہو اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔"

"رحم.... رحم.... مادام....!" وہ گھٹنوں کے بل گر کر گڑگڑایا۔ نانوتہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اپنے دو آدمیوں سے نرم لہجے میں کہا۔ "یہ بھی مہمان خصوصی ہیں۔ نمبر آٹھ میں ان کے لئے انتظام کرو۔"

وہ دونوں زخمی کرنل وارڈ کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

"فریدی کہاں ہے۔" نانوتہ نے اس سے پوچھا۔

"کل رات وہ ٹیکم گڈھ گیا تھا مادام اور آج پھر واپس آگیا اور اس وقت اس کے شکاری کتے چاروں طرف میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"تم کہاں تھے کل سے اب تک۔" نانوتہ نے سوال کیا۔

"یہ نہ پوچھئے نہ جانے کہاں کہاں چھپتا پھرا ہوں۔"

"گدھے.... اگر تمہارے پیچھے وہ بھی لگا چلا آیا ہو تو۔" نانوتہ نے کہا اور کچھ سوچنے لگی۔ لیکن کرنل وارڈ دم بخود ہی رہا۔

آخری حادثے

"ہائے.... جیپا ڈارلنگ....!" قاسم اوندھا پڑا ہوا سسکیاں لے رہا تھا۔ "تمہیں کہاں ڈھونڈوں.... تم نے کہا تھا کہ آنکھیں بند کرلو.... تب ہی دل کی آنکھیں کھلیں گی.... میں نے آنکھیں بند کرلیں.... اور تم گائب ہو گئیں۔ اب میں تمہیں کہاں تلاش کروں.... تم کتنی اچھی ہو.... میرا سر دکھ رہا تھا.... تم نے ہولے ہولے میرا سر دبادیا تھا.... ہائے آج تک کسی سالی نے میرا سر نہیں سہلایا۔ اُس اُلو کی پٹھی نے بھی نہیں جسے لوگ.... میری جورو کہتے ہیں۔"

یک بیک قاسم اچھل کر بیٹھ گیا اور سامنے والی دیوار کو گھونسہ دکھا کر کہنے لگا۔ "ایسی جورو کو تڑپ تڑپ کر مرنا چاہئے.... مر مر کر تڑپنا چاہئے، اُلو اُلو کی پٹھی میری چھاتی پر چڑھی بیٹھی ہے.... اُتر.... اُتر.... میں جیپا سے شادی کروں گا.... تجھے تلاخ دوں گا.... ہائے وہ ناجک ناجک ہاتھ.... ہائے وہ لمبی لمبی انگلیاں.... جیپا.... میں مر جاؤں گا.... آؤ۔"

حمید کو ہنسی آگئی وہ دیر سے دریچے میں کھڑا اس کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔

قاسم جھلا کر مڑا اور غصیلے انداز میں اس نے بھی دانت نکال دیئے۔!

"ہی ہی ہی!.... بس ہنسا کرو اور کیا آتا ہے تمہیں.... دوسرے سالے اُلو کے پٹھے ہیں.... وہ رونا چاہیں تو تم انہیں رونے بھی نہ دو۔"

"گھبراؤ نہیں...." حمید سنجیدگی سے بولا۔ "اتنی لڑکیاں ہیں یہاں کسی کو پسند کرلو۔"

"نہیں قرتا۔" قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "وہ سالیاں مجھ پر ہنستی ہیں میرا مذاق اڑاتی ہیں۔ ٹھینگے پر ہیں.... ہاں.... میں بھی لعنت بھیجتا ہوں.... جیبا فرشتہ ہے.... جب میں نے اُسے اپنی دکھ بھری کہانی سنائی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے.... ہائے.... جیبا.... پتہ نہیں اس سالی جہرۂ ہفت افلاک نے اُسے کہاں پھینکا۔"

"بیٹا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے دل کی آنکھیں کیسے کھلی تھیں! یہ تم نے آج تک نہیں بتایا حالانکہ آج تمہیں یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔"

"نہیں بتاؤں گا.... ورنہ تم جیباڈارلنگ پر شک کروگے! میں جانتا ہوں سالے جہاں پناہ حمید بھائی تم اور کرنل صاحب بہت شکی ہو.... ذرا ذرا سی بات پر شک.... ایسی کی تیسی!"

قاسم بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"تم سمجھے نہیں پیارے....!" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "دل کی آنکھیں صرف وہی لڑکی کھولتی ہے جو واقعی محبت کرتی ہے۔"

"کرتی ہے نا....!" قاسم خوش ہو کر بولا اور خوشی کا مظاہرہ کرتا ہی رہا "ہی.... ہی.... ہی.... ہی۔"

"مگر حمید۔" ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہر لڑکی کا طریقہ الگ ہوتا ہے! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ زیبا نے کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔"

"ہائے جہاں پناہ بھائی کیا بتاؤں.... میں نے اس سے کہا تھا کہ مجھ سے محبت کرو ورنہ میں مر جاؤں گا.... اس نے کہا تم خود ہی کرو نا مجھے کیا پڑی ہے میں نے رو کر کہا تھا کہ مجھے محوبت کرنا نہیں آتا۔ اس نے کہا میں سکھاؤں گی.... دل کی آنکھوں کھولو.... محوبت ہو جائے گی۔ میں کہا کیسے کھولوں مجھے یہ بھی نہیں آتا۔"

اس نے کہا ایک گھنٹے تک آنکھیں بند رکھو۔ میں نے کوشش کی مگر یہ سالی آنکھیں بار بار کھل جاتی تھیں۔ آخر اس نے کوئی چیز اوپر چپکادی۔ پھر سالیاں کھل ہی نہ سکیں۔ اس نے کہا اب چلو چل کر ٹھنڈی ہوا میں بیٹھیں خیمے کے پیچھے.... اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور خیمے کے پیچھے لائی.... وہاں بیٹھ کر ہولے ہولے میرا سر سہلانے لگی.... ہائے حمید بھائی.... کتنا پیار تھا....

کتنا پیار تھا.... ہائے میں کیا کروں۔"

قاسم کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

حمید نے بڑے پیار سے دو چار بار اس کا سر سہلایا اور آنسو گالوں پر ڈھلک آئے۔

"میں اُسے تلاش کروں گا۔" حمید نے کہا۔ "ہاں تو پھر کیا ہوا تھا۔"

قاسم نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے اور غصیلی آواز میں بولا۔ "پھر سالے مچھر میرے کانوں میں بھنبھنانے لگے۔ میں نے انہیں تھپڑ مارنے شروع کر دیئے.... اور حمید بھائی بس میں گائب ہو گیا.... ہائے جیبا ڈارلنگ میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں۔"

"غائب ہو گئے.... میں نہیں سمجھا۔"

"ٹھینگے سے نہیں سمجھے....!" قاسم جھلا کر بولا۔ "اَمے تم بھیجا چاٹ ڈالتے.... جاؤ نا اپنی لونڈیوں سے دل بہلاؤ جا کر....!"

"بس اتنا بتا دو کہ غائب کیسے ہو گئے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں! میں نہیں جانتا.... آنکھ یہاں کھلی تھی.... تم نے کھولی تھی۔ بھاگ جاؤ.... میں اس وقت جیبا کو یاد کر رہا ہوں۔"

"زیبا بھی یہیں کہیں قید ہو گی۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم اس کی رہائی چاہتے ہو تو سنجیدگی سے میرا ساتھ دو.... جو کچھ میں کہوں وہی کرو۔ یہ تہہ خانے ہیں ان سے نکلنا آسان کام نہ ہو گا۔ تمہیں پہاڑوں کی وہ گپھائیں یاد ہی ہوں گی جن سے ہم برف کے بھوتوں والے کیس میں دوچار ہوئے تھے یہ بھی اسی قسم کی قدیم گپھائیں ہیں جنہیں اس خطرناک عورت نے دریافت کیا ہے۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کروں۔"

"دماغ ٹھنڈا رکھو اور میرا ساتھ دینے کے لئے تیار رہو۔"

دفعتاً نانوتہ کے قہقہے کی آواز گونجی اور وہ دونوں چونک کر خاموش ہو گئے۔

"جہاں پناہ۔" نانوتہ کا لہجہ طنزیہ تھا۔ "اگر سازشوں سے فرصت مل گئی ہو تو ذرا حرم سرا تک آنے کی زحمت گوارا فرمایئے۔ آپ کیلئے ایک تحفہ حاضر ہے۔ آپ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم بوکھلا کر بولا۔ "سن لیا سالی نے.... ارے بب۔" اس نے

دونوں ہاتھوں سے منہ دبالیا۔

"میں آرہا ہوں۔" حمید نے سخت لہجہ میں کہا اور قاسم کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کرتا ہوا دریچے سے گزر گیا۔

حرم سرا والے حصے تک پہنچنے میں اُسے دو منٹ سے زیادہ نہیں لگے! وہ ان تہہ خانوں میں آزادانہ چل پھر سکتا تھا۔ لیکن آج تک باہر نکلنے کا راستہ نہیں ڈھونڈ سکا تھا۔ حالانکہ اس نے کوشش کی تھی۔ آج اُسے یہاں آئے ہوئے آٹھواں دن تھا۔ اس کا اندازہ اس نے اپنی گھڑی سے لگایا تھا۔ ورنہ یہاں سورج تو دکھائی نہیں دیتا تھا کہ دن اور رات کا اندازہ کیا جاسکتا۔ یہاں تو ہر وقت مومی شمعیں یا پٹرومیکس روشن رہتے تھے۔ نانوتہ نے حمید کو بتایا تھا کہ وہ باقاعدہ برقی روشنی کا انتظام بھی کر سکتی تھی لیکن چونکہ قیام عارضی ہے اس لئے زیادہ پھیلاؤ پسند نہیں کرتی۔ وہ دبیز پردہ ہٹا کر حرام سرا میں داخل ہوا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایسا محسوس ہوا جیسے سر پر بجلی گری ہو۔ وہ ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔

سامنے ہی فریدی سر جھکائے کھڑا تھا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور پیروں میں بیڑیاں لباس تار تار تھا۔ خشک بال گرد سے اٹے ہوئے تھے اور آنکھوں کے گرد حلقے نظر آرہے تھے۔ شیو بڑھا ہوا تھا۔

دوسری طرف نانوتہ کھڑی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اس کے گرد چمکدار حلقہ تھا اور اس کے قریب ہی حلقہ سے باہر کرنل وارڈ تنا ہوا کھڑا تھا۔

"کیپٹن حمید....!" نانوتہ نے کہا۔ "میں اس شاعر کا کلام سننا چاہتی ہوں لیکن اس نے چپ رہنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اب تم بھی کوشش کرو۔"

"نانوتہ....!" دفعتاً حمید پھٹ پڑا۔ "اس حصار سے باہر آؤ۔ پھر میں دیکھوں۔"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ غصے سے بُری طرح کانپ رہا تھا اور حلق میں سانسیں گھٹتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھیں۔ نانوتہ نے قہقہہ لگایا اور بولی۔ "نہیں کیپٹن حمید.... میں بڑی نامرد ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو! یعنی کہ عورت ہوں.... چوڑیاں پہنتی ہوں.... مجھے تاؤ نہیں آئے گا۔ میں حصار کے اندر رہوں گی کیونکہ مجھے اپنے آدمیوں پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ جب میں سوتی ہوں تب یہ حصار میری مسہری کے گرد قائم رہتا ہے، اسے دنیا کی کوئی چیز عبور نہیں کر سکتی۔ اس کا راز

یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا.... کرنل وارڈ.... کیپٹن حمید کو ریوالور دو تاکہ یہ مجھ پر فائر کر سکے۔"

"مادام آپ حصار کے اندر ہیں.... لیکن میں...." کرنل وارڈ نے کچھ اور بھی کہنا چاہا لیکن نانوتہ جلدی سے بولی۔ "خیر جانے دو! میں تو اسے یہ دکھانا چاہتی تھی کہ ریوالور کی گولی بھی اسے نہیں کراس کر سکتی اس کے قریب آتے ہی پگھل کر نیچے گر جائے گی۔ ہاں تو کیپٹن حمید اب میرا کام مکمل ہو گیا ہے۔ میں تم لوگوں کو زیرولینڈ لے جاؤں گی۔ کرنل فریدی کو کسی چوہے کی طرح پکڑ لیا ہے.... مگر کتنی دقتوں سے۔ پانچ دن تک میرے آدمی اس کے لئے سر گرداں رہے ہیں۔ یہ میرا کتنا بڑا کارنامہ ہے کہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر میں کرنل فریدی کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئی اور تمہارے ملک کی ایک بڑی دولت اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں ساری دنیا پر ہم زیرولینڈ والوں کا حق ہے۔ کیونکہ ہم ساری دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ موٹا خصوصیت سے میرے کام آئے گا۔ زیرولینڈ کے بہترین سائنس داں اس کی ذہنی حالت ٹھیک کرنے کی کوشش کریں گے.... اور پھر یہ زہرہ ہفت افلاک کے جلاد کا رول ادا کرنے کے لئے بہت مناسب ہو گا۔ اکثر دنیا کے گھنے جنگلوں میں مجھے کام کرنا پڑتا ہے۔ وہاں جنگلیوں کو ڈرانے کے لئے میں اسے دیو بناؤں گی۔ یہ خاص الخاص تحفہ میرے ہاتھ لگا ہے۔ اس کے لئے میں تم لوگوں کی شکر گزار ہوں۔"

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جواب بھی اسی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ حمید کا دل چاہا کہ اپنا سر دیوار سے ٹکرا دے۔ اس نے کبھی فریدی کی آنکھوں میں مایوسی کی دھندلاہٹ نہیں دیکھی تھی۔ وہ سر ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔ کسی سے نظر نہیں ملا رہا تھا۔ ایک عورت کے ہاتھوں اس کی خودی مجروح ہوئی تھی۔ حمید کا دل رو پڑا.... اس نے سوچا کہ نانوتہ تک تو رسائی ناممکن ہے کیوں نہ کرنل وارڈ ہی پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوتا۔

"مگر نانوتہ....!" حمید نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم نے کرنل کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں کیوں ڈال رکھی ہیں۔ میں نے اتنے دنوں میں تمہارا کیا بگاڑ لیا جو یہ آزاد رہ کر بگاڑ لیں گے۔"

"تم ایک آسیب کو یہ مشورہ دے رہے ہو کہ وہ قابو میں آئے ہوئے دوسرے آسیب کو آزاد کر دے.... نہیں کیپٹن حمید میں اتنی احمق نہیں ہوں۔ مجھے ایسا مشورہ نہ دو۔"

"تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔" حمید نے دانت پیس کر پوچھا۔

"محض یہ دکھانے کے لئے.... کہ تم نانوتہ کی قوت دیکھ لو۔"

"ختم کرو نانوتہ....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہم چوہوں والی جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے۔ تم ہمیں زیرولینڈ ضرور لے چلو.... میں کرنل کی طرف سے بھی تمہارا مشکور ہوں گا مگر خدارا اس موٹے کا بھی خیال رکھنا۔ اُسے تم سے عشق ہو گیا ہے۔"

"خاموش رہو بد تمیز....!" کرنل وارڈ گھونسہ دکھا کر بولا۔ "اگر تم پر مادام کی نظر عنایت نہ ہوتی تو میں ابھی تمہارے جبڑے توڑ دیتا۔"

"آؤ....!" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "مادام کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" کرنل وارڈ نے مڑ کر نانوتہ کی طرف دیکھا۔

"نہیں....!" نانوتہ کا لہجہ سخت تھا۔ "میں ان لوگوں کو یہاں سے صحیح وسالم لے جانا چاہتی ہوں۔"

"خیر مادام....!" کرنل وارڈ نے کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجئے کرنل فریدی پکڑا جا چکا ہے۔ میں باہر جا کر اپنا کام دیکھوں۔"

"نہیں.... اب تم بھی براہِ راست یہیں سے زیرولینڈ ہی جاؤ گے۔ پرسوں ہمارے فے گراز یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"میں.... زیرولینڈ...." کرنل وارڈ ہکلایا۔

"کیوں؟ کیا کبھی تمہارے دل میں خواہش نہیں پیدا ہوئی کہ جس ملک کے لئے تم کام کرتے رہے ہو اُسے دیکھو بھی۔"

"ہوئی ہے.... ہوئی ہے....!" وہ جلدی سے سر ہلا کر بولا۔ "مگر مادام اگر میں یہاں نہ ہوں گا تو اوپر والوں کو کنٹرول کون کرے گا۔"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو کرنل وارڈ.... کوئی دوسرا تمہاری جگہ لے گا۔"

"مم.... مگر....!"

"صاف صاف کہو کہ تم زیرولینڈ نہیں جانا چاہتے۔" نانوتہ کو غصہ آ گیا۔

"یہ بات نہیں مادام.... یہ بات نہیں مادام....!" وہ دونوں ہاتھ ہلاتا ہوا خوفزدہ آواز میں چیخا۔ "مم.... میں تو اتنی مہلت مانگ رہا تھا کہ اپنے بینک بیلنس کو سونے کی شکل میں تبدیل کر لوں۔"

"کیا تم بینک تک جانے کی ہمت کر سکو گے۔ جب کہ فریدی کے شکاری کتے تمہاری تلاش میں تھے۔"

"اوہ.... میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں مادام....!" کرنل وارڈ مسکرایا۔ "میرے حسابات میرے نام سے نہیں ہیں.... بلکہ ایک مقامی سرمایہ دار کے نام سے ہیں اور اسے میرے اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا۔"

"خیر تو تم اُسے سونے میں تبدیل کرو گے۔"

"ہاں مادام....!"

"لیکن تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ زیرولینڈ میں سونے کو سب سے گھٹیا دھات سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے تو چھریاں اور چاقو بھی نہیں بنائے جاسکتے۔ البتہ اگر تم اپنی رقومات کو اری ڈیم۔ ریڈیم۔ یا پورے نیم میں تبدیل کر سکو تو یقیناً امیر آدمی سمجھے جاؤ گے۔ ان دھاتوں کے عیوض تم وہاں زندگیاں تک خرید سکو گے۔"

"یعنی تو پھر.... وہ اتنی بڑی رقم یہیں رہ جائے گی۔"

"خاموش رہو! میرے پاس بکواس سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ کیپٹن حمید تم اپنی خواب گاہ میں جاسکتے ہو۔" حمید چپ چاپ "حرم سرا" سے نکل آیا۔

اُسے اس کا غم نہیں تھا کہ خود اس کا کیا انجام ہوگا۔ وہ تو صرف فریدی کے متعلق سوچ رہا تھا کیونکہ اس نے اُسے آج تک اتنا مضمحل اور صورتاً اتنا شکست خوردہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

❁

دوسری صبح کسی تیز قسم کی آواز ہی نے نہ صرف حمید بلکہ قاسم کو بھی جگایا تھا۔ آج منڈولین کے نغموں نے خوابیدہ سماعت کو نہیں گدگدایا تھا بلکہ وہ کوئی ایسی آواز تھی کہ بیداری کے بعد دل کی بڑھتی ہوئی دھڑکن پر قابو پانا محال معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اور قاسم اپنی اپنی مسہریوں سے سر نکالے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

دفعتاً انہوں نے کرنل وارڈ کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "کیپٹن حمید۔ موٹے سمیت تین منٹ کے اندر اندر حرم سرا میں پہنچ جاؤ ورنہ چوتھا منٹ تمہارے لئے موت کا پیغام ہوگا! وہ دونوں ہی مسہریوں سے کود پڑے!"

"اب قیا چکر ہے! حمید بھائی....!" قاسم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مطمئن رہو....! اب کوئی لمبا سفر درپیش ہوگا۔ میں نے رات ہی تمہیں سب کچھ بتادیا تھا۔"

"خدا کرے جیبا ڈارلنگ کو بھی ساتھ لے چلیں۔ اَبے میں تو خوشی سے جاؤں گا سالے حمید بھائی؟"

"چلو....!" حمید غرایا۔

وہ دونوں حرم سرا میں آئے لیکن یہاں کا منظر دیکھ کر ان کے دل بلیوں اچھلنے لگے۔ نانوتہ کے دس خاص آدمی جوان تہہ خانوں میں رہتے تھے اور جنہیں وہ براہِ راست زیرولینڈ سے لائی تھی بندھے پڑے تھے۔ اس کی کنیزیں بھی اسی حال میں مبتلا نظر آئیں ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھیں۔ کرنل وارڈ کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی۔

"چلو....!" وہ ٹامی گن کو جنبش دے کر غرایا۔ "تم دونوں بھی عورتوں کے پاس اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"کیوں....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"چلو.... ورنہ ٹریگر دب جائے گا.... کل تم نے اس سور کی بچی کے سامنے میرا اگڑ گڑانا بھی دیکھا تھا۔ آج مرنے سے پہلے اس کی ذلت بھی دیکھ لو....!"

"کیا تم نے اپنی توہین کا بدلہ لے لیا۔" حمید خوش ہو کر بولا۔

"ہاں.... چلو بیٹھ جاؤ....!"

"اب تو میں ضرور بیٹھوں گا۔ پیارے کرنل وارڈ! تم واقعی شاندار ہو پروانہ کرو۔ تمہیں بچا لینے کا ذمہ میں لیتا ہوں۔"

"خاموش رہو حقیر کیڑے تم تینوں بھی سورج کی روشنی نہ دیکھ سکو گے۔ میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ تمہیں چھوڑ دوں.... اس تہہ خانے سے صرف پانچ آدمی باہر جائیں گے میں اور میرے چار خاص آدمی ہیں۔"

اتنے میں زنجیروں کی جھنکار سنائی دی اور کرنل فریدی بیڑیاں پہنے ہوئے کسی زخمی شیر کی طرح جھومتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے نانوتہ تھی۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی۔ نانوتہ کے بعد کوئی عورت آئی اس کے بھی ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ بُری طرح چیخ رہی تھی۔

"ارے.... یہ پٹیاں کھولو.... ارے میرے چہرے پر آگ لگی ہوئی ہے.... پٹیاں کھولو.... ارے میں مری.... یہ کون ہے کس نے اس کی ہمت کی ہے....!"

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گھنٹوں سے چیختی رہی ہو.... کیونکہ اس کا گلا رندھا ہوا تھا اور آواز نہیں پہچانی جاسکتی تھی۔ شکل اس لئے نہیں پہچانی جاسکتی تھی کہ اس کا سارا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

"خاموش رہو کتیا۔" کرنل وارڈ دہاڑا۔ "میرے ہاتھ میں ٹامی گن ہے! اگر اب ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نکلا تو ایک درجن گولیاں تمہارے جسم میں اتر جائیں گی۔"

عورت خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے جسم کی لرزشیں بتا رہی تھیں کہ وہ کسی بہت بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔

نانوتہ کھڑی خونخوار نظروں سے کرنل وارڈ کو گھور رہی تھی۔ دفعتاً اس نے کہا۔ "غدار نمک حرام.... تجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"یہ کون عورت بول رہی ہے۔ یہ کون ہے۔" وہ عورت چیخی جس کے چہرے پر پٹیاں چڑھی ہوئی تھیں۔

"خاموش...." کرنل وارڈ چیخا اور ساتھ ہی دس بارہ گولیاں ٹامی گن سے نکلیں۔ مگر نشانہ وہ عورت نہیں تھی۔ دریچے کے دبیز پردے میں البتہ کئی سوراخ ہو گئے تھے۔

عورت خاموش ہو گئی۔ شاید وہ سہم گئی تھی۔

"تم" کرنل وارڈ نے نانوتہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب لے جاؤ مجھے زیرولینڈ! یہ دولت میں نے اسی لئے پیدا کی تھی کہ اس سے دست بردار ہو جاؤں۔ کیوں؟ جس دولت کے حصول کے لئے میں نے اپنے ملک سے غداری کی تھی اُسے چھوڑ کر زیرولینڈ میں جاؤں جہاں گدھے بستے ہیں۔ جہاں سونے کی کوئی وقعت اس لئے نہیں ہے کہ اس سے چاقو اور چھرے بھی نہیں بنائے جاسکتے.... ہاہاہا.... تم پاگل ہو گئی ہو.... نانوتہ.... سونا اور وقعت.... ہاہاہا.... سونے کے لئے نیند حرام ہو جاتی ہے۔ نانوتہ مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی.... تم پاگل ہو گئی ہو نانوتہ.... اس لئے تمہیں مر جانا چاہئے۔"

نانوتہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "مار ڈال مجھے۔ میں موت سے نہیں ڈرتی۔ لیکن تیرا انجام بھی بڑا دردناک ہو گا.... غدار کتے۔"

اچانک وہ عورت پھر چیخی جس کے چہرے پر پٹیاں چڑھی ہوئی تھیں۔ "یہ کون نانوتہ ہے.... یہ کیا فراڈ ہے.... نانوتہ تو میں ہوں.... میں نانوتہ ہوں.... یہ کوئی مکار عورت ہے.... کرنل وارڈ.... میرے چہرے کی پٹیاں کھولو.... میں گمنامی میں نہیں مرنا چاہتی.... کوئی عورت تجھے دھوکا دے رہی ہے۔"

"خاموش رہ رومیلا تو بیمار ہے۔ اس لئے مجھے تجھ پر رحم آتا ہے۔" کرنل وارڈ نے کہا۔

تو یہ رومیلا ہے حمید نے سوچا۔ مگر اس کے چہرے پر پٹیاں کیسی چڑھی ہوئی ہیں.... رومیلا نانوتہ کی مخصوص خادمہ تھی۔

"میں رومیلا نہیں نانوتہ ہوں.... پٹیاں کھولو.... ارے کیا رومیلا نے کوئی فراڈ کیا ہے.... او حرافہ تو میری آواز کی نقل اتار سکتی ہے.... مجھے علم نہیں تھا.... وارڈ پٹیاں کھول دے ذلیل.... ارے میرا چہرہ بھنا جارہا ہے۔"

"پٹیاں کھول دو۔" کرنل وارڈ نے اپنے ایک آدمی سے کہا۔

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جو متحیرانہ انداز میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس نے حمید سے ایک بار بھی نظر نہیں ملائی۔

یک بیک ساری عورتیں چیخ پڑیں اور حمید بوکھلا کر مڑا اور پھر اس کے حلق سے بھی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ کتنا بھیانک تھا اس عورت کا چہرہ.... ساری پٹیاں کھول دی گئی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے چہرے کو تیزاب میں غوطہ دے دیا گیا ہو۔

"تم نانوتہ ہو....!" کرنل وارڈ نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.... میں نانوتہ ہوں.... اس کتیا نے میرا بھیس بدلا ہے۔ پتہ نہیں کیا ہے اس کے دل میں۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتی.... اپنی ٹامی گن میرے سینے میں خالی کر دے۔ مگر میں نانوتہ ہوں.... ارے کیا تو خود نہیں دیکھتا اندھا ہو گیا ہے۔"

کرنل وارڈ نے قہقہہ لگایا اور اپنے ایک آدمی سے بولا۔ "نانوتہ کی خواب گاہ سے آئینہ لاؤ۔"

وہ چلا گیا۔

"کیوں...." وہ چیخی۔ "تو نے کیا کیا ہے ظالم.... ارے بتاتا کیوں نہیں۔ میرے چہرے میں آگ کیوں لگی ہوئی ہے۔"

"میں کیا جانوں۔" کرنل وارڈ نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن تم نانوتہ ہرگز نہیں ہو یہاں کسی سے پوچھ لو۔" اتنے میں آئینہ بھی آگیا۔ لیکن جیسے وہ اس کے سامنے لایا گیا اس کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی۔ اگر کرنل وارڈ کے ایک آدمی نے اُسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو زمین پر چاروں خانے چت گری ہوتی۔

پھر وہ اس کے بازوؤں میں پڑی ہوئی چیختی رہی۔ "ظالم.... تو نے تیزاب ڈال کر میرا چہرہ بگاڑ دیا۔ میرا چہرہ بگاڑ دیا کمینے کتے۔"

چیختے چیختے اچانک وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ہاہا....!" کرنل وارڈ نے قہقہہ لگایا۔ "یہ وہ رو رہی ہے جو کل تک لاف و گزاف کرتی رہی تھی۔"

"ابے چوپ۔ سالے اُلو کے پٹھے۔" دفعتاً قاسم دہاڑا اور جھومتا ہوا اٹھا شائد اس کی ذہنی رو بہک گئی تھی۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "سالے تم نے اتنی چھوٹی عورت کا چہرہ بگاڑ دیا اَبے میں تجھے یہیں ختم کردوں گا۔"

"قاسم.... قاسم....!" حمید اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

"ٹھینگے پر گئے قاسم واسم.... ہاتھ چھوڑو میرا۔" قاسم اُس کا ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ٹامی گن کی دس پانچ گولیاں اس کے شانے پر سے گزر گئیں۔

"ارے باپ رے!" وہ دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا اور ذہنی رو پھر اپنے صحیح راستے پر آگئی۔ کرنل وارڈ پھر اس عورت کی طرف مڑ گیا وہ اب بھی اسی طرح بلک بلک کر روئے جارہی تھی.... دفعتاً کرنل وارڈ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس کے چہرے پر اور تیزاب ڈالو.... ابھی اسے اندھی بھی تو ہونا ہے۔"

"نانوتہ.... ہاں تم نانوتہ ہی ہو۔ دیکھ لیا تم نے کرنل وارڈ کا انتقام.... یہ نانوتہ ہے۔ ہاہاہا.... اور تیزاب لاؤ.... جلدی کرو۔"

ایک آدمی پھر دوڑا گیا لیکن اس نے واپسی میں دیر نہیں لگائی اس کے ہاتھ میں بوتل تھی اور دوسرے میں روئی۔

"نہیں نہیں! مجھے اندھی نہ بنا بلکہ مار ڈال.... میں تجھ سے استدعا کرتی ہوں۔ کرنل وارڈ مجھے مار ڈال۔"

"گرا دو زمین پر" کرنل وارڈ گرجا۔"اس کا چہرہ اور بھیانک بناؤ.... اسے اندھی بھی ہونا چاہئے۔" اُسے زمین پر گرا کر بے بس کر دیا گیا۔ لیکن وہ اب بھی چیخ رہی تھی رو رہی تھی آنکھیں بھینچ لی تھیں اس کے چہرے پر مزید تیزاب لگایا جانے لگا۔ تیزاب ڈال کر اُسے روئی سے چاروں طرف پھیلایا جا رہا تھا۔

"حمید بھائی.... یہ ظلم ہے۔" قاسم آہستہ سے بولا۔

"خاموش بیٹھو بیٹا.... مجھے مانس گزرھ آ رہی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"ابے.... چوپ....!" حمید نے اسی کے لہجے میں کہا۔

اتنے میں کرنل وارڈ نے اپنے ایک آدمی کو ٹامی گن دیتے ہوئے کہا۔"انہیں کور کئے رکھو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔"

حمید اس عورت کو صاف دیکھ سکتا تھا جس کے چہرے پر مزید تیزاب لگایا جا رہا تھا۔ مگر یہ کیا؟ وہ اچھل پڑا.... اور پنجوں کے بل اوپر اٹھ کر دیکھنے لگا۔ وہ برابر چیخے جا رہی تھی اس کی آنکھیں بھنچی ہوئی تھیں۔ مگر چہرہ تو صاف ہوتا جا رہا تھا۔ سرخ و سفید جلد ظاہر ہوتی جا رہی تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں چہرہ صاف ہو گیا۔ یہ سو فیصدی نانوتہ ہی تھی۔ اس کی رنگت تو اب پہلے سے بھی زیادہ نکھر آئی تھی۔ مگر وہ چیختی ہی رہی تھی اور پہلے ہی کی طرح زمین پر پیر پٹختی رہی آنکھیں اب بھی بھنچی ہوئی تھیں۔

"ابے.... حمید بھائی۔" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔"یہ کیا دو دو نانوتہ.... ارے باپ رے بھوت۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا تھا۔

نانوتہ کھڑی کر دی گئی تھی اور اس سے آنکھیں کھولنے کو کہا جا رہا تھا۔

دفعتاً قاسم نے پھر بھوت کا نعرہ لگایا کیونکہ ایک کرنل فریدی تو پابجولاں کھڑا ہوا تھا اور دوسرا دریچے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس بار تو سبھی چیخے تھے اور نانوتہ نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دی تھیں۔ کرنل فریدی اس کے قریب کھڑا مسکرا رہا تھا۔ لیکن اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو کرنل وارڈ پہنے ہوئے تھا۔ حمید بھی اٹھ کر آہستہ آہستہ ان کے قریب آ گیا۔

"نانوتہ.... اب کیا خیال ہے.... تم کتنی عظیم ہو۔" حمید نے طنزیہ لہجہ میں پوچھا۔

''میں شاید پاگل ہو جاؤں گی۔'' نانوتہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ پھر یک بیک چونک کر بولی۔ ''تم نے میرا چہرہ کیوں بگاڑ دیا۔ میں تمہیں اتنا درندہ نہیں سمجھتی تھی۔ یہ بتاؤ کیا میں تم لوگوں کو قتل نہیں کر سکتی تھی۔ تم ہزار بار میری زد پر آئے تھے۔''

''یہ اسی کا جواب ہے نانوتہ.....!'' فریدی نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا۔

''یہ اس کا جواب ہے کہ تم نے میرا چہرہ بگاڑ دیا۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''مجھے افسوس ہے کہ تم اندھی نہیں ہو سکیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''مگر نہیں تم پھر آئینہ دیکھو کہ اندھی ہویا نہیں۔''

جیسے ہی آئینہ اس کے سامنے لایا گیا ایک بار پھر اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ آنکھیں پھیل گئیں اور منہ حیرت سے کھل گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

پھر یک بیک اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔ دیوانوں کی طرح ہنستی رہی۔ ہسٹریائی انداز میں قہقہے لگاتی رہی۔

''ختم کرو۔'' فریدی اس کا شانہ دباتا ہوا بولا اور وہ چونک کر خاموش ہو گئی۔ چند لمحے فریدی کی طرف دیکھتی رہی پھر مضمحل سی آواز میں بولی۔ ''یہ سب کیا تھا۔''

''کل شام والی لاف و گزاف کا جواب۔'' فریدی مسکرایا۔ ''تمہیں اس پر ناز ہے کہ سارا یورپ تمہارے نام سے تھراتا ہے۔ تمہارے اور تھریسیا کے نام پر یورپ کے ملکوں میں زلزلہ آجاتا ہے۔ لیکن میں اگر چاہوں تو تمہیں رلا دوں تم ننھی ننھی بچیوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی رہو اور اسی وقت چاہوں تو تم احمقوں کی طرح ہنسنا شروع کر دو..... کہو تو اب تمہیں کچھ دیر کے لئے پاگل ہی بنا دوں اور تم دوڑ دوڑ کر لوگوں کو کاٹتی بھنبھورتی پھرو۔ وہ حصار کہاں گیا جو تم نے پچھلی رات اپنی مسہری کے گرد قائم کیا تھا۔ وہ ڈیڑھ ہزار آدمی کہاں گئے جن سے تم کام لیتی تھیں۔ میں نے انہیں باہر نکال دیا تھا۔ تم تو اس وقت بیہوش پڑی تھیں اور دیکھو میں نے یہ سب کچھ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر کیا ہے۔ تمہاری گردن پر تو ہمارے تین فوجیوں اور خود اپنے ایک آدمی کا خون ہے میں اس وقت بھی چاہوں تو تمہارا گلا گھونٹ کر تمہیں ختم کر سکتا ہوں.... بولو.... خاموش کیوں ہو۔''

''وہ کون ہے.... اور یہ.....!'' اس نے نقلی فریدی اور نقلی نانوتہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"دونوں میرے ماتحت ہیں۔"

"میک اپ کرنے میں تمہیں کمال حاصل ہے۔ میرے چہرے کی مٹی کیسے پلید کی تھی۔"

"وہ بھی میک اپ ہی تھا۔ ایک ایسا سیال تمہارے چہرے پر لگایا تھا کہ جلن ہوتی رہے۔"

"اور تم نے یہ نفسیاتی طریقے اختیار کر کے مجھے رلایا بھی اور ہنسایا بھی۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "واقعی تم عظیم ہو تمہارے آگے سر جھکاتی ہوں مگر تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گی۔"

"مانگو بھی تو یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے تو تمہیں قانون ہی کے حوالے کرنا پڑے گا۔ وہ اس پر کچھ بھی نہ بولی۔ بلکہ اس کے انداز سے تو یہ ظاہر ہو رہا تھا جیسے اپنی گرفتاری پر ذرہ برابر بھی تردد نہ ہو!.... چند لمحے ٹھہرا کر اس نے پوچھا۔ "کیا سچ کرنل وارڈ نے غداری کی ہے۔"

"اس غریب نے اس غار کی شکل ہی کہاں دیکھی ہے۔ میں نے تو اُس رات تم لوگوں کو ڈوج دیا تھا۔ میرا ایک ماتحت میرے میک اپ میں ٹیکم گڈھ چلا گیا اور میں یہاں کرنل وارڈ کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پھر وہ مجھے مل ہی گیا۔ لیکن تہہ خانوں کا راستہ اس گدھے کو بھی نہیں معلوم تھا وہ اس وقت سے اب تک میری قید میں ہے لیکن اس سے میں نے یہ ضرور معلوم کر لیا تھا کہ زیبا بھی اس کی کار پرداز ہے اور اس کا کام ہے نوجوانوں کو پھانس کر اس کے پاس لانا۔ تم سے اس رات یہ حماقت ہوئی کہ تم نے زیبا کو قاسم کے لئے پیغام بھیجا کہ وہ اسے خیمے کی پشت پر لائے۔ تم سے یہ حماقت محض اس لئے سرزد ہوئی تھی کہ تمہیں میرے یہاں سے چلے جانے کی اطلاع مل چکی تھی۔ چونکہ اس دن راکٹ اور جہاز کا معرکہ ہو چکا تھا اس لئے بھی تم مطمئن تھیں کہ کوئی اُدھر آنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ بہر حال زیبا پر میں نے گہری نظر رکھی تھی۔ اُدھر وہ اُسے بتائے ہوئے مقام پر چھوڑ گئی اور ادھر میں الرٹ ہو گیا۔ وہاں سے تمہارا خاص آدمی اُسے اس غار کے دہانے پر لے گیا تھا جس سے تہہ خانوں کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ میں نے راستہ پیدا کرنے کا طریقہ دیکھ لیا تھا اور یہ سب کچھ تمہارے آدمیوں کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ مجھے تنہا ہی اندر جانا چاہئے۔ کیوں خواہ مخواہ دوسری جانیں ضائع کراؤں۔ بس پھر یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ کرنل وارڈ کا سہارا لیا جائے ویسے یہ تو مجھے معلوم ہی تھا کہ تہہ خانوں تک اس کی رسائی نہیں ہوئی یہاں آیا تو تم نے اس پر غصے اور حیرت کا اظہار کیا اس سے پہلے تمہارے پہرے دار گولی تک مار دینے پر تیار تھے۔ لیکن میں نے تمہاری دہائی دے کر انہیں اپنا نام بتایا تھا اور کہا تھا کہ

تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ مجھے تہہ خانوں میں طلب کیا ہے۔ تب وہ مجھے کھینچتے ہوئے یہاں لا ۔ ۔ تھے۔ میں نے یہاں رہ کر اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ تمہارے یہی دس آدمی مزاحمت کر سکتے تھے وہ ڈیڑھ ہزار مزدور تو موم کی ناک تھے، جو یہاں کی قید سے بُری طرح اکتا گئے تھے۔ پچھلی ہی رات میں نے انہیں یہاں سے نکالا تھا اور باہر سے اپنے پانچ آدمی بلائے تھے۔ یہ لڑکی جسے تم نانوتہ کی شکل میں دیکھ رہی ہو اور یہ چاروں مگر اب اتنا تو بتا ہی دو کہ تم نے ان تین خالی کنوؤں سے کیا نکالا ہے۔ غالباً یہی کام تم یہاں کر رہی تھیں اور اب اس کا اختتام ہو چکا ہے۔"

"قطعی طور پر اختتام....!" وہ مسکرا کر بولی۔ "اب اس علاقے میں ایک بوند بھی نہیں ملے گی۔ وہ ایک نایاب ترین ایندھن ہے کرنل فریدی جسے ہم لمبی پرواز میں استعمال کریں گے۔ یہ بھی زیرولینڈ ہی کی دریافت ہے۔ یہ پٹرولیم سے کئی ہزار گنا ہلکا اور سریع الاثر ہوتا ہے۔ لمبی پرواز سے کہیں تم یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ہم اسے بین براعظمی راکٹوں میں استعمال کریں گے۔ نہیں.... یہ سیاروں کے سفر کے لئے بہت موزوں ہوگا۔ ہم بہت جلد چاند میں اپنا پرچم نصب کریں گے۔"

"میرے بکرے کو بھی ساتھ لیتی جانا۔" حمید نے کہا۔ "تاکہ وہ واپسی پر چاند کا سفر نامہ باتصویر معہ پرائیویٹ حالات کھول کھول کر لکھ سکے۔"

نانوتہ ہنس کر پھر کرنل کی طرف متوجہ ہو گئی اور کرنل نے کہا۔ "تو وہ تمہارا راکٹ ایندھن ہی لے کر اڑا کرتا ہے۔"

"ہاں.... اب وہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ آخری کھیپ جا چکی ہے۔"

"مگر اس کی واپسی کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔"

"واپسی ادھر سے نہیں ہوتی۔ واپسی پر وہ یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ایک سرنگ میں داخل ہو کر ایندھن کے کنوؤں تک پہنچتا تھا.... واپسی پر اس سے جو گیس خارج ہوتی ہے دیکھی نہیں جا سکتی۔ روانگی کے وقت ایک مجبوری کی بناء پر وہ گیس نظر آنے لگتی تھی۔ ورنہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ دراصل اُسے باہر نکلنے کے لئے راستہ بنانا پڑتا تھا۔ اس لئے اس کے آگے اور پیچھے ایک ایسا آلہ لگایا گیا تھا جس سے حرارت پیدا ہو کر پتھر کو پگھلا دے وہ باہر نکل کر اتنی دیر تک فضا میں معلق رہتا تھا جب تک کہ نچلے آلے سے خارج ہونے والی حرارت اس خلاء کو پُر نہیں کر دیتی تھی۔ آس پاس کے پتھر پگھل کر اُسی خلاء میں سما جاتے تھے تم لوگ جس حرارت سے

پریشان ہو کر میلوں دوڑتے چلے گئے تھے وہی پتھر کو پگھلا دینے والی حرارت تھی۔ نچلے حصے میں حرارت کا آلہ اُس نلکے سے ملحق ہوتا ہے جس سے گیس خارج ہوتی ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ نلکا بھی گرم ہو جاتا ہے اور اسی حرارت کی وجہ سے اُس سے خارج ہونے والی گیس چمکیلا پن اختیار کر لیتی ہے، جب تک یہ نلکا گرم رہتا ہے یہی کیفیت بر قرار رہتی ہے جہاں ٹھنڈا ہوا گیس کی چمک غائب ہو گئی.... بہر حال یہ ایک مجبوری ہی تھی جس کی بناء پر لوگ اس کے وجود سے واقف ہو سکے ورنہ تم تک بات ہی نہ پہنچتی۔ خیر اگر پہنچتی بھی تو میرا دعویٰ ہے کہ تم بھٹکتے ہی رہ جاتے۔ ستم تو جیاانی کی تصویر ہو گئی تھی وہ تصویر نمائش میں رکھی گئی اور مجھ سے حماقتیں سرزد ہونے لگیں، نہ کرنل وارڈ اس میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا اور نہ تم اس کے پیچھے لگتے۔ اوہ.... اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے میرا حصار کیسے توڑا تھا۔"

"پانی سے....!" فریدی مسکرایا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا.... تم کیا جانو....!" نانوتہ بوکھلا کر بولی۔

"مشاہدہ....! جب بھی تم حصار میں نظر آئی ہو میں نے تمہارے شانے سے ایک کیمرہ لٹکتا دیکھا ہے اور ہاتھ میں یا حصار کے اندر ہی کہیں شراب کی بوتل بھی دیکھی ہے لیکن کیا اس میں شراب ہوتی تھی....؟ پھر جب خواب گاہ کی مسہری کے گرد حصار نظر آیا تو وہاں بھی پانی موجود تھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ حصار کے اندر ہی رکھا گیا تھا۔ پچھلی رات میں نے کافی غور و فکر کے بعد تھوڑا سا پانی حصار کی طرف ڈھلکایا تھا۔ تم بے خبر سو رہی تھیں۔

"ہائے یہ سوتے میں کیسی لگتی ہو گی حمید بھائی۔" قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔

"چپ رہو....!" حمید اُسے جھڑک کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فریدی کہہ رہا تھا۔ "ہاں تو میں نے پانی ڈھلکایا مقدار کم ہی تھی۔ بہر حال تجربہ تسلی بخش ثابت ہوا جتنی جگہ سے پانی کی لکیر گزری تھی اتنی جگہ میں حصار کی چمکدار لکیر کٹ گئی، اتنی کٹی ہوئی جگہ میں میں نے پتلی سی چھڑی ڈال دی! جو پڑی رہی.... بس اس کے بعد ہی دو گیلن پانی نے پورے حصار کا صفایا کر دیا تھا اور تم میرے قبضے میں تھیں۔ تمہیں گہری قسم کی بیہوشی کی دوا دی تھی جس کے زیر اثر تم آج صبح تک رہیں۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے تم وہ حصار بناتی کس طرح ہو! وہ کیمرہ بھی اب میرے قبضہ میں ہے اس میں وہی گیس بھری ہوئی ہے اور اس کے نوزل سے جو بادی النظر میں نہیں معلوم

ہوتا ہے گیس کی باریک سی لکیر نکل کر وہی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے لئے تم ہاتھ کو حرکت دو۔"

"وہ میری طرف سے تحفے کے طور پر رکھو۔" نانوتہ مسکرائی۔ "میں تمہیں کبھی نہیں بھلا سکتی عرصہ سے خواہش تھی کہ تمہیں قریب سے دیکھوں۔ بہت شاندار ہو کرنل.... عظیم.... لیکن اسے لکھ لو کہ میں ہی ایک نہ ایک دن تمہیں زیرو لینڈ لے جاؤں گی۔"

"جیلانی کہاں ہے....!" حمید نے پوچھا۔ "میں نے کئی دنوں سے اُسے دیکھا نہیں۔"

"بیٹھو! تم سب بیٹھ جاؤ۔ میں تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ کچھ دیر اور تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں کرنل میری یہ خواہش بھی پوری کر دو۔"

"کوئی چال....!" حمید مسکرایا۔

"میں نانوتہ ہوں...." وہ غصیلی آواز میں بولی۔ "کرنل کے سامنے سر جھکا چکی ہوں لہٰذا اس کی موجودگی میں میرا سر نیچا ہی رہے گا۔ ذرا یہ صرف دس منٹ کے لئے یہاں سے ہٹ کر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔"

"میں نے پوچھا جیلانی کہاں ہے۔" حمید نے اُسے پھر ٹوکا۔

"جیلانی کو دارالحکومت واپس بھجوا دیا۔ اس کی ذہنی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اُسے تو میں نے صرف اس لئے دیکھنا چاہا تھا کہ شاید میں اُسے پہچان سکوں۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے۔ میں نے اُسے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے مجھے کہاں دیکھا تھا۔ لیکن وہ بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکا تھا۔ اس تصویر کا مسئلہ میرے لئے ہمیشہ الجھن کا باعث بنا رہے گا۔"

"تم دھوئیں کے مجسمے کی شکل میں درشن دیتی تھیں۔ وہ کیا بلا تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"ہمارا ٹیلی ویژن جو ابھی تجرباتی دور میں ہے اس کے لئے کسی ریسیونگ سیٹ کی ضرورت نہیں ہم جہاں چاہیں مناظر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے صرف ایک ہی سال میں ہم اس قابل ہو جائیں کہ تم میرا مجسمہ اپنے گھر میں دیکھ سکو۔"

"میرے گھر میں بھی.... جرور.... جرور.... اچھا۔" قاسم جلدی سے بولا۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ گئے۔ پورا قافلہ اس تنگ سے درے سے گزرنے لگا جس کا اختتام اس پتھریلے میدان میں ہوا۔ جہاں ایک رات فریدی اور اس کے ساتھیوں نے جہنم کی آنچ محسوس کی تھی۔ اس درے

میں داخل ہونے سے پہلے وہ ایک ایسے سوراخ سے گزرے تھے جس کا قطر تقریباً پانچ فٹ تھا اور جسے بند کرنے کے لئے ایک بہت بڑی سِل میکنزم پر حرکت کرتی تھی۔ روانگی سے قبل نقلی فریدی اور نقلی نانوتہ کو آزاد کر دیا گیا اور اب وہ دونوں ان شکلوں میں بھی نہیں تھے۔ چہرے حمید کے لئے بالکل نئے تھے۔ اس لئے وہ اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتا تھا کہ وہ بلیک فورس ہی کے آدمی ہوں گے۔ نانوتہ کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے.... جیسے ہی وہ سب درے سے باہر آئے نانوتہ نے فریدی سے کہا۔ "اب تم سب جتنی تیزی سے دوڑ سکتے ہو دوڑو.... اگر ہم پندرہ منٹ کے اندر اندر اس سبز نشان تک نہ پہنچے تو ہماری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلے گا۔"

"کیوں....؟"

"میں اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتی۔ جب ہم اس سوراخ سے گزر رہے تھے میں نے اپنے بائیں شانے سے ایک سوئچ آن کر دیا تھا جو سوراخ کے سرے ہی پر لگا ہوا ہے۔ پچیس منٹ بعد خود بخود اس سوئچ بورڈ سے ایک تحریک ہو گی جو خاص خاص مقامات کے ڈائنامائیٹس تک پہنچے گی اور وہ سب بیک وقت پھٹ جائیں گے۔ دوڑو میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں دس گیارہ منٹ گزر چکے ہیں وہ سبز نشان میں نے بنایا تھا تاکہ اس قسم کے مواقع پر سب کچھ تباہ کر دوں اور ہمارے آلات غیروں کے ہاتھ نہ آسکیں۔ وہاں سب کچھ ہے کرنل اور یہ بھی سن لو کہ تم اس سوئچ کو تلاش نہیں کر سکو گے۔ اگر خود کشی کرنا چاہتے ہو تو ضرور واپس جاؤ.... نانوتہ نے بے تحاشہ دوڑنا شروع کر دیا۔

پھر سب ہی بھڑک کر بھاگے! مگر فریدی تو بیچارے قاسم کو دیکھ رہا تھا جس کے فرشتے بھی نہیں دوڑ سکتے تھے۔

"ارے.... ارے.... میں.... ارے ارے.... میں" وہ چیختا ہوا دوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً فریدی اس کی طرف جھپٹا اور اسے اتنی پھرتی سے اپنی کمر پر لاد لیا کہ خود قاسم نے بھی بوکھلا کر اوٹ پٹانگ بکواس شروع کر دی۔ "ارے.... ارے.... واہ.... کیا مذاخ ہے.... ارے گرو گے کون ہو تم.... کون ہو تم...."

قاسم کو کمر پر کوئی دیو ہی لاد سکتا تھا.... اور پھر لاد کر دوڑنا.... خدا کی پناہ.... مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی چیتا کسی بکرے کو پشت پر لاد کر بھاگا ہو۔

ذرا ہی سی دیر میں فریدی ان دوڑنے والوں کے برابر پہنچ گیا جو اس سے بہت پہلے دوڑے تھے۔ قاسم برابر چیخنے جارہا تھا۔"ارے تم کون ہو.... ارے گروں گا تو ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں گے.... ارے بچاؤ.... بچاؤ....!"

حمید نے دیکھا تو بے تحاشہ ہنس پڑا.... فریدی اب سب سے آگے جارہا تھا اس کی رفتار میں ابھی تک فرق نہیں آیا تھا۔

کسی نہ کسی طرح وہ سبز نشان تک پہنچ گئے۔ یہ ایک بڑی سی چٹان تھی جسے سبز رنگ دیا گیا تھا۔

"کرنل تم واقعی آسیب ہو۔" نانوتہ ہانپتی ہوئی بولی۔ کبھی وہ زمین پر پڑے ہوئے قاسم کو دیکھتی تھی اور کبھی فریدی کی طرف جو بڑے بے تعلقانہ انداز میں کھڑا درے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ نہ تو اس کے نتھنے پھول پچک رہے تھے اور نہ سینہ ہی لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

نانوتہ آگے بڑھی اور اس کے بائیں شانے سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ حمید بڑی تیزی سے اپنی کھوپڑی سہلا رہا تھا۔

"ارے باپ رے...." قاسم بڑبڑایا اور منہ پھیر کر دانت نکال دیئے۔

دفعتاً اسی وقت ایک زوردار گڑگڑاہٹ سنائی دی اور درے کے بعد کا حصہ دھوئیں اور غبار میں چھپ گیا۔ بڑے بڑے پتھر کافی بلندی تک اڑتے چلے گئے تھے۔

❁

تیسرے دن وہ دارالحکومت میں تھے۔ نانوتہ کو جیل بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے سارے ساتھی بھی تھے۔ زیبا اور کرنل وارڈ بھی سلاخوں کے پیچھے ہی تھے۔

اخبارات نے نت نئی کہانیاں چھاپی تھیں۔ ہر طرف نانوتہ اور فریدی کے چرچے تھے۔ جیلانی بھی موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ لیکن جیلانی تھا کہاں؟

فریدی اور حمید بیگم تنویر کے گھر پہنچے۔ وہ گھر ہی پر موجود ملیں۔

"جیلانی تین دن سے ہسپتال میں بیہوش پڑا ہوا ہے۔ کبھی ذرا سی دیر کے لئے ہوش آتا ہے۔ لیکن کسی کو پہچانتا نہیں۔ اس نے صوفیہ کو بھی نہیں پہچانا۔ چار دن پہلے کی بات ہے کہ صبح کو اچانک بیرونی برآمدے میں پڑا ہوا ملا۔ وہ بیہوش تھا۔ کچھ لوگ اسے ایک رات اس کے کمرے سے اٹھا کر لے گئے تھے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور وہ پاگل لڑکی رو رو کر جان دیئے دیتی ہے۔ تصویر کی

آسیبی کہانی بُری طرح مشہور ہوئی ہے۔ کئی ماہرین نفسیات اس کے لئے چکر اگاتے رہے تھے۔ اب ایک صاحب وہاں ہسپتال میں اس کے سر پر مسلط ہیں۔"

یہ دونوں بیگم تنویر کے ساتھ ہسپتال پہنچے اور ویٹنگ روم میں بیٹھ کر صوفیہ کو اطلاع بھجوائی۔ صرف صوفیہ کو مریض کے ساتھ رہنے کی اجازت ملی تھی۔ ملاقاتیوں کو جانے سے روکا جاتا تھا۔

دفعتاً صوفیہ دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ خوش نظر آرہی تھی۔ "اوہ آنٹی.... وہ آج پہلی بار بولے ہیں.... پروفیسر تاج نے کہا تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد جو کچھ بھی ان کی زبان سے نکلے نوٹ کر لینا۔ میں نے.... لکھ تو لیا ہے.... لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے۔"

"لائیے.... دیکھوں۔" فریدی نے ہاتھ بڑھایا.... اس نے کاغذ کا ٹکڑا اُسے دے دیا۔ حمید بھی دیکھنے کے لئے جھکا۔ اس پر تحریر تھا۔

"چنڈو بے یوک نے وئے.... پُسے پُسے کے دومُوبا۔"

فریدی تھوڑی دیر تک اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ تو برمی زبان کے الفاظ ہیں.... دو الگ الگ جملے دونوں کا محل استعمال مختلف ہے۔ پہلے کا مطلب ہے میں کہاں ہوں.... اور دوسرے کا مطلب.... بھاگو بھاگو بچاؤ۔"

صوفیہ بے اعتباری سے فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔ فریدی نے پوچھا۔ "کیفیت کیا ہے۔"

"بس اتنا ہی بول کر خاموش ہوگئے ہیں اور پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔ اچھا میں اب جارہی ہوں.... کہیں وہ پریشان نہ ہوں۔"

وہ چلی گئی اور بیگم تنویر بُرا سامنہ بنائے اُسے جاتے دیکھتی رہیں۔

"یہ لڑکیاں؟" انہوں نے ٹھنڈی سانس لی۔ "پاگل ہوتی ہیں پاگل.... پہلے یہ اس سے متنفر تھی.... دونوں میں روزانہ جھگڑا ہوتا تھا۔ پھر جب اُسے کچھ لوگ اٹھالے گئے تو پاگل ہوگئی۔ رو رو کر آنکھیں سجالیں اور اب رات دن ایک کر رہی ہے، دیوانی....!"

"آپ بہتر سمجھ سکتی ہیں۔" فریدی مسکرایا اور حمید ایک دلدوز آہ بھر کر اٹھ گیا تھا۔

❁

تین دن تک وہ اس کیس کے نشیب و فراز میں الجھے رہے۔ حمید صبح سے کرنل وارنے

متعلق مزید چھان بین کر رہا تھا اور فریدی کہیں اور تھا۔ شام کو جب دونوں ملے تو حمید کے لئے دو حیرت انگیز چیزیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ نانوتہ مرگئی اور اس کی لاش مردہ خانے سے غائب ہوگئی اور دوسری یہ کہ جیلانی برمی اور انگریزی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں بول سکتا۔ اس نے بیگم تنویر اور صوفیہ کو بھی پہچاننے سے انکار کردیا ہے۔ اب صوفیہ کو غش پر غش آرہے ہیں اور بیگم تنویر پچھاڑیں کھارہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ جیلانی کو اپنا بیٹا سمجھتی تھیں.... جیلانی سے جب یہ کہا گیا کہ وہ ایک بہت بڑا مصور ہے تو وہ دیر تک ہنستا رہا کہنے لگا کہ شاید میں ایک سیدھی لکیر بھی نہ کھینچ سکوں آپ مجھے مصور کہتے ہیں اور جب اُسے اس کی بنائی ہوئی تصویر چڑوا ہی دکھائی گئی تو بیساختہ چیخ اٹھا۔ ارے یہ تو نانوتہ ہے.... وہ اکثر فوجیوں کے کیمپ میں ننگی ہوکر ناچتی تھی اور پھر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد بتایا کہ وہ ان دنوں کی بات ہے جب جاپان برما پر بم باری کررہا تھا۔ جیلانی جواب نام نوما بتاتا ہے ایک بڑے فوجی افسر کا ملازم تھا۔ نانوتہ اس رات فوجی افسروں کی ایک محفل میں نیم عریاں حالت میں رقص کررہی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ وہ اس وقت بہت اچھی لگ رہی تھی۔ دفعتاً وہ ناچتے ناچتے ایک گوشے میں پہنچی اور وہاں سے اُن افسروں پر ٹامی گن سے فائرنگ کرنے لگی۔ جیلانی نکل بھاگا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ آٹھ دس آفیسر تو اس کے سامنے ہی ڈھیر ہوگئے تھے۔ باہر نکلا تو اوپر جاپانی طیارے گرج رہے تھے۔ انہوں نے بمباری شروع کردی۔ اس کے بعد کے حالات اسے یاد نہیں اور اب جیلانی کو بڑی حیرت ہے کہ وہ اتنا بڑا کیسے ہوگیا۔ مونچھیں ڈاڑھی کیسے نکل آئیں.... کیا وہ سولہ سال کی عمر سے اب تک سوتا رہا ہے۔

"تو وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"مکمل طور پر.... اُسے وہ زمانہ قطعی یاد نہیں ہے جب سر دانش نے اُسے فٹ پاتھ سے اٹھا کر آسمان پر پہنچایا۔ حد یہ ہے وہ کہتا ہے کہ اس بم باری والی رات کے بعد سے اس نے پھر کسی نانوتہ کو نہیں دیکھا۔"

"حالانکہ ابھی حال ہی میں عیش کرتا رہا ہے۔" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"جب اس سے کہا گیا کہ نانوتہ کی تصویر اس نے بنائی تھی تو وہ بگڑ گیا ہے۔ کہنے لگا کہ آپ لوگ ایک ایسے آدمی کا مضحکہ کیوں اڑاتے ہیں جس کا دنیا میں کوئی نہ ہو۔"

"کہیں اُلو تو نہیں بنارہا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسی موقع پر یادداشت بھی واپس آگئی۔"

"ایسے ہی مواقع تو ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو نانوتہ کی تصویر لاشعور سے شعور میں پھیلی آئی تھی۔ یہ واقعہ بھی اسی طرح پیش آیا ہو گا وہ پچھلے تجربات جن کا تعلق نانوتہ سے ہو یاد داشت کھو بیٹھنے کے بعد کی کسی سچویشن سے اچانک آ ٹکرائے ہوں اور صرف نانوتہ اس کے شعور میں پھسل آئی ہو۔ لیکن پوری سچویشن یاد نہ آئی ہو۔ پھر جیتی جاگتی نانوتہ سامنے آئی۔ اس کی موجودگی میں بہتیرے پچھلے تجربات لاشعور میں کلبلا کلبلا کر رہ گئے ہوں گے۔ اس نے ان ادھوری ذہنی جھلکیوں کو مربوط کرنا چاہا ہو گا.... لیکن کامیابی نہ ہونے پر بیہوشی کے دورے پڑنے لگے ہوں گے۔ پھر نانوتہ نے اُسے گھر بھجوادیا ہو گا۔ دوسری چیز شراب بھی تو تھی۔ تم نے ہی بتایا تھا تم خود سوچو کتنی اذیت ناک ہو گی واپس آتی ہوئی یاد داشت کی ادھوری غیر مربوط اور ہیجان انگیز جھلکیاں جنہیں وہ کوئی معنی نہیں پہنا سکتا تھا۔"

"ہو گا...." حمید کان جھاڑ کر بولا۔ "آخر ہم کب تک اپنی یاد داشت کھو بیٹھنے کے قابل ہوں گے۔ آئے دن تو بھانت بھانت کے حادثات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ یہی ہو جائے کچھ دنوں تک موج میں سارنگی بجاتے پھریں.... اور آئی جی صاحب سے کہیں معاف کیجئے گا۔ ہم نے آپ کو پہچانا نہیں.... خیر سارنگی پر والدین کا خیال سنئے۔ طبلے پر فریدی صاحب سنگیت کر رہے ہیں آہم یہ تو آپ نے ابھی تک بتایا ہی نہیں کہ انگوٹھی کا کیا قصہ تھا۔"

فریدی نے آصف والا واقعہ دہراتے ہوئے کہا۔ دراصل وہ انگوٹھیاں نانوتہ کے لئے آدمی مہیا کرنے کا باعث بنتی تھیں۔ اچھے پڑھے لکھے اور تندرست نوجوان کو راہ چلتے پڑی ہوئی ملتیں وہ انہیں اٹھا کر انگلیوں میں ڈال لیتے اور پھر انہیں گیت سنائی دیتے وہ اسے آسیبی عمل سمجھ کر پریشان ہوتے لیکن انگوٹھی کی طرف دھیان نہ جاتا۔ پھر کرنل وارڈ کے ایجنٹ انہیں کرنل وارڈ جیسے ماہر روحانیات تک پہنچادیتے اور پھر انہیں نانوتہ کا دھوئیں والا مجسمہ دکھایا جاتا اور وہ اس کے عشق میں پاگل ہو کر خود ہی وادی میں اتر جاتے تھے۔ وہ ان سے کہتی تھی وادی کا جیک میں آؤ.... میں تمہیں وہیں ملوں گی.... اس طرح اس نے ڈیڑھ ہزار تندرست مزدور مہیا کئے تھے اور ان سے کام لے رہی تھی۔ بہر حال اسے جو کچھ یہاں سے لے جانا تھا وہ تو پہلے ہی زیرولینڈ پہنچا چکی تھی اب خود بھی نکل گئی۔"

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ مر گئی۔"

"ہاں مر ہی گئی مگر مجھے اس کی اطلاع نہ دی گئی۔ پوسٹ مارٹم کے لئے لاش ہسپتال میں پہنچا دی گئی اور وہ مردہ خانے سے صاف نکل گئی۔"

"صاف نہیں نکل گئی لاش نکل گئی۔ آپ کے سننے میں فرق آیا ہے۔" حمید جھلا گیا۔

"تھریسیا اور نانوتہ دونوں ہی حبس دم کے ماہر ہیں۔ اسی طرح تھریسیا بھی ایک بار عمران کو ڈوج دے کر نکل گئی تھی۔ وہی حربہ نانوتہ نے یہاں آزمایا۔ پہلے مجھے خیال نہیں آیا تھا ورنہ حکام کو اس خطرے سے بھی آگاہ کر دیتا۔"

"اب پہنچے آپ زیرولینڈ! ہاہا....!" حمید نے منہ پر ہاتھ رکھ کر قہقہہ لگایا۔

"میں نے تو پکڑ کر ان کے حوالے کر دیا تھا۔ میری ذمہ داری ختم۔" فریدی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے حکام کو آگاہ کیجئے گا۔"

"اس سلسلے میں آپ کی زبان بند رہنی چاہئے۔ حمید صاحب میں چاہتا ہوں یہی مشہور ہو کہ لاش غائب ہو گئی۔"

دوسرے دن حمید، بیگم تنویر کے یہاں جا پہنچا وہ موجود نہیں تھیں صوفیہ نے نشست کے کمرے میں اس کا خیر مقدم کیا۔ وہ ننگے پیر تھی اور پنجوں کے بل آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر حمید کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"وہ برابر کے کمرے میں آرام کر رہے ہیں۔" اس نے لجاجت سے کہا تھا۔ "ذرا آہستہ سے بولئے گا۔ میں بڑا خیال رکھتی ہوں کہ شور نہ ہونے پائے وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ دیکھئے آپ خود سوچئے۔ انہیں آرام کی کتنی ضرورت ہے۔ میں رات رات بھر جاگتی رہتی ہوں کہ کہیں بلی آکر کوئی چیز نہ گرا دے اور ان کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ وہ مجھ سے کہتے ہیں صوفی اب سو جاؤ۔ تم بھی تو کتنی تھکتی رہتی ہو۔ میں کہتی ہوں آپ پرواہ نہ کیجئے.... میں ٹھیک ہوں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے.... اب آپ ہی بتائیے جناب کتنی محبت کرتے ہیں.... راتوں کو جاگ کر کام کرتے رہتے ہیں.... دن کو فرصت نہیں ملتی۔ آج کوئی امریکہ سے ملنے چلا آرہا ہے.... پرسوں جرمنی سے.... سارا دن اسی میں ختم ہو جاتا ہے.... پھر رات کو آرام کیسے کریں.... رات کو کام کرتے ہیں.... وہ دیکھئے اس تصویر کی وجہ سے وہ دنیا کے سب سے بڑے مصور ہو گئے ہیں نا! ہٹئے آپ نے تو مجھے مبارک باد بھی نہیں دی۔" وہ روٹھے ہوئے انداز میں ہنسی اور پھر سنجیدہ ہو کر

کچھ سوچتی ہوئی دانتوں سے ناخن کترنے لگی۔ اتنے میں بیگم تنویر آگئیں وہ انہیں دیکھ کر چھپاک سے اٹھی اور اندر چلی گئی۔ "کہئے جناب کیسے تکلیف فرمائی۔" انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"جی بس جیلانی صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔"

"جیلانی یہاں کہاں ہے۔" وہ مغموم لہجے میں بولیں۔ "اسے تو ہماری شکلوں سے وحشت ہوتی ہے۔وہ برمی سفیر کی کوٹھی میں مقیم ہے۔ آج کل میں رنگون چلا جائے گا۔ مگر صوفیہ بہک گئی ہے۔ اللہ اس پر رحم کرے آپ سے کیا کہہ رہی تھی۔"

"جی.... کچھ نہیں.... وہ تو.... آپ کے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں۔" حمید نے کہا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا.... اس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا تھا۔

ختم شد